

حصہ اوّل

تنبیہات

اہم موضوعات اور من گھڑت روایات کی تحقیق

مفتی عبدالباقی اخوانزادہ

تنبیہات

اہم موضوعات اور من گھڑت روایات کی تحقیق

☆ حصہ اول ☆

(سلسلہ ۱ تا ۵۰)

مفتی عبدالباقی اخوانزادہ

تعارف:

مفتی عبدالباقی اخونزادہ صاحب نے ۱۹۹۴ میں جامعہ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی سے درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ جس کے بعد ۱۹۹۴-۱۹۹۵ میں اس ہی ادارے سے تخصص فی الفقہ کیا۔ بعد ازاں ۲۰۰۱-۲۰۰۴ تک جامعہ دارالعلوم کراچی سے تمرین افتاء کیا اور وفاقی اردو یونیورسٹی سے تاریخ اسلام میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ اس وقت مفتی صاحب جامعہ رضیہ اسلامیہ للبنات۔ سائیٹ کراچی میں مہتمم کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ مفتی صاحب واٹس ایپ کے گروپس میں شرعی سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔ اور مفتی صاحب کی یوٹیوب کے چینل پر مختلف سوالات کے جوابات اپلوڈ کیے جاتے ہیں۔

Mufti Online by Mufti Abdul Baqi



<http://YouTube.com/c/MuftiOnlineByMuftiAbdulBaqi>

مفتی صاحب کے ٹیلی گرام چینل کا لنک



<http://T.me/muftionlinebymuftiabdulbaqi>

مفتی صاحب کا واٹس ایپ نمبر



[+92-333-8129000](https://wa.me/923338129000)

www.youtube.com/c/MuftiOnlineByMuftiAbdulbaqi

www.t.me/muftionlinebymuftiabdulbaqi

فہرست

نمبر	مضامین کتاب	صفحہ نمبر
1	میت کے جسم سے نہلانے والی کے ہاتھ کا چٹ جانا	6
2	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا	7
3	موت کے وقت کلمہ زبان پر جاری نہ ہونا	8
4	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر سلام بھیجنا	11
5	حارث اور اویس نام رکھنا	13
6	ورقہ بن نوفل کا اسلام	15
7	استخارے کی دعا اور طریقہ	18
8	حضرت علی اور اوثمانی کا قصہ	21
9	اپنے بچے کو اللہ کے حوالے کرنا	23
10	قیامت کے روز امت کا حساب	27
11	زنا قرض ہے	29
12	خاتمہ بالخیر کا عجیب نسخہ	35
13	موت کے وقت کی سختی دور کرنے کا نسخہ	37
14	گائے کے گوشت کا حکم	40
15	دیہاتی کے سوالات	46
16	جبرائیل علیہ السلام کی چالیس ہزار سال عبادت	52
17	یوسف علیہ السلام اور زلیخا کی شادی	53
18	خدیجہ میر البستر لپیٹ دو	56
19	صحابہ کا جنگ میں مسواک کرنا	58
20	زقوم کا پھل	60
21	بچی کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا کلام	64
22	عورتوں کے فضائل	65

23	زنا کی سزا	69
24	حضرت علی کا خطبہ بغیر الف	72
25	نماز کے فضائل اور سزاؤں کا بیان	74
26	قریبی رشتہ داروں میں شادی	80
27	حضرت فاطمہ کو بتائی گئی وتروالی تسبیحات	87
28	شب معراج کو نسی ہے	89
29	سعودی عرب میں باہر سے درآمد شدہ گوشت کا حکم	94
30	تین محبوب چیزیں	102
31	شق صدر کا واقعہ	108
32	خانہ کعبہ کو دیکھ کر دعا کرنا	116
33	یمن کے بادشاہ یتیم حمیری کا قصہ	127
34	فجر کے بعد سونا	135
35	شوہر کیلئے مرنے کے بعد بیوی کو غسل دینے کا حکم	142
36	شب براءت کا تعین (تین اقساط پر مشتمل ہے)	149
37	مہمان کا اکرام	175
38	فقر کے اسباب	180
39	مولود کعبہ کی تحقیق	185
40	رمضان المبارک کی فضیلت کی روایت	190
41	چند مشہور روایات کی تحقیق	197
41.1	چاروں مشہور فرشتوں کا اترنا	197
41.2	جبرائیل علیہ السلام کا جہنم کے بارے میں خبر دینا	198
41.3	جبرائیل علیہ السلام کی چالیس ہزار سال کی عبادت	200
41.4	انتقال کے وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام سے مکالمہ	201
41.5	التحیات کا پس منظر	202
41.6	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پانچ اعمال کی ترغیب	204

205	حضرت فاطمہ کو بتائی گئی و تروالی تسبیحات	41.7
206	تراویح کے ایک سجدے پر پندرہ سو (۱۵۰۰) نیکیاں ملنا	41.8
207	اعتکاف پر دو حج اور دو عمروں کا ثواب	41.9
208	حضرت موسیٰ کو افطار کے وقت کی فضیلت	41.10
210	افطار کا وقت	42
218	صلوات التسبیح	43
229	شوال کے چھ روزے	44
236	جمعہ الوداع کا حکم	45
238	قضائے عمری کا حکم	45.1
240	جمعہ الوداع کے موقع کی دعا	45.2
242	عید کے موقع پر چند مشہور شدہ غیر مستند اعمال	45.3
243	عید کے دن 300 بار سبحان اللہ و بحمدہ پڑھ کر مردوں کو بخشنا	45.4
244	لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ 400 بار پڑھنا	45.5
245	مولا علی	46
253	گھوڑے کا گوشت	47
	قبرستان جانے کا حکم (اس موضوع کے تین حصے ہیں)	48
	اعضائے وضوء کی دعا	49
	پہلی اولاد کا لڑکی ہونا	50

تنبیہات سلسلہ نمبر 1

میت کے جسم سے نہلانے والی کے ہاتھ کا چمٹ جانا

ایک واقعہ کثرت سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہوا تو نہلانے والیوں میں سے ایک کا ہاتھ اس میت کے جسم سے چمٹ گیا پھر اسکو امام مالک کے کہنے پر کوڑے مارے گئے۔

یہ واقعہ من گھڑت ہے

وجدت له حكاية يشبه أن يكون من وضعه قرأت بخط الحافظ قطب الدين الحلبي ما نصه
وسيدي أبي عبد الرحمن بن عمر بن محمد بن سعيد وجدت بخط عمي بكر بن محمد بن سعيد
ثنا يعقوب بن إسحاق بن حجر العسقلاني املاً قال ثنا إبراهيم بن عقبة حدثني المسيب بن
عبد الكريم الخثعمي حدثني أمة العزيز امرأة أيوب بن صالح صاحب مالك قالت غسلنا
امراً بالمدينة فضربت امرأة يدها على عجيزتها فقالت ما علمتك إلا زانية أو ما بونة فالتزقت
يدها بعجيزتها فأخبروه مالكا فقال هذه المرأة تطلب حدها فاجتمع الناس فأمر مالك أن
تضرب الحد فضربت تسعة وسبعين سوطاً ولم تنتزع اليد فلما ضربت تمام الثمانين انتزعت
اليد وصلى على المرأة ودفنت. اهـ

وكذبه الذهبي في ميزان الاعتدال 274/7

کتبہ عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 2

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا

ایک مشہور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ٹاٹ کا لباس پہنا تو آسمان سے سلام آیا اور کہا گیا کہ ابو بکر سے پوچھو کہ وہ مجھ سے راضی ہے یا نہیں۔
یہ واقعہ من گھڑت ہے

جزی اللہ شیخنا عبدالرحمن الفقیہ خیرا

وفي ميزان الإعتدال للحافظ الذهبي: 128/5

عمر بن حفص السیاری حدثنا العلاء بن عمرو عن أبي إسحاق الفزاري عن سفيان عن آدم بن علي عن ابن عمر قال بينما النبي ﷺ جالس وعنده أبو بكر عليه عباء قد خللها على صدره بخلال إذ نزل جبرائيل فأقرأه من الله السلام وقال مالي أرى أبا بكر عليه عباء قد خللها قال يا جبرائيل أنفق ماله علي قال فأقرئه من الله السلام وقل له يقول لك ربك أراض أنت عني في ففرك أم ساخط وذكر الحديث... وهو كذب

وقال الحافظ العراقي في تخريج الإحياء:

حديث ابن عمر "بينما رسول الله ﷺ جالس وعنده أبو بكر وعليه عباءة قد خللها على صدره بخلال إذ نزل جبريل عليه السلام فأقرأه عن الله السلام وقال له: يا رسول الله مالي أرى أبا بكر عليه عباءة قد خللها على صدره بخلال؟ فقال: أنفق ماله علي قبل الفتح، قال: فأقرئه من الله السلام وقل له يقول لك ربك: أراض أنت عني في ففرك هذا أم ساخط؟ قال: فالتفت النبي ﷺ إلى أبي بكر وقال: يا أبا بكر هذا جبريل يقرئك السلام من الله ويقول أراض أنت عني في ففرك هذا أم ساخط؟ قال: فبکی أبو بکر ﷺ وقال: أعلی ربی أسخط؟ أنا عن ربی راض" أخرجه ابن حبان والعقيلي في الضعفاء، قال الذهبي في الميزان: هو كذب.

واللہ اعلم..

کتبہ عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 3

موت کے وقت کلمہ زبان پر جاری نہ ہونا

ایک واقعہ آتا ہے ایک صحابی علقمہ رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت ان کی زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا تو آپ علیہ السلام نے ان کی ماں کو بلوایا تو معلوم ہوا کہ ماں کا نافرمان ہے اور ماں معاف کرنے پر راضی نہیں تھیں تو آپ علیہ السلام نے اسکو جلانے کا کہا تو ماں نے معاف کر دیا۔

یہ واقعہ بھی من گھڑت ہے

قصۃ علقمة مع أمہ التي غضبت علیہ قصۃ موضوعۃ

السؤال: هناك حديث عن رجل صالح يسمى علقمة والذي كان على فراش الموت ولم ينطق الكلمة، ثم أرسل النبي لأمه التي قالت إنها كانت غاضبة منه؛ لأنه كان يفضل زوجته عليها، ثم جمع النبي صلى الله عليه وسلم بعد ذلك الحطب وأخبر أمه بأنه سوف يحرق ابنها أمام عينها، فقالت: يا رسول الله! إنه ابني، ولا يطيق قلبي رؤيتك تحرقه أمامي! فقال النبي: يا أم علقمة! عقاب الله أشد وأبقى، فإذا أردت أن يسامحه الله فسامحيه، والذي نفسي بيده لا تنفعه صلاته وصيامه وزكاته ما دمت غاضبة عليه، فسامحت المرأة ابنها، وبعد بعض الوقت مات بعد أن نطق الشهادتين. ويقول الحديث إن النبي صلى الله عليه وسلم بعد ذلك نادي في المهاجرين والأنصار وقال: (إذا قدم أحدكم زوجته على أمه فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، فلا يقبل الله صدقته أو صالح عمله إلا أن يتوب لله تعالى، وأن يطلب عفو أمه ورضاها، وإن الله يظل غاضبا لغضبها) وقد قيل إن الحديث في "مسند أحمد" ولكنني لا أستطيع أن أجده. فإن كان صحيحا فأرجو أن تحددوا لي مكانه.

الجواب:

الحمد لله

هذه الحكاية كان الإمام أحمد رحمه الله قد أثبتها في مسنده في بداية جمعه لأحاديث الكتاب، وقد كان الجمع الأول يشتمل على كثير من الأحاديث الضعيفة والمتروكة، ثم بدأ الإمام رحمه الله بتنقية كتابه من هذه الأحاديث، فحذف هذه القصة فيما حذفه. جاء في "مسند الإمام

أحمد" (155/32) من طبعة مؤسسة الرسالة ما يلي: "قال أبو عبد الرحمن: وكان في كتاب أبي: حدثنا يزيد بن هارون، أخبرنا فائد بن عبد الرحمن قال: سمعت عبد الله بن أبي أوفى يقول: (جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن هاهنا غلاماً قد احتضر؛ يقال له: قل لا إله إلا الله، فلا يستطيع أن يقولها. قال: أليس قد كان يقولها في حياته؟ قال: بلى، قال: فما منعه منها عند موته؟ فذكر الحديث بطوله) لم يحدث أبي بهذين الحديثين -حديثين من طريق فائد عن ابن أبي أوفى- ضرب عليهما من كتابه؛ لأنه لم يرض حديث فائد بن عبد الرحمن، وكان عنده متروك الحديث" انتهى النقل من "المسند" وأما بقية الحديث، كما جاءت في المصادر الأخرى التي ذكرته، فهي كالتالي:

قال: (فنهض رسول الله صلى الله عليه وسلم ونهضنا معه حتى أتى الغلام فقال: يا غلام! قل لا إله إلا الله. قال: لا أستطيع أن أقولها، قال: ولم؟ قال: لعقوق والدتي، قال: أحية هي؟ قال: نعم، قال: أرسلوا إليها، فأرسلوا إليها؛ فجاءت، فقال لها صلى الله عليه وسلم: ابنك هو؟ قالت: نعم. قال: رأيت لو أن ناراً أجمت؛ فقل لك: إن لم تشفعي له قذفناه في هذه النار. قالت: إذن كنت أشفع له، قال: فأشهدني الله، وأشهدنا معك بأنك قد رضيت. قالت: قد رضيت عن ابني، قال: يا غلام! قل لا إله إلا الله. فقال: لا إله إلا الله. فقال صلى الله عليه وسلم: الحمد لله الذي أنقذه من النار)

أخرجه العقيلي في "الضعفاء الكبير" (461/3)، ومن طريقه ابن الجوزي في "الموضوعات" (87/3)، وعزاه غير واحد للطبراني، ورواه الخرائطي في "مساوي الأخلاق" (رقم 251/)، والبيهقي في "شعب الإيمان" (197/6) وفي "دلائل النبوة" (205/6)، والقزويني في "التدوين في تاريخ قزوين" (369/2)

جميعهم من طريق فائد بن عبد الرحمن، عن عبد الله بن أبي أوفى.

وهذا إسناد ضعيف جداً بسبب فائد بن عبد الرحمن،

قال فيه الإمام أحمد: متروك الحديث.

وقال ابن معين: ليس بشيء.

وقال ابن أبي حاتم: سمعت أبي يقول: فائد ذاهب الحديث، لا يكتب حديثه، وأحاديثه عن ابن أبي أوفى بواطيل لا تكاد ترى لها أصلاً، كأنه لا يشبه حديث ابن أبي أوفى، ولو أن رجلاً حلف أن عامة حديثه كذب لم يحنث.

وقال البخاري: منكر الحديث.

انظر: "تهذيب التهذيب" (256/8)

وقال ابن حبان: "كان ممن يروى المناكير عن المشاهير، ويأتي عن ابن أبي أوفى بالمعضلات، لا يجوز الاحتجاج به" انتهى.

"المجروحين" (203/2)

وقال أبو عبد الله الحاكم رحمه الله:

"يروي عن ابن أبي أوفى أحاديث موضوعة" انتهى.

"المدخل إلى الصحيح" (155)

نقله: عبد الباقي اخونزاده

تنبیہات سلسلہ نمبر 4

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر سلام بھیجنا

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو حاجی حج یا عمرہ کیلئے جاتے ہیں

ان سے یہ کہنا کہ میری طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر سلام دینا۔
اس طرح کا عمل نہ حدیث میں نہ کسی صحابی سے اسکا ثبوت ملتا ہے تو کیا اس کا اس طرح کہنا صحیح ہے؟
سلفین کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے:

(إن لله في الأرض ملائكة سياحين يبلغوني من أمتي السلام) رواه الإمام أحمد والنسائي وغيرهما.

﴿جب ملائکہ پہنچاتے ہیں، تو کسی کے ذریعہ سلام کہلوانے کی کیا ضرورت؟﴾

بینوا توجروا؟

الجواب: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر حاضری کے وقت جیسے خود سلام پیش کرنا درست ہے اسی طرح دوسروں کی طرف سے بھی سلام پہنچانے میں کوئی حرج نہیں۔

1- ابو عامر رضی اللہ عنہ کا سلام کہلوانا

يَا ابْنَ أَخِي، انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُ: يَقُولُ لَكَ أَبُو عَامِرٍ: اسْتَغْفِرُ لِي. (صحيح مسلم 2498 كتاب فضائل الصحابة)

2- سعد بن الربيع رضی اللہ عنہ کا سلام کہلوانا

فَقَالَ لَهُ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاتِيَهُ بِخَبْرِكَ، قَالَ: فَادْهَبْ إِلَيْهِ، فَأَقْرَأْهُ مِنِّي السَّلَامَ (موطا مالك 1338 كتاب الجهاد)

3- محمد بن المنذر کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سلام

أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يَمُوتُ ، فَقُلْتُ لَهُ : أَقْرَأَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي السَّلَامَ . (مسند احمد 11660)

4- ایک اور صحابی

إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ ، فَقَالَ : "وَعَلَيْكَ وَعَلَى آبِكَ السَّلَامُ" .
(ابوداود 2934 كتاب الخراج ، وكتاب الادب 5231)

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے باقاعدہ سلام کا بھیجنا ثابت ہے

وقد استفاد عن عمر بن عبدالعزیز انه كان يبرد البرید من الشام يقول سلم على رسول الله ﷺ .

وعن ابی سعید قال: قال لی عمر بن عبدالعزیز: إذا اتیت المدینة ستری قبر النبی فاقراه منی السلام. (خلاصة الوفاء 359)

ویبلغه سلام من اوصاه فیقول: السلام علیک یا رسول الله من فلان بن فلان. (الفقه على المذاهب الاربعه)

نقلہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 5

حارث اور اوئیس نام رکھنا

گذشتہ دنوں استاد محترم مفتی زرولی خان صاحب کا ایک کلپ سننے کا موقع ملا جس میں حضرت نے حارث نام رکھنے سے منع فرمایا اور اس نام کے صحابہ نہیں ہیں۔
 سرسری سے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس نام کے بہت سے صحابہ موجود ہیں جن میں اہل بدر اہل احد اور صلح حدیبیہ میں شریک صحابہ بھی ہیں۔
 "اسد الغابۃ" میں 29 صحابہ کے نام حارث ذکر کئے گئے ہیں، فہرست میں 957 نمبر سے لیکر 986 نمبر حارث نام کے صحابہ ہیں، نمونے کے طور پر تین صحابہ کے نام وحالات لکھ رہا ہوں۔

- 958 الحارث بن مالک

دع: الحارث بن مالک مولیٰ ابي هند الحجام.

قال ابن مندہ: سماہ لنا بعض اهل العلم، ويقال: إن اسم أبي هند الحارث بن مالک.
 روى أبو عوانة، عن جابر، عن الشعبي، عن ابن عباس، قال: احتجم النبي صلى الله عليه وسلم وأعطى الحجام أجره، حجه أبو هند، غلام لبني بياضة، وكان أجره كل يوم مدا ونصفا، فشفع له رسول الله ﷺ إلى مولاه، فوضع عنه نصف مد.

ورواه شعبة، والثوري، وشريك، وأبو إسرائيل، عن جابر، فمنهم من قال: أبو طيبة، ومنهم من قال: مولی لبني بياضة.

ورواه إسحاق بن بھلول، عن أبيه، عن ورقاء، عن جابر، عن الشعبي، عن ابن عباس، أن النبي ﷺ حجه أبو هند، واسمه الحارث بن مالک.

أخرجه ابن مندہ، وأبو نعیم، وليس فيه ذكر لمولى أبي هند، وإنما الاسم لأبي هند لا غير، والله أعلم.

964 الحارث بن مضر

الحارث بن مضر بن عبد رزاح
 بايع تحت الشجرة وشهد ما بعدها واستشهد بالقادسية
 965 الحارث بن معاذ بن نعمان بن امرئ القيس
 له صحبة وشهد بدرا وهم ثلاثة اخوه سعد الحارث و أوس
 اويس بن عامر بن جزء بن مالك القرني
 ادرك النبي ﷺ ولم يره وسكن الكوفة وهو من كبار تابعيها.
 اسد الغابة 331

والله اعلم

كتبه: عبد الباقي اخونزاده

تنبیہات سلسلہ نمبر 6

ورقہ بن نوفل کا اسلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے بعد سب سے پہلے جن دو شخصیتوں کے سامنے یہ حقیقت آئی ایک حضرت خدیجہ اور دوسرے ورقہ بن نوفل تھے

حضرت خدیجہ حضور کو لے کر ورقہ کے پاس گئیں تو ورقہ نے کہا کہ شائد یہ وہی نبی ہیں جن کا انتظار گزشتہ امتوں کو ہے اور پھر آپ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر میں اس وقت زندہ رہا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکالے گی تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا

حضور کے اعلان نبوت سے قبل انتقال کی وجہ سے ورقہ کا حال واضح نہیں ہوا لیکن روایات سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ ورقہ بن نوفل کا انتقال حالت توحید میں ہوا ہے

وقال عروة بن زبير لما وصفت خديجة لورقة بن نوفل شان محمد قال لها والله يا ابنة اخي ما ادرى لعل صاحبك النبي الذي ينتظر اهل الكتاب الذي يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة والإنجيل والله لئن ادركته وانا حي لابلين في نصرته وحسن موازرتة عذرا فمات ورقة قبل ذلك.

(الاصابة 608/6 دلائل النبوة بيهقي 145/2)

حضرت خدیجہ نے جب آپ علیہ السلام سے ورقہ کے بارے میں سوال کیا کہ وہ تو اعلان نبوت سے قبل فوت ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ورقہ کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا اور اگر وہ جہنمی ہوتا تو سفید لباس میں نہ ہوتا۔

روى الإمام أحمد في مسنده قال: 24367 - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ خَدِيجَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ، فَقَالَ: "قَدْ رَأَيْتُهُ فِي الْمَنَامِ، فَرَأَيْتُ عَلَيْهِ ثِيَابَ بَيَاضٍ، فَأَحْسِبُهُ لَوْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ بَيَاضٌ.."

قلت: وهذا اسناد ضعيف، ابن لهيعة ضعيف سيء الحفظ جداً..والصواب الارسال..

وأخرجه الترمذي في سننه قال: حدثنا أبو موسى الانصاري.
 أخبرنا يونس بن بكير.
 أخبرنا عثمان بن عبد الرحمن، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة قالت: سئل رسول الله ﷺ عن ورقة، فقالت له خديجة:
 إنه كان صدقك، وإنه مات قبل أن تظهر.
 فقال رسول الله ﷺ: "أريته في المنام وعليه ثياب بياض، ولو كان من أهل النار لكان عليه لباس غير ذلك."
 هذا حديث غريب.
 وعثمان بن عبد الرحمن، ليس عند أهل الحديث بالقوي.

وأخرج الحاكم في مستدركه قال: 4211 - أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ زِيَادٍ الْعَدْلِيُّ، ثنا الإمام أبو بكرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، ثنا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشْجِيُّ، ثنا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَسُبُّوا وَرَقَةَ فَإِنِّي رَأَيْتُ لَهُ جَنَّةً أَوْ جَنَّتَيْنِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ وَالْغَرَضُ فِي إِخْرَاجِهِ

ثم ذكره الإمام أحمد في العلل بصيغة التمریض فقال 3:419 وَمِنْهُمْ وَرَقَةُ بْنُ نَوْفَلٍ بْنُ أَسَدٍ الَّذِي يُقَالُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَسُبُّوا وَرَقَةَ فَإِنِّي رَأَيْتُ لَهُ جَنَّةً أَوْ جَنَّتَيْنِ..
 وعلمه الإمام الدارقطني في علله بالإرسال فقال 14:157 3495- وَسُئِلَ عَنْ حَدِيثِ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبُّوا وَرَقَةَ بْنُ نَوْفَلٍ؛ فَإِنِّي رَأَيْتُ لَهُ جَنَّةً، أَوْ جَنَّتَيْنِ.

فَقَالَ: يَرْوِيهِ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، وَاخْتَلَفَ عَنْهُ؛
 فرواه أبو سعيد الأشج، عن أبي معاوية، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة وغيره يرسله عن هشام، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
 والمرسل هو المحفوظ.

اسی طرح آپ علیہ السلام کے سامنے آپ کے اولین محسنین کا تذکرہ ہوا مثلاً: خدیجہ ابوطالب اور ورقہ بن نوفل کا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

- ابوطالب کو میری برکت سے جہنم کی گہرائی سے جہنم کے کنارے پر نکالا گیا۔
- خدیجہ کیلئے جنت میں نہر کے کنارے محل تیار کیا گیا۔
- ورقہ بن نوفل کو جنت میں سندس کے لباس میں دیکھا۔

اخرجه ابن عدی فی الكامل 519/1 عن جابر سئل علیہ السلام عن ابی طالب قال أخرج الی
ضخضاح من جہنم
وسئل عن خدیجة قال ابصرتها علی نہر من انهار الجنة فی بیت من قصب لا صخب فیہ ولا
نصب۔

وسئل عن ورقة بن نوفل قال ابصرته فی بطنان الجنة علیہ السندس۔

ان تمام روایات کا خلاصہ یہی ہے کہ ورقہ بن نوفل ادیان سابقہ میں سے حق راستے پر تھے اور آپ کا انتقال حالت ایمان پر ہوا ہے لہذا بعض علماء نے آپ کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 7

استخارے کی دعا اور طریقہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ یہ سکھایا کہ ہر آن ہر گھڑی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جوڑے رکھو اور ہر معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا سکھایا۔ اسی لئے آپ علیہ السلام ہر معاملے میں استخارے کا حکم دیتے اور صحابہ کو باقاعدہ سکھاتے تھے جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر کام میں استخارہ اتنے اہتمام سے سکھاتے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُولُ :

إِذَا هُمْ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ

ثُمَّ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ

وَأَسْتَفِيدُكَ بِقُدْرَتِكَ

وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ

فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ

وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ

وَأَنْتَ عَلَامُ الْغُيُوبِ

اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أُمْرِي - - أَوْ قَالَ - فِي عَاجِلِ

أَمْرِي وَأَجَلِهِ - فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ

وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أُمْرِي - - أَوْ قَالَ - فِي عَاجِلِ أَمْرِي

وَأَجَلِهِ - فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي - [416] - عَنْهُ

وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ.

قَالَ: «وَيَسْمِي حَاجَتَهُ.»

دور کعت نماز پڑھی جائے اور پھر اس دعا کو مانگا جائے جو دعا لکھی گئی ہے
لیکن اگر نماز پڑھنے کا وقت میسر نہیں یا مختصر دعا پڑھنے کی طبیعت ہے تو روایات میں مختصر دعا بھی سکھائی گئی ہے جیسا کہ
ترمذی شریف کی روایت ہے:

اللهم خر لي واختر لي

استخارے کے مختلف طریقے:

موجودہ دور میں جہاں نت نئے ایجادات ہوئے وہیں پر دینی معاملات میں بھی نت نئے طریقے شروع کئے گئے ہیں اور
میرا ذاتی تجربہ ہے کہ استخارے کے نام کو بہت زیادہ استعمال کیا گیا، کہیں آن لائن استخارے تو کہیں پر استخارے کیلئے
پرچیاں ڈلوائی گئیں اور کہیں پر زائچے نکلوا کر استخارے کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی
اس میں واضح بات یہ ہے کہ استخارہ خود کرنے کا عمل ہے، پورے دور صحابہ میں کسی سے استخارہ کروانے کا واقعہ نہیں ملتا
اور نہ خواب کے نظر آنے کو لازم قرار دیا گیا بلکہ اللہ سے خیر کو طلب کر کے دل کے اطمینان کو بنیاد بنایا گیا اور اگر دل
مطمئن نہیں ہو رہا یا بات سمجھ نہیں آرہی تو مشورے کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا ہے۔
البتہ اگر کوئی معتبر شخص عالم باعمل آپ کے حالات سے واقف آپ سے دلی تعلق رکھنے والا یا آپ کے رشتہ داروں
میں سے آپ کا درد رکھنے والا آپ کیلئے استخارہ کر دے تو علماء نے اسکی اجازت دی ہے لیکن ہر شخص سے استخارہ کروانا یا
کہنا اس عظیم عمل کے مقصد کو فوت کرنا ہے۔

ایک روایت کی تحقیق:

استخارے کے متعلق ایک مشہور روایت زبان عام پر جاری ہے

ما خاب من استخار ولا ندم من استشار

اس روایت کے متعلق عرض ہے کہ یہ روایت سند انتہائی ضعیف ناقابل بیان ہے اور اسکی وجہ اس میں موجود راوی
عبد السلام اور عبد القدوس ہے انکے بارے میں سب سے محتاط قول علامہ ہیشمی کا ہے کہ کلاهما ضعيفان جدا

یہ روایت معجم طبرانی میں ہے

عبدالقدوس بن حبیب کے بارے میں محدثین کے اقوال:

ابوحاتم متروک الحدیث کان لایصدق
 البخاری ترکوه منکر الحدیث
 ابن حبان کان یضع الحدیث علی الثقات لا یحل کتابہ حدیثہ ولا الروایۃ عنہ
 النسائی متروک
 مسلم ذاهب الحدیث
 الہیثمی رواہ الطبرانی فی الأوسط والصغیر من طریق عبدالسلام بن عبدالقدوس وکلاهما
 ضعیفان جدا.

واللہ اعلم.

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 8

حضرت علی اور اونٹنی کا قصہ

ایک واقعہ کثرت سے سوشل میڈیا پر نشر کیا جا رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سوت دیا کہ بازار میں فروخت کر کے آٹا لے آئیں کہ گھر میں کئی دنوں سے فاقہ ہے حضرت علی نے چھ درہم میں وہ فروخت کر دیا۔

اتنے میں ایک سائل نے اللہ کے نام کی صدا لگائی تو حضرت علی نے وہ چھ درہم اس سائل کو دیئے اور آپ خالی ہاتھ لوٹنے لگے تو راستے میں ایک دیہاتی ملا جس کے پاس ایک موٹی اونٹنی تھی، اس اعرابی نے کہا کہ آپ اس اونٹنی کو خریدینگے؟ تو حضرت علی نے قیمت پاس نہ ہونے کا عذر کیا تو اعرابی نے ادھار اونٹنی حضرت علی کو دیدی،

تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور اونٹنی کو ساٹھ درہم نفع پر خرید لیا، آپ نے پہلے دیہاتی کو اسکے درہم لوٹائے تو حضرت علی کو ساٹھ درہم کا نفع ہوا

جب آپ علیہ السلام کو واقعہ سنایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلا دیہاتی جبریل تھے اور خریدار میکائیل تھے اور آپ نے چھ درہم اللہ کیلئے خرچ کئے اللہ تعالیٰ نے دس گنا لوٹا کر دیا

واقعہ پر تبصرہ:

یہ واقعہ اردو کی مشہور کتابوں میں موجود ہے لیکن حوالے کے اعتبار سے اس کا حوالہ کہیں بھی کسی مضبوط حدیث کی کتاب چاہے وہ مستند ہو یا ضعیف روایات پر لکھی گئی کتاب ہو نہیں ملتا۔

تلاش بسیار کے بعد اس کا حوالہ اہل سنت میں سے علامہ صفوری کی کتاب نزہۃ المجالس میں بغیر کسی سند کے ملا ہے جو اس واقعہ کے غیر مستند ہونے کی دلیل ہے

اور دھا الصفوری علی انھا حکایۃ، دون سند ولم یعزھا لاحد۔

"حکایہ: خرج علي بن أبي طالب ﷺ يبيع إزار فاطمة رضي الله عنها ليأكلوا من ثمنه فباعه بستة دراهم فرآه سائل فأعطاه إياها فجاء جبريل في صورة أعرابي ومعه ناقة فقال يا أبا الحسن اشتر هذه الناقة فقال ما معي ثمنها قال إلى أجل فاشترها بمائة ثم تعرض له ميكائيل في طريقه فقال أتبيع هذه الناقة قال نعم ولقد اشتريتها بمائة قال ولك الربح ستون فباعها له فتعرض له جبريل فقال بعت الناقة قال نعم قال ادفع لي ديني فدفع له مائة ورجع بستين فقالت له فاطمة من أين لك هذا قال تاجرت مع الله تعالى بستة دراهم فأعطاني ستين ثم جاء النبي ﷺ فأخبره بذلك فقال البائع جبريل والمشتري ميكائيل والناقة لفاطمة تركبها يوم القيامة". نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس (206/1)

نزہۃ المجالس ایسی کتاب ہے کہ جس میں ہر طرح کا رطب و یابس جمع کیا گیا ہے لہذا اس کا حوالہ جب تک سند موجود نہ ہو معتبر نہیں۔

شیعوں کی کتابوں میں بھی یہ واقعہ نزہۃ المجالس کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔

إحقاق الحق ج 6 ص 107

الموسوعة عن فاطمة الزهراء ج 17 ص 299

خلاصہ کلام

یہ واقعہ من گھڑت اور غیر مستند ہے اس کا بیان کا درست نہیں۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 9

اپنے بچے کو اللہ کے حوالے کرنا

ایک قصہ مشہور ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کے سامنے ایک شخص گذرا جس نے بچے کو کندھے پر بٹھایا تھا تو حضرت عمران دونوں کی مشابہت دیکھ کر متعجب ہوئے

اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت اس بچے کی ولادت کا قصہ بڑا عجیب ہے

جب یہ ماں کے پیٹ میں تھا تو مجھے جہاد میں جانا تھا، میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے اللہ میں اس حمل کو تیرے سپرد کرتا ہوں یہ دعا کر کے میں اللہ کے راستے میں چلا گیا

جب میں واپس آیا تو مجھے خبر دی گئی کہ میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا، مجھے بہت افسوس ہوا۔

ایک رات کو ہم کھانا کھانے بیٹھے تو میں نے دیکھا کہ قبر سے روشنی باہر آرہی ہے، میں نے اپنے بھائی سے پوچھا یہ روشنی کیسی ہے اس نے کہا کہ ہر رات اس قبر سے یہ روشنی پھوٹتی ہے

مجھے جستجو ہوئی اور میں نے قبر کھودنے کا ارادہ کیا

اچانک قبر خود بخود کھل گئی اور یہ بچہ ماں کی گود میں بیٹھ کر کھیل رہا تھا میں قبر میں اترتا تو ایک ندا آئی کہ تو نے بچے کو اللہ کے سپرد کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسکی حفاظت فرمائی اگر تو ماں کو بھی اللہ کے سپرد کرتا تو اسکو بھی سلامت پاتا

یہ قصہ انتہائی من گھڑت اور موضوع قصہ ہے اسکے الفاظ بہت رکیک اور کمزور ہیں جو اس قصے کی نکارت پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی سند پر محدثین کا کلام بھی اسکے منکر ہونے پر دال ہے

غریبة منكرة يتداولها الوعاظ القصاص: "اللهم أني أستودعك غلامي هذا"

جاء رجل الى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه وأرضاه وكان الرجل معه أبنه وليس هناك فرق ما بين الابن وأبيه فتعجب عمر ﷺ قائلاً: واللّٰه ما رأيت مثل هذا اليوم عجباً - ما أشبه أحد أحداً أنت وأبنك الا كما أشبه الغراب الغراب (والعرب تضرب في أمثالها أن الغراب كثير الشبه بقرينه)

فقال الرجل : يا أمير المؤمنين! كيف ولو عرفت بأن أمه ولدته وهي ميتة!!!!
فغير عمر من جلسته وبذل من حالته وكان ﷺ وأرضاه يحب غرائب الأخبار
فقال للرجل : أخبرني ؟

قال يا أمير المؤمنين : كانت زوجتي أم هذا الغلام حاملاً به فعزمت على السفر فمنعتني فلما وصلت الى الباب الحت علي أن لا أذهب (وقالت : كيف تتركني وأنا حامل) فوضعت يدي على بطنها وقلت (((اللهم أنني أستودعك غلامي هذا))) ومضيت - وتأمل أخي القارئ في قدر الله لم يقل الرجل ((وأستودعك أمه)) - وخرجت فمضيت وقضيت في سفري ما شاء الله لي ان أمضي وأقضي ثم عدت فلما عدت وإذا بباب بيتي مقفل وإذا بأبناء عمومتي يحيطون بي ويخبروني أن زوجتي قد ماتت.

فقلت: انا لله وانا اليه راجعون. فأخذوني ليطعموني عشاءً قد أعدوه لي فبينما أنا على العشاء وإذا بدخان يخرج من المقابر ، فقلت : ما هذا الدخان قالوا: هذا الدخان يخرج من مقبرة زوجتك كل يوم منذ أن دفناها فقال الرجل : والله إنني لمن أعلم خلق الله بها كانت صوامعاً قوامعاً عفيفة لا تقرب منكراً وتأمراً بالمعروف ولا يخزيها الله أبداً فقممت وتوجهت الى المقبرة وتبعني أبناء عمومتي.

فقال: فلما وصلت إلى قبرها يا أمير المؤمنين أخذت أحفر حتى وصلت إليها فاذا بها ميتة جالسة وأبناها هذا الذي معي حي عند قدميها وإذا بمناد ينادي يا من أستودعت الله وديعةً خذ وديعتك.

قال العلماء : لو أنه أستودع الله جل وعلا الأم لوجدها كما أستودعها لكن ليمضي قدر الله لم يجر على لسانه أن يستودع زوجته الله.

هذه قصة منكرة متداولة بين الناس وفي المنتديات يوردها الجهلة الذين لاعلم لهم بالسنة انما دينهم الدعوة الى الله بالمواعظ والقصص المنكرة لترغيب وتخويف الناس بما لم يرد به القرآن كلام الله العظيم ولا السنة الصحيحة⁰
فقد اخرجها الطبراني في الدعاء 260/1:

حدثنا محمد بن العباس المؤدب ثنا عبيد بن إسحق العطار ثنا عاصم بن محمد بن زيد بن عبد الله بن عمر بن الخطاب حدثني زيد بن أسلم عن أبيه قال بينما عمر رضي الله عنه يعرض الناس إذا هو برجل معه ابنه فقال له عمر ما رأيت غربا بغراب أشبه بهذا منك قال أما والله يا أمير المؤمنين ما ولدته أمه إلا ميتة فاستوى له عمر رضي الله عنه فقال ويحك حدثني قال خرجت في غزاة وأمه حامل به فقالت تخرج وتدعني على هذه الحالة حاملا مثقلا فقلت أستودع الله ما في بطنك قال فغبت ثم قدمت فإذا بابي مغلق فقلت فلانة فقالوا ماتت فذهبت إلى قبرها فبكيت عنده فلما كان من الليل قعدت مع بني عمي أتحدث وليس يسترنا من البقيع شيء فارتفعت لي نار بين القبور فقلت لبني عمي ما هذه النار فتفرقوا عني فأتيت أقربهم مني فسألته فقال نرى على قبر فلانة كل ليلة نارا فقلت إنا لله وإنا إليه راجعون أما والله إن كانت لصوامه قوامة عفيفة مسلمة انطلق بنا فأخذت الفاس فإذا القبر منفرج وهي جالسة وهذا يدب حولها ونادى مناد ألا أيها المستودع ربه وديعته خذ وديعتك أما والله لو استودعت أمه لوجدتها فأخذته وعاد القبر كما كان فهو والله هذا يا أمير المؤمنين⁰

وفي اسناد هذه القصة المنكرة الموضوعة:

عبيد بن إسحق العطار

قال فيه الإمام البخاري كما في التاريخ الكبير 441/5

عبيد بن إسحاق أبو عبد الرحمن العطار الكوفي مات سنة عشرة عنده مناكير

وقال الضعفاء الكبير 3/115:

عبيد بن إسحاق العطار كوفي يقال له عطار المطلقات قال يحيى هو ضعيف وقال أيضاً

74/1: عبيد بن إسحاق العطار ضعيف

وقال فيه النسائي 72/1: عبيد بن إسحاق العطار متروك الحديث كوفي

وفي هذا كفاية ألفاظ هذه القصة المنكرة تردّها لمن كان له عقل فالقصة كلها منكورة ومن

الالفاظ المنكرة بها:

(وكان يحب غرائب الأخبار)

(ولا يخزيها الله أبداً)

(وإذا بدخان يخرج من المقابر ، فقلت: ما هذا الدخان قالو هذا الدخان يخرج من مقبرة زوجتك كل يوم منذ أن دفناها)
 (أخذت أحفر حتى وصلت إليها فاذا بها ميتة جالسة وأبناها هذا الذي معي حي عند قدميها وإذا بمناد ينادي يا من أستودعت الله وديعةً خذ وديعتك)
 هذه الألفاظ المنكرة المستغربة المستهجنة كافية لرد هذه القصص والخزعبلات التي ينفثها أولئك الوعاظ الجاهل الذين لبس عليهم الشيطان وسولت لهم انفسهم انهم بهذه القصص المنكرة الموضوعة يهدون الناس ويرغبونهم ويحذرونهم ويخوفونهم من معصية الله بما لم يرد عن الله ولا ورد عن رسوله ويظنون بذلك انهم يحسنون صنعا0
 فقد كثر أولئك وتزيوا بزي أهل العلم فأخذوا في نشر هذه المكذوبات والخرافات التي وجدت عقولاً سقيمة تقبل مثل هذه القصص فكثير من يصدق هذه الموضوعات ويقبلها من الدراويش الذين يصدقون كل ناعق بمثل هذه الأكذوبات وتترك السنة الصحيحة الواضحة الناصعة0

فإلى الله المشتكى ان تصدر مثل هذه القصص ويتلقفها الناس على انها صحيحة مقبولة لانها قليلة ممن يتصدر لوعظ الناس من الوعاظ المشهورين المعاصرين الذين يظهرون على الفضائيات ويصدقهم الناس بكل مايصدر عنهم ويقبلون هذه القصص منهم على انها مسلمات صحيحة وفي الحقيقة هي موضوعات سقيمة.

خلاصہ کلام:

آج کل لوگ اس طرح کے واقعات سنا کر اس طرف مائل کرتے ہیں کہ ایک بار کلمہ پڑھ کر یا استغفار اور توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے پاس امانت رکھو اور اللہ تعالیٰ سے کہو کہ اے اللہ میرا کلمہ اور میری توبہ آپ کے پاس امانت ہے جب مجھے ضرورت ہو تو مجھے لوٹا دینا تو اللہ تعالیٰ موت کے وقت اور حشر میں امانت ایسے لوٹا دیں گے جیسے اس صحابی کا۔

بچہ لوٹا دیا حالانکہ یہ محض جھوٹ من گھڑت اور غلط روش ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 10

قیامت کے روز امت کا حساب

ایک روایت ہمارے ہاں مشہور ہے کہ معراج کی رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ میری امت کا حساب میرے ہاتھ میں دے دینا تاکہ میری امت کے عیوب پر میرے علاوہ کوئی شخص مطلع نہ ہو تو اللہ رب العزت کی طرف سے جواب آیا کہ اے احمد میں اپنے بندوں کا ایسا حساب لوں گا کہ تجھے بھی ان کے گناہوں کی اطلاع نہ ہو سکے گی

یہ ایک طویل روایت کا حصہ ہے جس میں معراج پر آپ علیہ السلام کا جانا اور پھر وہاں جبریل اور اللہ تعالیٰ سے مختلف مکالمات کا ذکر ہے یہ تمام روایت موضوع اور من گھڑت ہے

إلا أني وجدت آخره في حديث موضوع

عن أبي القاسم محمود بن الفرّج بن أبي القاسم المقرئ الكرخي أنبأنا أبو حفص عمر بن أبي بكر المقرئ أنبأنا أبو الصفا تامر بن علي أنبأنا منصور بن محمد بن علي الأصبهاني المذكر أنبأنا محمد ابن أحمد بن إبراهيم القاضي ثنا محمد بن أيوب الرازي ثنا القعسي عن سلمة بن وردان عن ثابت البناني عن أنس: قال قال رسول الله ﷺ: "ليلة أسري بي إلى السماء سألت ربي عز وجل فقلت: إلهي وسيدي! اجعل حساب أمتي على يدي لئلا يطلع على عيوبهم أحد غيري، فإذا النداء من العلي: يا أحمد! إنهم عبادي لا أحب أن أطلعك على عيوبهم، فقلت: إلهي وسيدي ومولائي المذنبون من أمتي؟" فإذا النداء من العلي: يا أحمد! إذا كنت أنا الرحيم وكنت أنت الشفيع فأين المذنبون بيننا! فقلت: حسبي حسبي."

فيه محمد ابن علي المذكر قال في المغني: متهم تالف، قال السيوطي: وأخلق بهذا الحديث أن يكون من وضعه."

وفي رواية أخرى تذكرة الموضوعات للفتني قال :

وفي الذيل " ليلة أسري بي سألت الله عز وجل فقلت إلهي وسيدي اجعل حساب أمتي على يدي لئلا يطلع على عيوبهم أحد غيري فإذا النداء من العلي يا أحمد إنهم عبادي لا أحب أن أطلعك على عيوبهم فقلت إلهي وسيدي ومولاي المذنبون من أمتي فإذا النداء من العلي يا أحمد إذا كنت أنا الرحيم وكنت أنت الشفيع فأين تبين المذنبون فقلت حسبي حسبي " قال فيه محمد بن أيوب كذاب.

روایت پر تبصرہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کبریٰ کا ایک بہت بڑا مقام اور اعزاز عطا فرمایا ہے جس کی برکت سے انشاء اللہ اس امت کے گناہگاروں کی سفارش ہوگی اور امت کو جہنم سے بچا کر جنت میں لیجا ئینگے لیکن اس اعزاز کیلئے یا آپ علیہ السلام کی شفقت کو بتانے کیلئے ایسے من گھڑت واقعات کی چنداں ضرورت نہیں..

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 11

زنا قرض ہے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ زنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے اور اس کی برائی کیلئے یہ بات کافی ہے کہ قرآن مجید نے اس فحش عمل کیلئے .

انه كان فاحشة ومقتا وساء سبيلا فرمایا

کہ یہ عمل بے حیائی اور غلط روش کا مجموعہ ہے اور قرآن نے اس عمل کو روکنے کیلئے اس عمل کے دواعی بد نظری اور بے پردگی تک کو منع فرمایا .

لیکن ہمارے ہاں بہت ساری مشکلات میں سے ایک مشکل یہ ہے کہ شریعت نے جس عمل کیلئے جو حکم یا درجہ مقرر کیا ہوتا ہے ہم اس حکم اور درجے پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ کچھ ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس عمل سے شریعت کا فائدہ ہونے کے بجائے خود شریعت کو نقصان پہنچتا ہے

اسی سلسلے میں ہر عمل کیلئے موضوع اور من گھڑت روایتوں کا سہارا لیکر اس کو عام کیا جاتا ہے یہی سلسلہ زنا کے متعلق روایات کو پوسٹوں کے ذریعے عام کر کے کیا جا رہا ہے۔

زنا کے متعلق کچھ مشہور کردہ باتیں:

جیسا کہ ماقبل میں کہا جا چکا ہے کہ زنا کی شاعت اور خباثت کے بیان کیلئے قرآن مجید کی آیات کریمہ اور بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں لیکن پھر بھی ہمارے ہاں اس بات کو بطور حدیث پیش کیا جاتا ہے

زنا ایک قرض ہے اگر باپ لے گا تو بیٹی کو ادا کرنا پڑیگا

یہ بات سند اور عقلا اور نقل ہر طرح سے درست نہیں۔

ثابت شدہ روایات

اس موضوع پر جو روایت ثابت ہے اسکے الفاظ کچھ یوں ہیں
 عفوا تعف نساؤکم
 کہ تم پاک دامن رہو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔
 اس روایت کے دو طرق سند ضعیف سے ثابت ہو کر حسن لغیرہ کے درجے تک پہنچتے ہیں جبکہ باقی طرق موضوع ہیں۔

وأخرجه أبو نعيم أيضاً في المرجع السابق (285 / 2) من طريق الوليد بن مسلم، ثنا صدقة بن يزيد، ثنا العلاء بن عبد الرحمن، عن أبيه، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: "عفوا تعف نساؤكم."
 دراسة الإسناد:

الحديث صححه الحاكم، وتعقبه الذهبي بقوله: "بل سويد ضعيف."
 قلت: سويد هذا هو ابن إبراهيم الجَحْدَرِي، أبو حاتم الحنَّاط، وهو صدوق، إلا أنه سيء الحفظ، له أغلاط. / الكامل لابن عدي (3 / 1257 1259)، والتقريب (1 / 340 رقم 593)،
 والتهذيب (4 / 270 رقم 467)

وقتادة مدلس من الثالثة - كما تقدم في الحديث (729) -، وقد عنعن هنا.
 وأما الطريق التي رواها أبو نعيم عن سويد، وفيها جعل الراوي عن أبي هريرة هو: الحسن البصري، فإن الراوي للحديث عن سويد هو: عمر بن الخطاب بن زكريا الراسبي، وهو مقبول - كما في التقريب (2 / 54 رقم 414) -، وانظر التهذيب (7 / 438 رقم 722). فلست أدري هل الخطأ منه، أو من سويد؟

وأما الطريق التي رواها أبو نعيم، عن الوليد بن مسلم، ففي سندها شيخ الوليد، وهو صدقة بن يزيد الخراساني، الشامي، ضعفه أحمد، وابن عدي، وأبو حاتم، وعده ابن الجارود، والساجي، والعقيلي في الضعفاء، وقال البخاري: منكر الحديث. ووثقه أبو زرعة الدمشقي، ودحيم، وفي رواية عن أبي حاتم قال عنه: صالح، وقال ابن معين: صالح، وفي رواية: ليس به بأس، وقال يعقوب بن سفيان: حسن الحديث، وتناقض فيه ابن حبان، فقال مرة: لا يجوز

الاشتغال بحديثه، ولا الاحتجاج به، وذكره في الثقات./ الجرح والتعديل (4/ 431 رقم 1893)
- والميزان (2/ 313 رقم 3882) واللسان (3/ 187 - 188 رقم 750)
قلت: ولعل الأرجح من حاله أنه: صدوق يخطئ.
وفي سنده شيخ أبو نعيم محمد بن معمر بن ناصح، أبو مسلم الذهلي، ولم أجد من تكلم عنه
بجرح أو تعديل، وله ترجمة في أخبار أصبهان (2/ 284 - 285)، والعبر (2/ 309)

الحكم على الحديث:

الحديث ضعيف بهذا الإسناد لضعف سويد أبي حاتم من قبل حفظه، ولعنعة قتادة.
والطريق الأخرى التي رواها أبو نعيم عن شيخه محمد بن معمر ضعيفة أيضاً لما تقدم في دراسة
الاسناد، ومنتها مختصر - كما سبق -.

عن الزبير، عن عائشة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "عفوا تعف نساؤكم، وبروا
آباءكم تبركم أبناءكم، ومن اعتذر إلى أخيه المسلم من شيء بلغه عنه، فلم يقبل عذره، لم
يرد عليّ الحوض."

قال الهيثمي في المجمع (8/ 81 و 139): "فيه خالد بن يزيد العمري وهو كذاب."
وأما حديث أنس رضي الله عنه فقال السيوطي في الموضع السابق: قال ابن عساكر في سباعياته: أخبرني
أبو القاسم هبة الله بن عبد الله بن أحمد الواسطي، الشروطي، أنبأ أبو بكر أحمد بن علي
بن ثابت الخطيب، أنبأ أبو سعيد أحمد بن

محمد بن عبد الله الماليني، سمعت أبا بكر المفيد، سمعت الحسن بن عبد الله العبدى، سمعت
أبا هذبة يحدث عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: "بروا آباءكم تبركم أبناءكم، وعفوا تعف
نساؤكم، ومن لم يقبل متنصلاً صادقاً أو كان كاذباً فلا يرد على الحوض."

قلت: والحديث بهذا الإسناد موضوع.

أبو هذبة الراوي للحديث عن أنس اسمه إبراهيم بن هذبة الفارسي، البصري، وهو كذاب
خبث، كذبه ابن معين، وعلي بن ثابت، وأبو حاتم، وقال ابن حبان: دجال من الدجاجلة. اهـ.

من المجروحین (1/ 114 - 115)، واللسان (1/ 119 - 120 رقم 370). وأما حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما فأخرجه ابن عدي في الكامل (1/ 324) من طریق إسحاق بن نجیع المملطی، عن ابن جریج، عن عطاء، عن ابن عباس، أن رسول اللہ ﷺ قال: "عفوا تعف نساؤکم". ومن طریق ابن عدي أخرجه ابن الجوزي في الموضوعات (3/ 106). وهذا أيضاً موضوع بهذا الإسناد في سنده إسحاق بن نجیع المملطی وقد كذبوه. / الكامل (1/ 323 - 325) والتقريب.

اس موضوع کے متعلق من گھڑت روایات

1. ما زنی عبد قط فادمن علی الزنا إلا ابتلی فی اہل بیتہ.
کوئی بندہ اگر زنا کا عادی بنتا ہے تو اس کی سزا کے طور پر اس کے گھر والوں کو اس عمل میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ یہ روایت من گھڑت ہے۔
2. من زنی زنی بہ ولو بحیطان دارہ.
جو شخص زنا کرتا ہے اس کے ساتھ زنا کیا جائیگا اگرچہ اس کے گھر کی دیواروں کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

یہ روایت بھی من گھڑت ہے۔

"ما زنی عبد قط فادمن علی الزنا إلا ابتلی فی اہل بیتہ."

موضوع

رواہ ابن عدي (2 / 15) وأبو نعیم في "أخبار أصبهان" (1 / 278)
عن إسحاق بن نجیح عن ابن جریج عن عطاء عن # ابن عباس # مرفوعاً، و قال ابن عدي:
"وإسحاق بن نجیح بین الأمر فی الضعفاء، و هو ممن یضع الحدیث."
وأورده السيوطي في "ذیل الأحادیث الموضوعة" (ص 149 رقم 728) وقال: "إنه من أباطیل
إسحاق بن نجیح". و مما یؤید بطلان هذا الحدیث أنه یؤكد وقوع الزنا
فی أهل الزانی، و هذا باطل یتنافی مع الأصل المقرر فی القرآن (و أن لیس للإنسان إلا ما سعی).
نعم إن كان الرجل یجهر بالزنا و یفعله فی بیتہ فربما سرى ذلك إلى أهله و العیاذ باللہ تعالیٰ و
لكن لیس ذلك بحتم كما أفاده هذا الحدیث، فهو باطل، و مثله: "من زنی زنی بہ و لو بحیطان
دارہ."

وقال الألباني في "السلسلة الضعيفة و الموضوعة" (2 / 155)

"من زنى زني به ولو بحيطان داره."

موضوع

رواه ابن النجار بسنده عن القاسم بن إبراهيم الملقب: أنبأنا المبارك بن عبد الله المختط:
حدثنا مالك عن الزهري عن # أنس # مرفوعا، قال ابن النجار: "فيه من لا يوثق به". قلت: و
هو القاسم الملقب كذاب. كذا في

"ذيل الأحاديث الموضوعة" للسيوطي (ص 134) و"تنزيه الشريعة" لابن عراق (316 / 1).

قلت: و مع ذلك فقد أورده السيوطي في "الجامع الصغير" من رواية

ابن النجار هذا !! وخفي أمره على المناوي فلم يتعقبه بشيء!

عبدالرحمن الفقيه

وأما ما روي عن النبي ﷺ أنه قال: "من زنى زني به ولو بحيطان داره" فهو حديث موضوع كما

حكم عليه السيوطي وابن عراق والألباني في السلسلة الضعيفة (155/2)

وعليه فلا وجه للاعتراض بما ذكر . على أن الحديث لو صح فيمكن حمله على معنى صحيح

وهو: أن الرجل الذي يقع في الزنا ويصر عليه يكون من أهل الفسق والفساد، فيسري هذا

الفساد إلى أهله، لأن المخالطة تؤثر ، وإذا كان رب البيت مضيعا لنفسه فمن باب أولى أن

يضيع أهله، ولا يربهم على ما يصلح دينهم، فلا يبعد عند ذلك وقوعهم فيما يقع فيه من

المعاصي لضعف إيمانهم. وفي الواقع قصص كثيرة تدل على حدوث مثل هذا، وهو من

العقوبات الدنيوية العاجلة التي يعاقب الله بها أمثال هؤلاء الذين يهتكون عورات المسلمين،

فيهتك الله عوراتهم جزاء وفاقا، والله سبحانه يفعل ما يشاء على وفق الحكمة البالغة،

والعدل التام، لا يظلم أحدا، ولا يُسأل عما يفعل وهو الحكيم العليم.

خلاصہ کلام

اللہ رب العزت ظالم ذات نہیں اور نہ کسی ایک شخص کے گناہوں کی سزا دوسروں کو دینگے، البتہ علمائے امت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کھلم کھلا زنا کرے اور اپنے اس فسق اور گناہ پر اصرار کرتا رہے تو یقیناً اس کے گھر والے جو اس کو یہ عمل کرتے دیکھ رہے ہوں گے ان کے دلوں سے بھی اس گناہ کی برائی ختم ہوگی اور وہ بھی اس عمل میں مبتلا ہو جائینگے لیکن

اگر کوئی کسی غلطی کو کرنے کے بعد توبہ کر لے اور اپنے عمل پر پچھتاوا ہو تو انشاء اللہ اس کی مغفرت اور رحمت بہت وسیع ہے اور اللہ رب العزت کی ذات جس عمل کو خود ناپسند کرتی ہے اس عمل میں اپنے بندوں کو کس طرح سزا کے طور پر مبتلا کر سکتی ہے، اللہ رب العزت ہمارے ایمان اور عزتوں کی حفاظت فرمائے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 12

خاتمہ بالخیر کا عجیب نسخہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ خاتمہ بالایمان کا کامیاب نسخہ بتلائیے۔ انہوں نے فرمایا مرقی الفلاح جو فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہے اس میں ایک حدیث ہے:

قال ﷺ: من صلى ركعتي الفجر (اي سنته) في بيته يوسع له في رزقه و يقل المنازع بينه وبين اهله و يختم له بالايمان.
(مراقی الفلاح شرح نور الايضاح: ص/111)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص فجر کی دو رکعت سنت اپنے گھر میں پڑھے تو اس کے رزق میں وسعت کر دی جائے گی، اور اسکے اور اسکے گھر والوں میں جھگڑے کم ہو جائیں گے اور اس کا خاتمہ ایمان پر خاتمہ ہوگا۔
حوالہ از رسالہ سہ ماہی حکیم الامت
صفحہ نمبر 11"

روایت کا درجہ و حکم

واضح رہے کہ مرقی الفلاح فقہ کی کتاب ہے لہذا کسی بھی فقہ کی کتاب میں روایت کا موجود ہونا بطور حوالہ کافی نہیں ہوتا بلکہ اس روایت کا کسی مستند حدیث کی کتاب میں ہونا ضروری ہے۔
یہ روایت احادیث کی کسی مستند کتاب میں موجود نہیں۔

البتة علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی کتاب الأجوبة المرضية میں نقل کیا ہے۔

"من صلى سنة الفجر في بيته يوسع له في رزقه وتقل المنازعة بينه وبين أهله ويختم له بالإيمان."

المحدث: السخاوي

المصدر: الأجوبة المرضية

الصفحة أو الرقم: 916/3

خلاصة حكم المحدث: لا أصل له.

خلاصہ کلام

یہ روایت سرے سے موجود ہی نہیں لہذا اس روایت کا بیان کرنا یا پھیلا نا بھی درست نہیں۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 13

موت کے وقت کی سختی دور کرنے کا نسخہ

روایت ہے کہ جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ

کیا میری امت کو موت کی تکلیف برداشت کرنی پڑیگی

تو فرشتے نے عرض کیا جی ہاں

تو آپ علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

آپ کی اس حالت کو دیکھ کر اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے محمد اگر آپ کی امت ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھیگی تو اس کا ایک پاؤں دنیا میں اور ایک پاؤں جنت میں ہوگا

روایت پر تبصرہ:

ہمارے علم کے مطابق اس مضمون کی روایت کتب احادیث میں کہیں بھی موجود نہیں چاہے صحاح ہوں یا ضعیف روایات یا موضوعات کی کتابیں

البتہ اس مضمون کو کچھ روایات کو جوڑ کر بنانے کی کوشش کی گئی ہے

روایت نمبر 1:

نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کی فضیلت۔

اس مضمون کی روایات کو امام نسائی امام طبرانی اور ابن السنی نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے

کہ جو شخص فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا تو جنت کے دخول سے صرف موت مانع ہے یعنی مرتے ہی جنت اس کی سند کو حسن قرار دیا گیا ہے

قال الإمام النسائي رحمه الله في "السنن الكبرى" (9848)

أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ بِشْرِ ، بِطَرَسُوسَ ، كَتَبْنَا عَنْهُ قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَمِيرٍ
قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
(مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ) .
وهكذا رواه الطبراني في "الكبير" (7532) ، والرويان في "مسنده" (1268) ، وابن
السني في "عمل اليوم والليلة" (124) من طريق محمد بن حمير به.
وهذا إسناد جيد:

-محمد بن زياد ؛ قال أحمد وأبو داود والترمذي والنسائي : ثقة ، وقال ابن معين : ثقة
مأمون ، وكذا قال محمد بن عثمان عن ابن المديني ، وقال أبو حاتم : لا بأس به.
ينظر: "تهذيب التهذيب" (170/9).

روایت نمبر 2:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات کے وقت موت کی سختی کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اے اللہ
میری امت کی موت کی سختی آسان کر دے اور ان کی مشقت مجھے دیدے

روایت کا حکم

یہ روایت من گھڑت اور جھوٹی ہے

يوم وفاة نبينا محمد عليه الصلاة والسلام، عندما رأى أَلَمَ الموت
تعرفون ماذا قال

قال: اللهم ثَقِّلْ في سكراتي، وخَفِّفْ في سكرات أمتي [!].
أقول : وهذا الخبر لم أقف له على أصل ولا وجود له في الكتب ولا إسناد.
ولم أجد من عزاه لمصدر أبداً.

ورأيت عدداً من الباحثين في الشبكة لم يقفوا له على أصل
فهذا الخبر كذب موضوع على رسول الله ﷺ بلا شك
لا يجوز نشره بين الناس إلا لبيان أنه مكذوب موضوع.

لہذا اب یہی کہا جائیگا کہ اس وقت میسجز کے ذریعے جس روایت کو عام کیا جارہا ہے یہ روایت ناقابل اعتبار اور ناقابل بیان ہے لہذا اس طرح کی جھوٹی چیزیں پھیلانے سے اجتناب لازم ہے۔

واللہ اعلم

کتبہ عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 14

گائے کے گوشت کا حکم

ایک حکیم صاحب کا بیان نظر سے گزرا جس میں انہوں نے دودھ دے کر دے۔

1 گائے کا گوشت مضر صحت ہے 2 گائے کا گوشت صحابہ کے دور میں نہیں کھایا گیا

اس دعوے کو اگر تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات شریعت کی دونوں بنیادوں قرآن اور حدیث کے خلاف نظر آتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے حلال جانوروں میں سے گائے کو بھی ذکر فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی ایسا ہر گز ممکن نہیں کہ جس چیز میں ضرر ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو حلال قرار دے یا آپ علیہ السلام اس کو قربانی میں پیش کرے

قد أحل الله لعباده لحم البقر وامتن به عليهم فمن المحال أن يمتن الله على عباده بما هو داء وضرر عليهم قال تعالى { ومن الإبل اثنين ومن البقر اثنين } وفي الصحيحين عن عائشة رضي الله عنها ((أن النبي ﷺ ضحى عن نسائه بالبقر))

اور جہاں اللہ تعالیٰ نے دودھ کو بطور نعمت ذکر فرمایا وہی پر گوشت کے کھانے کو انعام کے طور پر ذکر فرمایا

التحقيق الذي لا محيص عنه ، أن لحومها كألبنائها وسمانها كلها شفاء ودواء ، كما قال تعالى ((وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ)) .

لہذا یہ دعویٰ کہ صحابہ نہیں کھاتے تھے یا یہ مضر ہے قرآن کی رو سے یہ دعویٰ صحیح نہیں .

روایات کی تحقیق:

گائے کے گوشت کے متعلق دو روایات مختلف طرق سے وارد ہے

11اول: بلفظ ((عَلَيْكُمْ بِالْبَّانِ الْبَقَرِ ، فَإِنَّهَا تَرْمُ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ ، وَهُوَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ))

اس روایت میں گائے کا دودھ پینے کا حکم ہے کہ یہ ہر درخت سے چرتی ہے لہذا اس میں شفا ہے اور

12الثانی: بلفظ ((عَلَيْكُمْ بِالْبَّانِ الْبَقَرِ وَسُمْنَانِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُومَهَا، فَإِنَّ الْبَّانِهَا

وَسُمْنَانِهَا دَوَاءٌ وَشِفَاءٌ ، وَلُحُومَهَا دَاءٌ)).

اس روایت میں گائے کا دودھ اور مکھن کھانے کا حکم ہے اور گوشت کو بیماری فرمایا گیا

روایات کی تحقیق اور حکم:

پہلی روایت صحیح الاسناد والمتن ہے کہ سند بھی درست اور متن بھی قرآن کے حکم کے موافق ہے

قال النسائی ((السنن الكبرى)) (6863/193/4) : أخبرنا عبيد الله بن فضالة نا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ سُفْيَانَ يَعْنِي الثَّوْرِيَّ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً ، فَعَلَيْكُمْ بِالْبَّانِ الْبَقَرِ ، فَإِنَّهَا تَرْمُ مِنْ الشَّجَرِ كُلِّهِ)) .

وأخرجه كذلك البزار (1450) عن سلمة بن شبيب ، والطحاوي ((شرح المعاني)) (326/4) عن أبي بشر الرقي ، وابن حبان (6075) عن حميد بن زنجويه ، وابن عساكر ((تاريخ دمشق)) عن الفضل بن يعقوب ، أربعتهم عن محمد بن يوسف الفريابي عن الثوري به . قلت : وهذا إسناد صحيح على رسم البخاري

محدثین کرام نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں صرف دودھ پینے کا تذکرہ ہے

دوسری روایت جس میں گائے کا گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے

اس روایت کو متقدمین میں سے امام حاکم اور متاخرین میں سے البانی نے صحیح قرار دیا ہے

لیکن یہ روایت سند اور متنادونوں طرح صحیح نہیں

سند اتواسلئے کہ حاکم کا صحت میں تساہل معروف ہے جب کہ اس سند میں انتہائی ضعیف راوی ہے

((عَلَيْكُمْ بِالْبَّانِ الْبَقَرِ وَسُمْنَانِهَا ، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُومَهَا ، فَإِنَّ أَلْبَانَهَا وَسُمْنَانَهَا دَوَاءٌ وَشِفَاءٌ ، وَلُحُومَهَا دَاءٌ)).

وقال أبو عبد الله الحاكم : ((هذا حديث صحيح الإسناد ، ولم يخرجاه)) .

قلت : بل منكر الإسناد والمتن ، وله آفات :

[الأولى] سَيْفُ بْنُ مَسْكِينٍ السُّلَمِيُّ الْبَصْرِيُّ. قال ابن حبان ((المجروحين)) (3477/1) : يأتي بالمقلوبات والأشياء الموضوعات ، لا يحل الاحتجاج به لمخالفته الأثبات في الروايات على قلتها . وقال الدارقطني : ليس بالقوي .

[الثانية] المخالفة على إسناده ومتنه . فقد رواه الأثبات من أصحاب المسعودي عن قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((عَلَيْكُمْ بِالْبَّانِ الْبَقَرِ ، فَإِنَّهَا تَرْمُ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ)) ، وفيه الاختصار على ذكر الألبان .

[الثالثة] النكارة في متنه ، وهي أبين شيء وأوضحه في قوله ((وَإِيَّاكُمْ وَلُحُومَهَا ، فَإِنَّ لُحُومَهَا دَاءٌ)) ، إذ الوصف بكونها داء ، في مقابل وصف الألبان والسمنان بأنها شفاء ، فيه تنفير شديد عن جميع وجوه الانتفاع بلحوم البقر ، وليس مقتصرًا على النهي عن أكلها فقط . والعجب في ذا الوصف ؛ أنه مناف للحكمة من خلقها لمن عقل قول الله عز وجل ((وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ))

اور متن کے اعتبار سے اس روایت میں نکارت ہے کہ اللہ رب العزت نے جس چیز کو انعام واکرام فرمایا اس کا آدھا

حصہ نافع اور آدھا نقصان دہ ہو ایسا ممکن نہیں

علامہ ابن جوزی نے اس متعلق بہت اعلیٰ بات فرمائی

وقد أجاد ابن الجوزي في قوله: (فكل حديث رأيت يخالف المعقول أو يناقض الأصول

فاعلم أنه موضوع فلا تتكلف اعتباره)

کہ ہر وہ روایت جو اصول یا عقول کے خلاف ہو تو اس کو موضوع روایت ہی شمار کیا جائے

البانی کی تصحیح:

اس متعلق جامع کلام وہ ہے شیخ ابن العثیمین نے فرمایا ہے جب ان سے اس روایت اور شیخ البانی کی تصحیح کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا غلطی سے مبرا اور معصوم صرف اللہ کا نبی ہے باقی ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے اور یہ شیخ کی بڑی غلطیوں میں سے ایک ہے

فالحديث المخالف للقرآن يجب رده. ولهذا نقول: من صححه من المتأخرين وإن كان على جانب كبير من علم الحديث فهذا غلط، يعتبر تصحيحه غلطاً، والإنسان يجب ألا ينظر إلى مجرد السند بل عليه أن ينظر إلى السند والمتن، ولهذا قال العلماء في شرط الصحيح والحسن: يشترط ألا يكون معللاً ولا شاذاً. لكن إذا تأملت أخطاء العلماء رحمهم الله ووفق الأحياء منهم علمت بأنه لا معصوم إلا الرسول عليه الصلاة والسلام، كل إنسان معرض للخطأ؛ إما أن يكون خطأ يسيراً أو خطأ فادحاً، أنا أرى أن هذا من الخطأ الفادح، أن يقول: إن لحمها داء ولبنها شفاء أو دواء. كيف؟ سبحان الله!! احكم على هذا الحديث بالضعف ولا تبالي. ابن عثيمين رحمه الله

خلاصہ کلام:

گائے کے گوشت میں کوئی نقصان نہیں البتہ اگر کسی کے مزاج پر خشکی کا غلبہ ہو یا اس علاقے کی آب و ہوا خشک ہو تو پرہیز کر لیا جائے ورنہ پاک ہے حلال کہانا جائز ہے۔

وللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

زيادت:

بسم الله ، والحمد لله ، والصلاة والسلام على رسول الله ، وبعد :
 فحديث :«لحم البقر داء » ، من المراسيل الضعاف ، وصحح الشيخ الألباني بعض طرقه ،
 وظاهر القرآن يخالف ما جاء في النهي عن لحوم البقر ، فإن أكل لحم البقر والأنعام من
 الأمور التي امتن الله تعالى بها على عباده ، فكيف تجيء السنة بالتحريم ؟ !
 يقول الشيخ محمد الغزالي - رحمه الله بتصرف يسير :
 صدر تصحيح من الشيخ الألباني لحديث «لحم البقر داء» والحديث لم يصححه جمهور
 المحدثين .

فإن الله تعالى في موضعين من كتابه أباح لحم البقر وامتن به على الناس فكيف يكون داء؟ .
 في سورة الأنعام يقول «ومن الأنعام حمولة وفرشا كلوا مما رزقكم الله ولا تتبعوا خطوات
 الشيطان إنه لكم عدو مبين» ثم يفصل ما أباح أكله فيقول: «ثمانية أزواج من الضأن اثنين
 ومن المعز اثنين» ثم يقول: «ومن الإبل اثنين ومن البقر اثنين...» فأين موضع الداء في هذه
 اللحوم المباحة على سواء؟ .

وفي سورة الحج يقول «والبدن جعلناها لكم من شعائر الله، لكم فيها خير، فاذكروا اسم
 الله عليها صواف، فإذا وجبت جنوبها فكلوا منها وأطعموا القانع والمعتر، كذلك سخرناها
 لكم لعلكم تشكرون.»

والبدن هي الإبل والبقر والجاموس! فأين الداء فيها؟ .

ويقول الشيخ سليمان بن ناصر العلوان من علماء المملكة العربية السعودية :

هذا الخبر جاء بأسانيد منكورة عند الطبراني في المعجم الكبير والحاكم في المستدرک
 ورواه أبو داود في المراسيل من طريق زهير بن معاوية حدثني امرأة من أهلي عن مليكة بنت
 عمرو عن النبي ﷺ .

وهذا مرسل ضعيف .

ولم يثبت في النهي عن لحم البقر شيء .

وقد أحل الله لعباده لحم البقر وامتن به عليهم فمن المحال أن يمتن الله على عباده بما هو داء وضرر عليهم قال تعالى { ومن الإبل اثنين ومن البقر اثنين } .
وفي الصحيحين عن عائشة رضي الله عنها أن النبي ﷺ ضحى عن نسائه بالبقر)) .
ولو كان لحمها داء لما جاز التقرب به لله فالذي يجب القطع به أن هذا الأثر باطل وليس لتصحيحه وجه معتبر وقد أجاد ابن الجوزي في قوله (فكل حديث رأيت يخالف المعقول أو يناقض الأصول فاعلم أنه موضوع فلا تتكلف اعتباره) .

والله أعلم

كتبه: عبد الباقي اخونزاده

تنبیہات سلسلہ نمبر 15

دیہاتی کے سوالات

ایک روایت بہت مشہور ہے جس میں ایک دیہاتی کے سوالات اور آپ علیہ السلام کے جوابات کا تذکرہ ہے، اس روایت میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کو مجتمع کیا گیا ہے۔

روایت کا متن:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ سے ایسی بات پوچھنا چاہتا ہوں جو مجھے دنیا اور آخرت میں مستغنی بنادے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاہو پوچھو۔

دیہاتی اور آپ علیہ السلام کے درمیان مکالمہ

1. دیہاتی: میں سب سے زیادہ علم والا بننا چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: تقویٰ اختیار کرو عالم بن جاؤ گے۔
2. دیہاتی: سب سے زیادہ امیر / غنی بننا چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: قناعت اختیار کرو امیر ہو جاؤ گے۔
3. دیہاتی: سب سے زیادہ عادل بننا چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: جسے اپنے لئے اچھا سمجھتے ہو وہی دوسروں کیلئے پسند کرو۔
4. دیہاتی: اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: لوگوں کو نفع پہنچاؤ، اچھے آدمی بن جاؤ گے۔
5. دیہاتی: اللہ کے دربار میں خاص خصوصیت کا درجہ چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

6. دیہاتی: احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: اللہ کی ایسی بندگی کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو یا جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔
7. دیہاتی: اللہ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: فرائض کا اہتمام کرو۔
8. دیہاتی: قیامت کے روز گناہوں سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: جنابت کے بعد فوراً غسل کیا کرو۔
9. دیہاتی: قیامت کے دن نور میں اٹھنا چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: ظلم کرنا چھوڑ دو۔
10. دیہاتی: یہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے۔
آپ علیہ السلام: اللہ کے بندوں پر رحم کرو۔
11. دیہاتی: گناہوں میں کمی چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: کثرت سے استغفار کیا کرو۔
12. دیہاتی: سب سے زیادہ عزت والا بننا چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا نا بند کر دو۔
13. دیہاتی: سب سے زیادہ طاقتور بننا چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: اللہ پر توکل کرو۔
14. دیہاتی: رزق کی کشادگی چاہتا ہوں۔
آپ علیہ السلام: ہمیشہ با وضو رہو۔
15. دیہاتی: یہ چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کا محبوب بن جاؤں۔
آپ علیہ السلام: جو اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہو اسے اپنا محبوب بنا لو۔

16. دیہاتی: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے غصے سے بچنا چاہتا ہوں۔

آپ علیہ السلام: لوگوں پر غصہ کرنا چھوڑ دو۔

17. دیہاتی: دعاؤں کی قبولیت چاہتا ہوں۔

آپ علیہ السلام: حرام نہ کھاؤ۔

18. دیہاتی: یہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ میری پردہ پوشی فرمائیں۔

آپ علیہ السلام: لوگوں کی پردہ پوشی کرو۔

19. دیہاتی: کیا چیز گناہوں سے معافی دلائے گی؟

آپ علیہ السلام: آنسو، عاجزی، بیماری۔

20. دیہاتی: سب سے بڑی اچھائی کیا ہے؟

آپ علیہ السلام: اچھے اخلاق، تواضع اور صبر۔

21. دیہاتی: سب سے بڑی برائی کیا ہے؟

آپ علیہ السلام: بد اخلاقی اور بخل۔

22. دیہاتی: اللہ کے غصے کو کیا چیز ٹھنڈا کرتی ہے؟

آپ علیہ السلام: چپکے چپکے صدقہ اور صلہ رحمی۔

23. دیہاتی: کیا چیز دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرے گی؟

آپ علیہ السلام: دنیا کی مصیبتوں پر صبر۔

روایت کا حکم:

یہ روایت حدیث کی کسی مستند کتاب میں موجود نہیں، حدیث کا انسائیکلو پیڈیا کہلائی جانے والی کتاب کنز العمال میں یہ روایت بغیر سند اور حوالے کے نقل کی گئی ہے جو اس روایت کے موضوع اور من گھڑت ہونے کیلئے کافی ہے۔

عن خالد بن الوليد رضي الله عنه قال: جاء أعرابي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! جئت أسألك عما يغنيني في الدنيا والآخرة.

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سل عما بدا لك.

فقال: أريد أن أكون أعلم الناس.

فقال صلى الله عليه وسلم: اتق الله تكن أعلم الناس.

فقال: أريد أن أكون أغني الناس.

فقال صلى الله عليه وسلم: كن قانعاً تكن أغني الناس.

قال: أحب أن أكون أعدل الناس.

فقال صلى الله عليه وسلم: أحب للناس ما تحب لنفسك تكن أعدل الناس.

قال: أحب أن أكون خير الناس.

فقال صلى الله عليه وسلم: كن نافعاً للناس تكن خير الناس.

قال: أحب أن أكون أخص الناس إلى الله.

فقال صلى الله عليه وسلم: أكثر من ذكر الله تكن أخص الناس إلى الله.

قال: أحب أن أكون من المحسنين.

فقال صلى الله عليه وسلم: أعبد الله كأنك تراه وإن لم تكن تراه فإنه يراك.

قال: أحب أن أكون من المطيعين.

فقال صلى الله عليه وسلم: أد فرائض الله تكون من المطيعين.

قال: أحب أن ألقى الله نقياً من الذنوب.

فقال صلى الله عليه وسلم: اغتسل من الجنابة متطهراً تلقى الله نقياً من الذنوب.

قال: أحب أن أحشر يوم القيامة في النور.

فقال صلى الله عليه وسلم: لا تظلم أحدا تحشر يوم القيامة في النور.

قال: أحب أن يرحمني ربي يوم القيامة.

فقال صلى الله عليه وسلم: ارحم نفسك ورحم عباده يرحمك ربك يوم القيامة.

قال: أحب أن تقل ذنوبي.

فقال صلى الله عليه وسلم: أكثر من الاستغفار تقل ذنوبك.

مختصرا

محدثين كالكلام:

اما بعد:

فقد أصبت أجرا واحدا يرحمك الله، فهذا الحديث لا يوجد في مسند الإمام أحمد رحمه الله، ولا يوجد في شيء من كتب السنة المعروفة المشهورة بين أهل السنة، ولكنه يوجد في كتاب كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال للمتقي الهندي، برقم 44/47 ج 16 ص 53-54. ولكنه غير معزو إلى كتاب من كتب السنة وليس له إسناد؛ بل جاء بهذا اللفظ: قال الشيخ جلال الدين السيوطي رحمه الله تعالى: وجدت بخط الشيخ شمس الدين بن القماح في مجموع له عن أبي العباس المستغفري قال: قصدت مصر أريد طلب العلم من الإمام أبي حامد المصري، والتمست منه حديث خالد بن الوليد، فأمرني بصوم سنة، ثم عاودته في ذلك فأخبرني بإسناده عن مشايخه إلى خالد بن الوليد، قال: جاء رجل إلى النبي ﷺ، فقال: إني سائلك عما يغنيني في الدنيا والآخرة، فقال: سل عما بدا لك، قال: يا نبي الله أحب أن أكون أعلم الناس، قال: اتق الله تكن أعلم الناس... وساق الحديث بطوله ولم يذكر من خرجه ولا من أسنده، ولا من حكم عليه من العلماء.

هذا وليس للحديث إسناد يمكن من خلاله الحكم عليه، ولم نجد من حكم عليه من العلماء، والذي يظهر أنه حديث مكذوب على النبي ﷺ، ولو كان له أصل لورد في كتب السنة، ومن علامات كذب الحديث عدم وجود الإسناد كما هو مشهور عند العلماء.

ولهذا فأنا أحذر الإخوة الكرام -كتنبيه فقط- من اعتقاد أن هذا الحديث من كلام رسول الله ﷺ، وأحذرهم من نشره بين الناس، وخاصة أن هذا الحديث ملأ المنتديات وهفا به أصحاب الأقلام السائلة، والأيدي الطائشة، والواجب على المسلم ألا ينشر حديثاً حتى يعلم من أهل الاختصاص الحكم فيه، هل ثبتت نسبته إلى النبي ﷺ، وإلا شمله وعيده ﷺ، على الكذب عليه.

شیخ ابن باز کا کلام:

جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إني سائلُك عما يغنيني في الدنيا والآخرة فقال له: سلْ عما بدا لك، قال: يا نبي الله أحبُّ..... الخ

- الراوي: خالد بن الوليد

- المحدث: ابن باز

- المصدر: مجموع فتاوى ابن باز

- الصفحة أو الرقم: 330/26

- خلاصة حكم المحدث: موضوع ورواته مجاهيل وكأن واضعه جمع متنه من الأحاديث الصحيحة ومن بعض كلام أهل العلم وبعض ألفاظه منكراً لا توافق الأدلة الشرعية.

خلاصہ کلام

یہ روایت ثابت نہیں بلکہ من گھڑت ہے، اس روایت کو بہت ساری روایات کے الفاظ اور اہل علم کے اقوال سے جوڑ کر بنایا گیا ہے لہذا بطور حدیث اس کا بیان کرنا یا اسکو شائع کرنا ہرگز درست نہیں۔

واللہ اعلم.

کتبہ: عبد الباقی انونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 16

جبرائیل علیہ السلام کی چالیس ہزار سال عبادت

جبرائیل نے عرض کی.... یا اللہ میں آپ کی عبادت کرنا چاہتا ہوں، اللہ پاک نے فرمایا کرلو، انہوں نے دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور اس اہتمام کے ساتھ نماز ادا کی کہ 40,000 سال کے بعد سلام پھیرا، اللہ پاک نے فرمایا، تم نے بہت اچھی نماز پڑھی ہے لیکن ایک امت آنے والی ہے، جس کی فجر کی دو سنتیں تیری اس دو رکعتوں سے بڑھ جائیگی۔

روي عن النبي ﷺ أنه قال: " لما خلق الله تعالى جبرائيل عليه السلام على أحسن صورة وجعل له ستمائة جناح، طول كل جناح ما بين المشرق والمغرب نظر إلى نفسه فقال - أي: جبريل -: إلهي هل خلقت أحسن صورة مني؟ فقال الله تعالى: لا، فقام جبرائيل وصلى ركعتين شكراً لله تعالى، فقام في كل ركعة عشرين ألف سنة، فلما فرغ من الصلاة قال الله تعالى: يا جبرائيل، عبدتني حق عبادتي ولا يعبدني أحد مثل عبادتك لكن يجيء في آخر الزمان نبي كريم حبيب إليّ يقال له: محمد، وله أمة ضعيفة مذنبه يصلون ركعتين مع سهو ونقصان في ساعة يسيرة وأفكار كثيرة وذنوب كبيرة، فوعزتي وجلالي إن صلاتهم أحب إليّ من صلاتك..... هذا الحديث لا أصل له، بل هي من الأحاديث المكذوبة على رسول الله ﷺ.

خلاصہ کلام:

یہ روایت کتب احادیث میں کہیں پر موجود نہیں بلکہ یہ من گھڑت اور موضوع روایت ہے اس کا پھیلانا یا عام کرنا جائز نہیں۔
واللہ اعلم

کتبہ عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 17

یوسف علیہ السلام اور زلیخا کی شادی

قرآن حکیم نے سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا ہے وہیں پر "امرأة العزيز" کا ذکر بھی ملتا ہے لیکن یہ خاتون کون تھی، اس کا نام کیا تھا اور اس کا یوسف علیہ السلام سے جو رشتہ ذکر کیا جاتا ہے اس کے متعلق قرآن وحدیث میں کیا ملتا ہے؟

زلیخا کا نام

"زلیخا" عزیز مصر تو طیفار یا پوٹیفار کی زوجہ کا نام ہے جو مصر کی ساکنہ تھی اور روایات کے مطابق بے اولاد تھی اس لئے کہ شوہر نامرد تھا، اور مصر کے ملک میں چونکہ اس وقت بت پرستی کا دور دورہ تھا یہ بھی بت پرست تھی۔ بائبل میں اس شخص کا نام فوطیقار لکھا ہے جس نے یوسف کو خریدا تھا۔ قرآن مجید نے آگے چل کر عزیز کے لقب سے اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ شاہی خزانے کا یا باڈی گارڈوں کا افسر تھا۔ تلمود میں اس کی بیوی کا نام زلیخا لکھا ہے۔ (زلیخا یا راعیل)۔ عزیز مصر کی بیوی کا نام راعیل تھا، کوئی کہتا ہے زلیخا تھا۔ یہ راعیل کی بیٹی تھیں۔

ماخوذ از

1. "تفسیر عثمانی" مفسر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ۔

2. "تفسیر ابن کثیر" حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر۔

گویا قرآن وحدیث میں اس کے نام کے متعلق کوئی واضح بات موجود نہیں بلکہ اسرائیلی روایات کی بنیاد پر اس کا نام راعیل اور لقب زلیخا بیان کیا جاتا ہے۔

یوسف علیہ السلام سے شادی:

جس طرح قرآن و حدیث ان کے نام کے بارے میں خاموش ہیں اسی طرح ان کی شادی سے متعلق بھی خاموش ہیں، البتہ تفاسیر اور تاریخ کی کتابوں نے اسرائیلیات سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ وزیر خزانہ بننے کے بعد یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے شادی ہوئی تھی۔

حوالہ جات

لم یرد فی القرآن الکریم، ولا فی السنۃ النبویۃ، ما یتثبت أو ینفی زواج یوسف علیہ السلام من امرأۃ العزیز، والتي قیل إن اسمها "راعیل"، وقال بعضهم: اسمها "زلیخا"، ولكن استظهر الحافظ ابن کثیر أن "زلیخا" لقبها .

وورد فی زواج یوسف علیہ السلام من "راعیل" خبرٌ عن إمام السیر والتاریخ محمد بن إسحاق رحمہ اللہ حیث یقول:

"لما قال یوسف للملک: {اجعلنی علی خزائن الأرض إني حفیظ علیم} قال الملک: قد فعلت! فولاه فیما یذکرون عمل إطفیر، وعزل إطفیر عما کان علیہ، یقول اللہ: {وکذلك مکنا لیوسف فی الأرض یتبوا منها حیث یشاء} الآية.

قال: فذکر لی - واللہ أعلم - أن إطفیر هَلَک فی تلك اللیالی، وأن الملک الریان بن الولید، زوّج یوسف امرأۃ إطفیر "راعیل"، وأنها حین دخلت علیہ قال: ألیس هذا خیرًا مما کنت تریدین؟ قال: فیزعمون أنها قالت: أئیها الصدیق، لا تلمنی، فإنی کنت امرأۃ کما ترى حسنًا وجمالاً، ناعمۃً فی ملک ودنیا، وکان صاحبی لا یأتی النساء، وکنت کما جعلک اللہ فی حسنک وهیئتک، فغلبتني نفسي علی ما رأیت .

فیزعمون أنه وجدھا عذراء، فأصابها، فولدت له رجلین: أفرائیم بن یوسف، ومیشا بن یوسف، وولد لأفرائیم نون، والد یوشع بن نون، ورحمة امرأۃ ایوب علیہ السلام" انتهى.

رواه ابن أبی حاتم فی "التفسیر"

(7/2161)، والطبری فی "جامع البیان" (151/16)

وورد نحوه عن زيد بن أسلم التابعي الجليل، وعن وهب بن منبه المعروف بالرواية عن الإسرائيليات .

نقل ذلك السيوطي في "الدر المنثور"
(4/553).

وقال ابن القيم رحمه الله:

"الباب السابع والعشرون فيمن ترك محبوبه حراماً فبذل له حلالاً أو أعاضه الله خيراً منه: عنوان هذا الباب وقاعدته أَنَّ مَنْ ترك لله شيئاً عوضه الله خيراً منه، كما ترك يوسف الصديق عليه السلام امرأة العزيز لله، واختار السجن على الفاحشة، فعوضه الله أن مكَّنه في الأرض يتبوا منها حيث يشاء، وأتته المرأة صاغرة سائلة راغبة في الوصل الحلال، فتزوجها فلما دخل بها قال: هذا خير مما كنت تريد.

فتأمل كيف جزاه الله سبحانه وتعالى على ضيق السجن، أن مكَّنه في الأرض ينزل منها حيث يشاء، وأذل له العزيز امرأته، وأقرت المرأة والنسوة ببراءته، وهذه سنته تعالى في عباده قديماً وحديثاً إلى يوم القيامة". انتهى من "روضة المحبين"

(ص/445)

وهذا لا يعني القطع بثبوت هذه القصة، بل الظاهر أنها مأخوذة عن أهل الكتاب، وقد أمرنا بعدم تصديقهم وعدم تكذيبهم أيضاً، قال النبي ﷺ: "لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَالْهَنَا وَالْهَكْمُ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ" رواه البخاري (4485) وصححه

ذكره السمرقندي في تفسيره بصيغة التضعيف، فقال: ورُوي في الخبر أن زوج زليخا مات، وبقيت امرأته زليخا، فجلست يوماً على الطريق، فَمَرَّ عليها يوسف في حَشَمِهِ، فقالت زليخا: الحمد لله الذي جعل العبد مَلِكاً بِطَاعَتِهِ، وجعل الملك مملوكاً بمعصيته، وتزوجها يوسف فوجدها عذراء، وأخبرت أن زوجها كان عَيْنِيْنَا لم يَصِلْ إليها... ولا أظنه صحيحاً.

وهذا مما لا ينفع علمه، ولا يضر الجهل به..

خلاصہ کلام:

زلیخا کا نام یا ان کی حضرت یوسف علیہ السلام سے شادی کے متعلق کوئی بات قرآن یا حدیث سے ثابت نہیں، البتہ اسرائیلیات سے کچھ باتوں کا ثبوت ملتا ہے لیکن وہ باتیں صرف اس حد تک ہیں کہ نہ ان کو سچا کہا جاسکتا ہے اور نہ جھوٹا۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبيهات سلسلہ نمبر 18

خدیجہ میر البستر لپیٹ دو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوئی اور آپ کو دعوت کا حکم دیا گیا تو ایک بار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حسب معمول آپ علیہ السلام کے سونے کیلئے بستر بچھایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا بستر لپیٹ دو، اب آرام کے دن ختم ہو گئے۔

حوالہ:

"مضى عهد النوم يا خديجة"

هذا الحديث ذكره الأستاذ سيد قطب رحمه الله في تفسيره المسمى بـ"في ظلال القرآن" في موضعين:

الأول: في تفسيره لقول الله تعالى: {وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ} (63) ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ {البقرة: 63}

الثاني: في تفسير سورة المزمل: {يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ} (1) قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا (2) نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا (3) أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (4) إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا (5) إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا (6) إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (7) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (8) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا {المزمل: 1-9} [1]

تحقیق:

وقد قال الشيخ علوي بن عبدالقادر السقاف في تخريجه لأحاديث وآثار كتاب "في ظلال القرآن":

14- حديث: "مضى عهد النوم يا خديجة" (76/1) - لم أجده .

904- حديث: "مضى عهد النوم يا خديجة!" (3744/6)

- لم أجده بعد بحث طويل، والأقرب عندي أنه ليس بحديث [2]

"مضى عهد النوم يا خديجة" ذكره سيد قطب في كتابه "الظلال" في تفسير سورة المزمل، ولم يذكره غيره، ولا أصل له.

یہ روایت کسی بھی مستند کتاب میں موجود نہیں، البتہ سید قطب نے اپنی تفسیر فی ظلال القرآن میں اس واقعے کو ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ اسکی کوئی اور سند یا مرجع موجود نہیں.

خلاصہ:

یہ ایک من گھڑت بات ہے جس کی کوئی اصل نہیں لہذا اس کو حدیث کہہ کر بیان کرنا یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسکی نسبت کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 19

صحابہ کا جنگ میں مسواک کرنا

ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک جنگ کے موقع پر فتح نہیں ہو رہی تھی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ فتح نہ ملنے کی وجہ کیا ہے تو معلوم ہوا کہ مشغولیت کی وجہ سے مسواک کرنا بھول گئے تو سب ساتھیوں نے مسواک نکال کر کرنی شروع کر دی، جب دشمنوں نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو دانت تیز کر رہے ہیں، لگتا ہے کہ ہمیں کچا ہی چبا جائیں گے، تو دشمن بھاگ گئے۔

حوالہ:

الشیخ العلامة محمد عبد السلام خضر الشقیری فی "السنن والمبتدعات المتعلقة بالأذکار والصلوات" (ص 23 - ط. دار الفكر) والحکایة المشہورة علی السنة الناس، ویتشدد بھا کثیر من المتعالمین فی دروسہم، وہی أن الصحابة غزوا غزوة، فنال الکفار منهم، فتساءلوا عما هجروه من سنن المصطفى ﷺ، فتذكروا السواک، فاستاکوا بالجريدة، فرأهم العدو فولوا الأدبار خوفاً منهم، وقالوا: إنهم یسنون أسنانهم أي یحدونها لیأکلونا.

تحقیق:

یہ واقعہ بھی کسی مستند کتاب میں موجود نہیں بلکہ بعض قصص کی کتابوں میں فتح مصر کے موقع پر یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ لشکر میں تھے اور فتح میں دیر ہوئی تو حضرت زبیر نے فرمایا کہ ہم سنتوں میں کوئی سنت چھوڑ چکے ہیں جس کی وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے۔

یذکرھا بعض القصاص فی قصة فتح مصر ایام عمر بن الخطاب ؓ ویقولون ان عمرو بن العاص ارسل فی طلب المدد من عمر عندما وصل قرب الفرمة (بورسعيد حاليا) فبعث الیه المدد ومعهم الزبیر ؓ. ولما استبطأ الزبیر الفتح جمعهم وقال انهم ولا بد نسوا شیئا من سنة رسول الله فتذكروا السواک ولما لم یجدوا شجرته بأرض مصر استعملوا خشب الأشجار ولما

رأتهم عیون الروم رجعوا لقادتهم ان جيش المسلمين یسن اسنانه لتقطیع الروم، فدب فيه
الذعر وجاء النصر!
ولا احسبها لها اسناد یثبت اصلا
لا أصل لها، وإن تعجب فأعجب من ذكر المتعلمین لهذه الترهات ونشرها على الناس في
المحافل والدروس مع أنها باطلة.

خلاصہ:

یہ واقعہ بھی من گھڑت روایات میں سے ہے۔
واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 20

ز قوم کا پھل

گذشتہ کچھ دنوں سے استاد محترم قابل قدر و عزت جناب مفتی زرولی خان صاحب مدظلہ العالیہ کی طرف منسوب ایک کلام بار بار سوال کے طور پر سامنے آرہا ہے جس میں استاد محترم نے اسٹریمری / فراوۃ کو "ز قوم" قرار دیتے ہوئے اس پھل کو کھانے کی ممانعت فرمائی ہے۔

سب سے پہلے جس قدر لغات کی کتابیں موجود تھیں ان سب میں ز قوم کا معنی اسٹریمری تلاش کیا گیا اور کروایا گیا لیکن ایسا کوئی معنی میسر نہ آسکا بلکہ لغات عربی اردو اور انگریزی میں "ز قوم" کا معنی یکسر مختلف ملا ہے جس کا اسٹریمری / فراوۃ سے دور دور تک کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔

ز قوم کے معنی اردو لغات میں:

- ایک قسم کا خاردار پودا۔
- ایک درخت جس کا پھل دوزخیوں کو کھانے کو ملے گا۔
- تھوہڑ کا پودا جو خاردار اور کڑوا اور زہریلا ہوتا ہے۔
- دوزخ کا ایک درخت جس سے دوزخی اپنی خوراک حاصل کریں گے۔
- زہریلی اور مہلک غذا ناگ پھینناگ پھنسیہر کڑو تیہج دھارایہ پودا ڈنٹھل دار بے برگ اور خاردار ہے۔

ز قوم کے مترادفات:

- تھوہڑ
- تھوہڑ
- کیکٹس

زقوم کا معنی عربی لغات میں:

- إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ. (سورة الدخان)
- المعجم: الغني
- زَقُوم: كل طعام قاتل.
- شجرة الزَّقُوم: (النبات) شجرة مرة كريهة الطعم، ثمرها طعام أهل النار في جهنم: {إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ}
- المعجم: اللغة العربية المعاصر
- زقوم: شجر كريه جدًا في النار.
- (سورة الواقعة، آية رقم: 52)
- المعجم: كلمات القرآن

زَقُوم:

1. زقوم: شجرة مرة كريهة الرائحة يأكل أهل النار في جهنم ثمرها.
 2. زقوم: نبات في البادية زهره كزهر الياسمين.
 3. زقوم: كل طعام ثقيل.
 4. زقوم: حلوى عملت بالتمر والزبد
- المعجم: الرائد

الزَّقُوم:

شجرة
المعجم: المعجم الوسيط

زقم:

الأزهري: الرَّقْمُ الفعل من الزَّقُوم، والازْدِقَامُ كالاِبْتِلَاعِ.
ابن سيده: اَزْدَقَمَ الشيءَ وَتَرَقَّمَهُ ابْتَلَعَهُ.
والتَّرَقُّمُ: التَّلَقُّمُ المزيد
المعجم: لسان العرب

ز قوم کا معنی انگریزی لغت میں:

ز قوم

NOUN (masculine)

Cactus, a prickly plant, infernal tree mentioned in the Qur'an

ز قوم کی تصاویر محققین کی نظر میں:<https://goo.gl/images/PrGwq7> (1)<https://goo.gl/images/P3epdD> (2)<https://goo.gl/images/P3epdD> (3)<https://goo.gl/images/ZZJelf-> (4)<https://goo.gl/images/ZZJelf6> (5)<https://goo.gl/images/We5EJ8> (6)<https://goo.gl/images/ur2bHs> (7)<https://goo.gl/images/0LtpNY> (8)

ان تمام لنکس میں اہل لغت و تحقیق نے اپنے طور پر "ز قوم" درخت اور اس کے پھل کے تعین کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان میں سے کسی نے بھی فراوۃ / اسٹرابیری کو ز قوم کے معنی یا مراد میں داخل نہیں کیا ہے۔

فراوۃ / اسٹرابیری:

ایک خوشنما اور خوش ذائقہ پھل ہے جو دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں پایا بھی جاتا ہے اور شوق سے کھایا بھی جاتا ہے۔

لفظ "فراوۃ" لاطینی لفظ سے ماخوذ ہے اور اس کا استعمال اٹالین زبان میں بھی ہوتا ہے، البتہ یہ عربی زبان میں یونانی زبان سے داخل ہوا ہے۔

الكلمة أصلها بالاطالوية fragola مأخوذة من الكلمة اللاتينية frägula من frägu

ولكنها دخلت العربية من اليونانية Φράουλα

فراولہ:

بکسر الواو کما فی نقل الأستاذ الفاضل (خزانة الأدب) - وفقه الله - عن المعجم العربي الحديث وهو كذلك في النطق اليوناني..والله أعلم بالصواب.

خلاصہ کلام

ہماری تحقیق کے مطابق اسٹرا بیری کو ز قوم قرار دینا ایک ایسی لغوی غلطی ہے جس میں لغت کے ساتھ ساتھ عرف کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے، لہذا بہت اطمینان سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ فراوۃ / اسٹرا بیری کا کھانا بلا کراہت و بلا تردد جائز ہے۔

اس تحقیق کا مقصد ز قوم کا تعین نہیں بلکہ اس شبہ کا ازالہ ہے جو حضرت استاد محترم کے قول سے بعض ساتھیوں کو پیدا ہوا تھا جتنی تصاویر دی گئی ہے یہ اہل لغت نے ز قوم کے معنی میں بیان کئے ہیں ہمارا مقصد فقط یہ ہے کہ فراوۃ / اسٹرا بیری کو کسی نے بھی اس معنی میں داخل نہیں کیا ہے لہذا ز قوم کا معنی اسٹرا بیری کرنا لغوی طور پر غلط ہے باقی ز قوم کا اصل معنی یا مراد کیا ہے اور خصوصاً جہنمی ز قوم کو نسا ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے ان تفصیل کیلئے تفاسیر کا رخ کیا جائے واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 21

بچی کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا کلام

روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں جاؤ تم اپنے باپ کی مدد کرو اور جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جاؤ تمہارے باپ کی مدد ہم خود کریں گے

حوالہ:

یہ روایت بھی کسی مستند کتاب میں موجود نہیں ہے

حدیث (إن الله ينفخ في الولد فيقول له اذهب فأنت عون لأبيك و ينفخ في البنت فيقول لها اذهبي وأنا عون لأبيك)، قال أبو معاوية البيروتي: يُذكر عند ولادة البنت، ولا أصل له.

خلاصہ:

یہ روایت بھی من گھڑت روایات میں سے ہے
واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 22

عورتوں کے فضائل

واٹسپ پر چلنے والی ایک پوسٹ جس میں خواتین کے بعض فضائل اور مختلف حالات اور اعمال پر مختلف اجر و ثواب کا تذکرہ موجود ہے۔

ان ہی فضائل میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

عورت خدا کا دیا

1. عورت خدا کا دیا ہوا ایک نایاب تحفہ ہے۔
2. حاملہ عورت کی دو رکعت نماز عام عورت کی ۷۰ رکعت سے نماز سے بڑھ کر ہے۔
3. شوہر پریشان گھر آئی اور بیوی اسے تسلی دے تبعا سے جہاد کا ثواب ملتا ہے۔
4. جو عورت اپنے بچے کے رونے کی وجہ سے سونہ سکے، اس کو ۷۰ غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔
5. شوہر اور بیوی ایک دوسرے کا محبت کی نظر سے دیکھیں تو اللہ انہیں محبت کی نظر سے دیکھتا ہے۔
6. جو عورت اپنے شوہر کو اللہ کی راہ میں بھیجے، وہ جنت میں اپنے شوہر سے ۵۰۰ سال پہلے جائے گی۔
7. جو عورت آٹا گوند ہتھ وقت "بسم اللہ" پڑھے تو اس کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔
8. جو عورت غیر مرد کو دیکھتی ہے اللہ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔
9. جب عورت اپنے شوہر کے کہے بخیر ان کے ہیر دباتی ہے تو اسے ۷۰ تولہ سونا صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔
10. جو پاک دامن عورت روزے کی پابندی کرے اور جو شوہر کی خدمت کرے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔
11. عورت کو ایک بچہ پیدا کرنے پر ۷۵ سال کی نماز کا ثواب اور ہر ایک درد پر ایک حج کا ثواب ہے۔

12. باریک لباس پہنے والی اور غیر مرد سے ملنے والی عورت کبھی جنت میں نہیں جائے گی۔
13. جب کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے تو اس کو اللہ کے راستے میں جہاد کا اجر ملتا ہے۔
14. حاملہ عورت کو دن میں روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کا اجر ملتا ہے۔
15. جب اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکو کہا جاتا ہے کہ اے اللہ کی بندی جاؤ تمہارے سارے گناہ معاف ہو چکے نئے سرے سے اعمال شروع کرو۔
16. عورت جب اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو ہر گھونٹ کے بدلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔
17. دودھ کے ہر گھونٹ پر ایک نیکی ملتی ہے۔
18. جب میاں بیوی جنابت کا غسل کرتے ہیں تو اللہ رب العزت فرشتوں کو گواہ بنا کر فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی۔
19. جب کوئی عورت اپنے گھر میں کام کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نظر رحمت سے دیکھتے ہیں۔
20. برکت والی ہے وہ عورت جس کی پہلی اولاد لڑکی ہو۔

تحقیق:

یہ تمام فضائل کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں بلکہ اکثر باتیں تو موضوع روایات میں بھی تلاش کے باوجود نہیں ملتیں۔

حوالہ:

1. عن أنس بن مالك قال: كان بالمدينة امرأة عطارة تُسَمَّى الحولاء بنت ثُوَيْبٍ، فجاءت حتَّى دخلت على عائشة فقالت: يا أمَّ المؤمنين! إِنِّي لأُطَيِّبُ كُلَّ لَيْلَةٍ وَأُزَيِّنُ كَأَنِّي عروسٌ أُزْفُ، فأجِئُ حتَّى أدخُلَ في لحافِ زوجي أبتغي بذلك مرضاةَ رَبِّي فيُحوِّلَ وجهه عَنِّي، فأستقبِلُه فيُعْرِضُ عَنِّي، ولا أراه إِلَّا قد أبغضني، فقالت لها عائشة: لا تَبْرَحِي حتَّى يجيءَ رسولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وآله وسلَّم، فلمَّا جاء قال: إِنِّي لأجدُ ريحَ الحولاءِ فهل أبتكم؟ وهل ابتعتم منها

شيئاً؟ قالت عائشة: لا، ولكن جاءت تشكو زوجها، فقال لها: ما لك يا حولاء؟ فذكرت له ما ذكرت لعائشة، فقال: اذهبي أيتها المرأة فاسمعي وأطيعي لزوجك، قالت: يا رسول الله! فما لي من الأجر؟ فذكر الحديث في حق الزوج على المرأة والمرأة على الزوج وما لها في الحمل والولادة والفطام..... الخ

الراوي: أنس بن مالك.

المحدث: ابن حجر العسقلاني.

المصدر: الإصابة.

الصفحة أو الرقم: 278/4

خلاصة حكم المحدث: إسناده وإداً جداً.

2. كانت امرأة عطارة يقال لها الحولاء، فجاءت إلى عائشة فقالت: يا أم المؤمنين! نفسي لك الفداء إني أزين نفسي لزوجي كل ليلة حتى كأني العروس أزف إليه فأجيء فأدخل في لحاف زوجي فأبتغي بذلك مرضات ربي فيحول وجهه عني فأستقبله فيعرض عني، ولا أراه إلا قد أبغضني، فقالت لها عائشة: لا تبرحي حتى يجيء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما جاء قال: إني لأجد ريح الحولاء؛ فهل أتتكم وهل ابتعتم منها شيئاً؟ قالت عائشة: لا، ولكن جاءت تشكو زوجها، فقال: مالك يا حولاء؟ فذكرت له نحو ما ذكرت لعائشة، فقال: اذهبي أيتها المرأة فاسمعي وأطيعي لزوجك، قالت: يا رسول الله! فما لي من الأجر؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم للحولاء: ليس من امرأة ترفع شيئاً من بيتها من مكان أو تضعه من مكان تريد بذلك الصلاح إلا نظر الله إليها، وما نظر الله إلى عبد قط فعذبه، قالت: زدني يا رسول الله! قال: ليس من امرأة من المسلمين تحمل من زوجها إلا كان لها كأجر الصائم القائم المخبت فإذا أرضعته كان لها بكل رضعة عتق رقبة فإذا فطمته نادى مناد من السماء أيتها المرأة استأنفي العمل فقد كفيت ما مضى؛ فقالت عائشة: يا رسول الله! هذا للنساء فما للرجال؟ فقال: ما من رجل من المسلمين يأخذ بيد امرأته يراودها إلا كتب الله له عشر حسنات فإذا عانقها فعشرون حسنة فإذا قبلها فعشرون ومئة حسنة فإذا جامعها ثم قام إلى مغتسله لم يمر الماء على شعرة من جسده إلا كتب الله له بها عشر حسنات

وحط عنه عشر خطيئات وإنَّ اللهَ عزَّ وجلَّ ليباهي به الملائكة فيقول انظروا إلى عبدي قام في هذه الليلة الشديد بردها فاغتسل من الجنابة مؤمناً أني ربه أشهدكم أني قد غفرت له.

الراوي: أنس بن مالك.

المحدث: ابن عراق الكناني.

المصدر: تنزيه الشريعة

الصفحة أو الرقم: 203/2

خلاصة حكم المحدث: البلاء من زياد بن ميمون.

الحديث باللفظ المذكور فقد رواه المجلسي في بحار الأنوار (252/100) فقال: فقال صلى الله عليه وآله: يا ام سلمة! إن المرأة إذا حملت كان لها من الاجر كمن جاهد بنفسه وماله في سبيل الله عز وجل، فإذا وضعت قيل لها: قد غفر لك ذنبك فاستأنفي العمل، فإذا أرضعت فلها بكل رضعة تحرير رقبة من ولد إسماعيل.

وحديث سلامة حاضنة إبراهيم ابن النبي ﷺ قالت: يا رسول الله! إنك تبشر الرجال بخير ولا تبشر النساء. فقال: أما ترضى أحداكن أنها إذا حملت من زوجها وهو عنها راضٍ كان لها أجر الصائم القائم في سبيل الله، فإذا أصابها الطلق لم يعلم أهل السماء والأرض ما أخفي لها من قرة أعين، فإذا وضعت لم يجرع ولدها من لبنها جرعة، ولم يمص مصبة إلا كتب لها بذلك حسنة.

أخرجه الحسن ابن سفيان وابن عساكر.

وقال الألباني: موضوع.

خلاصہ کلام:

یہ تمام فضائل غیر مستند، غیر معتبر اور ناقابل بیان ہیں، جبکہ صحیح روایات میں خاتون کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، البتہ فضیلت نمبر 20 اگرچہ حدیث سے ثابت نہیں لیکن بعض صحابہ و تابعین کے اقوال سے ثابت ہے۔

هذا الأثر جاء في كلام بعض أهل العلم، وقد روي مرفوعاً ولم يثبت بل هو شديد الضعف حكم بعض أهل العلم بوضعه.
ومع ذلك تساهل بعض أهل العلم في إيرادهم قال القرطبي في تفسيره: "وقال واثلة بن الأسقع: إن من يمن المرأة تكبيرها بالانثى قبل الذكر، وذلك أن الله تعالى قال: "يهب لمن يشاء إناثاً ويهب لمن يشاء الذكور" فبدأ بالاناث."

وضاحت:

تنبیہات 22 میں چونکہ ایک پوسٹ کا جواب دیا گیا تھا اور اس میں اکثریت کی بنیاد پر حکم وضع کا لگا دیا تھا۔ لہذا اس پوسٹ کو من گھڑت کہا گیا لیکن اس میں ایک آدھ فضیلت کا ثبوت اس پورے پوسٹ کی صحت کیلئے کافی نہیں۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 23

زنا کی سزا

گذشتہ دنوں ایک سوال سامنے آیا کہ مولانا ذوالفقار نقشبندی صاحب کی یہ سب باتیں روایات سے ثابت ہیں؟
زنا: شرک کے بعد دوسرا سب سے بڑا گناہ ہے۔

احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص زنا کا مرتکب ہو اور بغیر توبہ کئے دنیا سے فوت ہو جائے (یعنی مر جائے) تو اس پر مصیبتوں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس پر سختی فرمائیں گے۔ اس کو زنا کے ہر عمل کے بدلے آخرت کا ملتا جلتا عذاب ہو گا۔ اسکی تفصیل درج ذیل ہے:

1. غیر محرم کے لئے چہرہ سنوارنا تھا۔
قیامت کے دن چہرہ سیاہ ہو گا۔
2. غیر محرم کے چہرے کو محبت کی نظر سے دیکھنا تھا۔
قیامت کے دن چہرے کا گوشت گر جائے گا۔
3. غیر محرم کو دیکھ کر اس کا چہرہ کھل جاتا تھا۔
قیامت کے دن اس کے چہرے کو آگ سے مشتعل کیا جائے گا۔
4. غیر محرم سے دل لگی کی باتیں کرتا تھا۔
قیامت کے دن روتا ہوا اٹھے گا۔
5. غیر محرم سے ہنسی مذاق کر کے قہقہے لگاتا تھا۔
قیامت کے دن پیٹنا چلاتا اٹھے گا۔

6. غیر محرم سے ملاقات کر کے خوش ہوتا تھا۔

قیامت کے دن غمگین اور اداس حالت میں اٹھے گا۔

7. غیر محرم کو شہوت کی نظر سے دیکھتا تھا۔

قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ آنکھوں میں ڈالا جائے گا۔

8. غیر محرم کی ملاقات کے لئے چل کر گیا۔

قیامت کے دن پاؤں میں آگ کی بیڑیاں پہنائی جائیں گی۔

9. غیر محرم کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے۔

قیامت کے دن ہاتھوں میں آگ کی ہتھکڑیاں پہنائی جائیں گی۔

10. غیر محرم سے زنا کی ابتداء منہ ملانے (بوسہ لینے) سے کی۔

قیامت کے دن منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔

11. غیر محرم کی گردن سے گردن ملائی۔

قیامت کے دن گردن میں آگ کی زنجیر ڈالی جائے گی۔

12. تقریباً تیس نکات ہیں

مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ جتنی تفصیلی سزا زنا کے عمل کی ملے گی اتنی کسی اور گناہ کی نہیں ملے گی اور سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمکلام ہونا پسند نہیں کریں گے بلکہ لعنتیں برسائیں گے، رسوا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں، ہمارے اہل خانہ کو، بچوں کو، قیامت تک آنے والی نسلوں کو اور جملہ متعلقین کو زنا سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

یہ مضمون حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب "حیا اور پاکدامنی" سے لیا گیا ہے، جن حضرات کو مزید تفصیلات دیکھنی ہوں اس کتاب میں دیکھ سکتے ہیں

الجواب حامد او مصليا

اس عمل کی قباحت کیلئے قرآن مجید کا اس کو {فاحشة و مقتا و ساء سبیلا} کہنا کافی ہے۔

البتہ سوال میں ذکر کردہ سزاؤں کا تذکرہ باوجود تلاش بسیار کے کسی کتاب میں نہ مل سکا اور جہاں قریب قریب الفاظ ملے ہیں وہ سب تقریباً موضوعات میں سے ہیں۔

حوالہ

ومن أصاب من امرأة نظرة حراماً ملأ الله عينيه ناراً ثم أمر به إلى النار، فإن غض بصره عنها أدخل الله في قلبه محبته ورحمته وأمر به إلى الجنة، ومن صافح امرأة حراماً جاء يوم القيامة مغلولاً يداه إلى عنقه، ثم يؤمر به إلى النار، وإن فاكهها حبس بكل كلمة كلمها في الدنيا ألف عام، والمرأة إذا طاوعت الرجل حراماً فالتزمها، أو قبلها، أو باشرها، أو فاكهها، أو واقعها فعليها من الوزر مثل ما على الرجل، فإن غلبها الرجل على نفسها كان عليه وزره ووزرها، ومن غش مسلماً في بيع أو شراء فليس منا، ويحشر يوم القيامة مع اليهود، لأنهم أغش الناس للمسلمين، ومن منع الماعون من جاره إذا احتاج إليه منعه الله فضله، و وكله إلى نفسه، ومن وكله إلى نفسه هلك أحر ما عليها، ولا يقبل له عذر، وأيما امرأة آذت زوجها لم تقبل صلاتها، ولا حسنة من عملها حتى تعتبه وترضيه، ولو صامت الدهر وقامت، وأعتقت الرقاب، وحملت على الجياد في سبيل الله لكانت أول من يرد النار إذا لم ترضيه وتعتبه وقال: وعلى الرجل مثل ذلك من الوزر.

الراوي: أبوهريرة وابن عباس.

المحدث: البوصيري.

المصدر: إتحاف الخيرة المهرة.

الجزء 2/2: الصفحة 291

حكم المحدث: كذب من داود بن المحبر.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 24

حضرت علی کا خطبہ بغیر الف (خطبہ موقتہ)

یہ خطبہ امیر المومنین حضرت علی کا ہے۔ اس خطبہ میں اول تا آخر ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس میں الف ہو حالانکہ عربی زبان میں الف ایسا حرف ہے جو سب سے زیادہ مستعمل ہے۔

مطالب السؤل میں لکھا ہے کہ ایک روز چند اصحاب ایک مقام پر جمع تھے اور بحث شروع ہوئی کہ ”حروف تہجی میں کون سا حرف ایسا ہے جس کے بغیر کوئی جملہ پورا نہیں ہو سکتا اور الفاظ میں جس کا سب سے زیادہ استعمال یوسب نے اتفاق کیا کہ الف کے بغیر کلام کرنا ناممکن ہے۔“

اس محفل میں حضرت علی بھی موجود تھے۔ یہ سنتے ہی حضرت علی نے فی البدیہہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں نہ صرف کمال کا آئینہ دار ہے بلکہ اسکا اردو ترجمہ پڑھ کر انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ضرور مطالعہ فرمائیے۔

عربی:

حمدت حمدہ و عظمت منہ و سبقتہ نعمتہ و سبقت غضبہ رحمة و تمت کلمة و نفذت مشیة و بلغت حجتہ و عدلت قضیة حمدتہ a حمد مقرر بر بوبیتہ متخفیع بعبودیہ منفعد من خطیتہ معترف بتوحیدہ مستعید من و عیدہ مومل من ربہ مغفرتہ تنجیہ یوم یشغل عن فضیلتہ دینیہ ہ و تستعینہ و نستر شدہ و نستہدیتہ و نومن بہ و نتوکل علیہ و شہدت لہ تشهد عبد مخلص موقن و فردتہ تفرید مومن متیقن و وحدتہ توحید عبد مذ عن لیس لہ شریک فی ملکہ ولم یکن لہ ولی سہیم فی صفحہ جل عن مشیرو وزیر و عون و معین و نضیرو نظیر علم فثر و بطر فخر و ملک فقہر دعوی فغفرو حکم فعدک و تکریم و تفضل لم یزل ولن یزول لیس کمثله شی و هو قبل کل شی رب متعزز بعزتہ متفرد متمکن بقوتہ متقدس بعلوہ متکبرہ یعموہ لیس یدرکہ بصرو لم یحط نظر قوی منیع بصیر سمیع روف رحیم ہ عجز عن وصفہ من یصفہ و ضل عن نعتہ من عرفہ ترب فبعد و بعد فقرب یجیب

دعوتہ من یدعوہ و یرفعہ ویجوہ ہ ذرلطف خفی و بطش قوی و رحمۃ موسعتہ وعقوبہ
 موجعہ رحمۃ جنہ عریضہ مونقتہ وعقوبتہ حجیم ممدودتہ موبقتہ؛ وشہدت بیعت محمد
 رسولہ و عبده وصفیہ
 (شرح نہج البلاغہ جلد 4)

نوٹ:-

یہ خطبہ ان کتب میں بھی مرقوم ہے جمع الجوامع (سیوطی) کفایت الطالب۔ محمد بن مسلم شافعی، اس کے رجال میں ابو الحسن
 الخلال۔ احمد بن محمد بن ثابت بن بندار، جری بن کلب وغیرہ ہیں۔ 437، سے 634 تک یہ خطبہ جامعہ دمشق کے درمیان ادبیہ
 عربیہ میں شریک تھا۔

حوالہ

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

وفقکم اللہ وبارک فیکم
 هذه الخطبة لا تثبت عن أمير المؤمنين علي ؑ
 وهي مما يروج له الرافضة

خلاصہ کلام

اس خطبے کے الفاظ کی رکاکت (غیر معیاری ہونا) اور اس خطبے کا صرف شیعہ روافض کی کتب میں ہی پایا جانا اس بات کی واضح
 دلیل ہے کہ یہ خطبہ من گھڑت اور باطل ہے
 واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 25

نماز کے فضائل اور سزاؤں کا بیان

نماز اللہ تعالیٰ کی فرض کردہ عبادتوں میں سے افضل ترین عبادت ہے، اسکے فضائل اور نہ پڑھنے پر وعیدیں بے شمار ہیں جو قرآن کریم اور صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

﴿گزشتہ کچھ عرصے سے نماز کے متعلق کچھ روایات بطور سوال سامنے آئیں:

الحديث الاول:

نماز پڑھنے والے کو پانچ انعامات دیئے جائیں گے:

- اس پر رزق کی تنگی نہ ہوگی۔
- قبر کا عذاب نہ ہوگا۔
- نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا۔
- پل صراط پر سے بجلی کی طرح تیزی سے گزر جائے گا۔
- بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا۔

من حافظ علی الصلوات المكتوبة أكرمه الله تعالى بخمس كرامات :

1. يرفع عنه ضيق العيش.
2. ويرفع عنه عذاب القبر.
3. ويعطيه كتابه بيمينه.
4. ويمر على الصراط كالبرق الخاطف.
5. ويدخل الجنة بغير حساب.

الحديث الثانی:

جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ عذاب ہونگے: چھ عذاب دنیا میں، تین موت کے وقت، تین قبر میں اور تین قبر سے نکلتے وقت۔

قال رسول الله ﷺ: من تهاون في الصلاة عاقبه الله بخمسة عشر عقوبة: ستة منها في الدنيا، وثلاثة عند الموت، وثلاثة في القبر، وثلاثة عند خروجه من القبر.

○ الستة التي في الدنيا:

1. ينزع الله البركة من عمره.
2. يمسح الله سيماء الصالحين من وجهه.
3. كل عمله لا يؤجر من الله.
4. لا يرفع له دعاء الى السماء.
5. تمقته الخلائق في دار الدنيا.
6. ليس له حظ في دعاء الصالحين.

○ الثلاثة التي تصيبه عند الموت:

1. انه يموت ذليلاً.
2. انه يموت جائعاً.
3. انه يموت عطشان ولو سقي مياه بحار الدنيا ما روى من عطشه.

○ الثلاثة التي تصيبه في قبره:

- (I) يضيق الله عليه قبره ويعصره حتى تختلف اضلاعه.
- (II) يوقد الله على قبره نارا يتقلب في جمرها.
- (III) يسلط الله عليه ثعبان يسمى الشجاع الاقرع يضربه على تركه صلاة الصبح من الصبح الى الظهر وعلى تضيعه صلاة الظهر من الظهر الى العصر وهكذا وكلما ضربه يغوص في الارض سبعين ذراعاً.

○ الثلاثة التي تصيبه عند خروجه من القبر اي يوم القيامة:

- (۱) یسلط اللہ علیہ من یصحبه الی نار جہنم علی جمر وجہہ۔
 (۱۱) ینظر اللہ تعالیٰ الیہ بعین الغضب یوم الحساب فیکع لحم وجہہ۔
 (۱۱۱) یحاسبہ اللہ عزوجل حسابا شديدا ما علیہ من مزید ویامر اللہ بہ الی النار وبئس القرار۔

الحديث الثالث:

جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو ہر نماز کے چھوڑنے پر دنیا میں ہی مختلف سزائیں ملیں گی۔
 فجر کے چھوڑنے پر چہرے کا نور ختم ہوگا۔
 ظہر کے چھوڑنے پر رزق کی برکت ختم ہوگی۔
 عصر کے چھوڑنے پر وجاہت ختم ہوگی۔
 مغرب کے چھوڑنے پر اولاد میں برکت نہ ہوگی۔
 عشاء کے چھوڑنے پر نیند کی راحت ختم ہوگی۔
 ■ وقال رسول الله ﷺ :

من ترك صلاة الصبح اى الفجر فليس فى وجهه نور .
 من ترك صلاة الظهر فليس فى رزقه بركة .
 من ترك صلاة العصر فليس فى وجهه قوة .
 من ترك صلاة المغرب فليس فى اولاده ثمرة .
 ومن ترك صلاة العشاء فليس فى نومه راحة .

الحديث الرابع:

ایک روایت میں ہے کہ
 نماز چھوڑنے والا قیامت کے دن اس حال میں لایا جائیگا کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوں گی:
 • اے اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے! • اے اللہ کے غصے کے مستحق!
 • جس طرح تو نے دنیا میں اللہ رب العزت کا حکم اور حق ضائع کیا ہے آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

■ وفي رواية: فإنه يأتي يوم القيامة وعلى وجهه ثلاثة أسطر مكتوبات:

السطر الأول: يا مضيع حق الله. السطر الثاني: يا مخصوصا بغضب الله.

السطر الثالث: كما ضيعت في الدنيا حق الله فأيس اليوم من رحمة الله.

تحقیق

ان روایات میں سے اولین دو روایتوں کو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے "فضائل اعمال" میں نقل کرنے کے بعد فرمایا:

یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی لیکن اس میں جتنی قسم کے ثواب و عذاب ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے۔ (فضائل نماز، باب اول، صفحہ: 325)

حوالہ

من تهاون بصلاته عاقبه الله بخمس عشرة خصلة: ستة منها في الدنيا، وثلاثة منها عند الموت، وثلاثة منها في قبره، وثلاثة منها تصيبه يوم القيامة إذا خرج من قبره. فأما التي تصيبه في دار الدنيا:

فأولها يرفع الله البركة من رزقه، والثانية ينزع الله البركة من عمره، والثالثة يرفع الله سيما الصالحين من وجهه، والرابعة لا حظ له في دعاء الصالحين، والخامسة كل عمل يعمل من أعمال البر لا يؤجر عليه، والسادسة لا يرفع الله دعاءه إلى السماء، وأما التي تصيبه منها في قبره: فأولها يوكل الله به ملكاً يزعه في قبره إلى يوم القيامة، والثانية تكون ظلمة في قبره فلا يضيئ له أبداً، والثالثة يضيق الله عليه قبره إلى يوم القيامة، وأما التي تصيبه منها إذا خرج من قبره: فأولها يوكل الله به ملكاً يسحبه على حر وجهه في عرصات القيامة، والثانية يحاسب حساباً طويلاً، والثالثة لا ينظر الله إليه ولا يزكيه وله عذاب أليم، ثم تلا رسول الله صلى الله

عليه وسلم {فخلف من بعدهم خلف أضاعوا الصلاة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غياً
إلا من تاب}.. اهـ

حوالے کی تحقیق

- هو حديث موضوع مكذوب على النبي ﷺ .
- ذكره الذهبي في ميزان الاعتدال وحكم بأنه باطل مركب - يعنى موضوع.
- وأقره الحافظ ابن حجر في لسان الميزان (369-368/6) وقال: وهو ظاهر البطلان من أحاديث الطرقية..
- يعني أنه من وضع بعض الصوفية.
- وذكره السيوطي في "ذيل الموضوعات" لابن الجوزي.
- وكذلك ذكره ابن عراق في تنزيه الشريعة (114-113/2) وقال: رواه ابن النجار من حديث أبي هريرة.
- قال في الميزان: حديث باطل ركه محمد بن علي بن العباس على أبي بكر بن زياد النيسابوري.
- وقال في اللسان: هو ظاهر البطلان من أحاديث الطرقية .
- والحديث ذكره أبو الليث السمرقندي في كتابه "تنبيه الغافلين" (213-212) بصيغة التمریض فقال: ويقال من داوم على الصلوات الخمس في الجماعة أعطاه الله خمس خصال ثم ذكره بنحوه؛ ولكنه جعلها ثنتي عشرة خصلة بدلا من خمسة عشر خصلة.
- وهذا الحديث دسه بعض الصوفية في كتاب الكبائر للذهبي.

هذا حديث مركب موضوع، والذي ركه ووضعوه هو محمد بن علي بن العباس البغدادي العطار.

قال الذهبي في الميزان (653/3): ركب على أبي بكر بن زياد النيسابوري حديثا باطلا في تارك الصلاة... انتهى

وقال ابن حجر في "لسان الميزان" (295/5): 1004
 محمد بن علي بن العباس البغدادي العطار ركب على أبي بكر بن زياد النيسابوري حديثا باطلا
 في تارك الصلاة روى عنه محمد بن علي الموازيني شيخ لأبي النوسي.
 زعم المذكور ان ابن زياد أخذه عن الربيع عن الشافعي عن مالك عن سمي عن أبي صالح عن
 أبي هريرة رضي الله عنه رفعه "من تهاون بصلاته عاقبه الله بخمسة عشر خصلة"... الحديث
 • وهو ظاهر البطلان من أحاديث الطريقة... انتهى كلام الحافظ ابن حجر.
 وذكره الكنانى في "تنزيه الشريعة" (114/2) ونسبه لابن النجار ونقل كلام ابن حجر في
 اللسان.
 • وقد سئلت عنه اللجنة الدائمة للافتاء (470/4) رقم (8689) فقالوا: هذا الحديث باطل.

خلاصہ کلام

یہ چاروں روایات ان الفاظ کے ساتھ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، لہذا ان روایات کو حدیث کہہ کر بیان کرنا یا چھاپنا
 درست نہیں، نماز کے فضائل میں صحیح احادیث کا جو عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے اسی کو بیان اور عام کیا جائے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 26

قریبی رشتہ داروں میں شادی

اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بچائیے..

فرمان مصطفیٰ ﷺ "قریبی رشتہ داروں میں شادی نہ کرو کیونکہ اس سے اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے۔"

(النهاية لابن الاثير، ج:3، ص:306 المكتبة العلمية بيروت)

ابن الصباغ علیہ رحمۃ اللہ الوہاب نے اس (قریبی رشتہ داروں میں شادی کی ممانعت والے) حکم کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی کہ: "اس سے عموماً اولاد میں بے وقوفی پیدا ہوتی ہے"

(البدرا المنیر لابن الملقن "499-7/500 دارالہجرة)

• امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے مروی ہے:

"جو شخص اپنے خاندان میں شادی کرتا ہے اس کی اولاد میں عموماً بے وقوفی پیدا ہو جاتی ہے۔"

(البدرا المنیر لابن الملقن "499-7/500 دارالہجرة)

• علامہ ابن ملقن علیہ رحمۃ اللہ لمہمین فرماتے ہیں:

"حقیقت حال اور مشاہدے سے بھی یہ بات ثابت ہے۔"

(البدرا المنیر لابن الملقن "499-7/500 دارالہجرة)

• فرمان امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی:

"جس خاندان کی عورتیں غیروں میں نہیں بیاہی جاتیں ان کی اولاد میں بے وقوفی پیدا ہو جاتی ہے۔"

(التلخیص الحبیر للعسقلانی "1/309.. دار الکتب العلمیة بیروت)

• علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"تجربے سے یہ بات ثابت ہے کہ میاں بیوی قریبی رشتہ دار ہوں تو ان کی اولاد میں بے وقوفی ہوتی ہے"
(فتح الباری: 9/135 دار المعرفة بیروت)

الجواب باسمہ تعالیٰ

قریبی رشتہ داروں کے درمیان آپس میں شادی کی ممانعت محض تجربہ اور کچھ مخصوص حالات کے پیش نظر ہی ہے۔
قرآن و حدیث میں اس کے متعلق کوئی ممانعت یا پابندی ثابت نہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قریبی رشتہ دار خواتین سے نکاح کی اجازت دی۔

قال تعالیٰ: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِن وَهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا} {الأحزاب: 50}

فہذا نص قرآنی صریح: فیہ إباحة القریبات من النساء للرجل، ولو کان فیہ ضرر ما أبیح، فلما أباحه الشارع الحکیم - سبحانه وتعالی - ثبت عند کل مؤمن أنه لا ضرر فیہ۔

اگر اس میں ذرا بھی نقصان ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی اس عمل کی اجازت نہ دیتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

آپ علیہ السلام کی زیادہ تر ازواج مطہرات قریبی رشتہ دار ہی تھیں۔

وغالب أزواج النبی علیہ الصلاة والسلام من أقربائه، عائشة وأم سلمة وحفصة بنت عمر وغیرهن، کلھن من أقربائه، ما عدا صفیة بنت حی فی لیست من أقربائه، وإلا فھم أقرباء۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل

آپ علیہ السلام نے اپنی چاروں بیٹیاں قریبی رشتہ داروں میں ہی بیاہ دی تھیں اور آپ کے بعد بھی صحابہ کا عمل اس پر رہا ہے۔

حضرت علی نے حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد ان کی سگی بھانجی امۃ بنت زینب سے نکاح کیا، اسی طرح حضرت علی کی اکثر بچیوں کا نکاح ان کے چچا جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے ہوا۔

اسلاف صالحین کا عمل

أفعال السلف الصالحين أكثر من أن تُحصى، فأمامة بنت زينب رضي الله عنها -حفيدة النبي ﷺ- تزوجها علي بن أبي طالب ﷺ بعد وفاة خالتها فاطمة رضي الله عنها وأنجبت الزهراء رضي الله عنها بعد الحسنين: زينب وأم كلثوم. فأما زينب: فتزوجها عبد الله بن جعفر بن أبي طالب، أي: ابن عمها. وأم كلثوم: خطبها عمر بن الخطاب، فقال علي: إنما حبستُ بناتي على بني جعفر، ثم زوجها له لما كرر عمر طلبه، رضي الله عن الجميع.

طبی نقطہ نظر سے

الدكتور عز الدين فراج: وعموماً يمكن القول بأن زواج الأقارب يزيد الصفة الغالبة في الأسرة ويؤكددها، ويبرزها خصوصاً إذا كانت من الصفات السيئة، عكس زواج الأبعد فهو يقلل من العيوب الجسمية والمرضية ويهدد زواج الأقارب بإنجاب أطفال مصابين، لأن بعض الأمراض الوراثية تكون كامنةً وسجينة بفعل عواملها الوراثية. [الثقافة الإسلامية، صلاح هندي وزملاؤه، ص: 132].. اهـ

ومع تحذيرات الأطباء من الزواج بين الأقارب، إلا أنهم لم يقيموا على قولهم أدلة بل ولا دليلاً قاطعاً على صيرورة ذلك، ويعزون سبب هذه الأمراض إلى انعزال الطفرات المتنحية الضارة في السلالات المختلفة والمتنوعة في زواج الأقارب، وليس لزواج الأقارب ضرر مباشر. (كما قاله جمال الدين نصرت في كتاب مقدمه في علم الوراثة) وهذا هو موقف الطب من زواج الأقارب.

ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ اگر خاندان میں کوئی موروثی بیماری ہو تو آپس میں شادی کی صورت میں وہ بیماری آگے اولاد میں پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے جبکہ غیروں میں رشتہ کرنے کی صورت میں اس کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

لیکن یہ باتیں محض تجربہ ہے، کوئی یقینی یا قطعی بات نہیں۔

روایات کی تحقیق

اس موضوع پر تین روایات ملتی ہیں۔

تنبیہ:

الأحادیث الواردة في التحذير من زواج الأقارب مثل:

١. "اغتربوا ولا تضرّوا".

٢. "لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يُخلق ضاویاً".

٣. "لا تتزوجوا النساء على قراباتهن، فإنه يكون من ذلك القطیعة".

● هذه كلها أحادیث موضوعة لا أصل لها، وليست من كلام الرسول ﷺ، ولا يصح عنه في هذا الباب شيء، بل لم يرد عنه شيء أصلاً، وكيف ينهى عن شيء هو فعله، وحث عليه، وحرص على أن يسري في ذريته من بعده.

یعنی یہ تینوں روایات ثابت نہیں اور نہ ہی قابل استدلال ہیں۔

1. "لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاویاً".

یعنی قریبی رشتہ داروں میں شادی نہ کرو کیونکہ بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے۔

لا تنكحوا القرابة القريبة، فإنَّ الولدَ يُخلَقُ ضاویاً.

- المحدث: ابن الملقن.

- المصدر: خلاصة البدر المنير.

- الصفحة أو الرقم: 179/2

- خلاصة حكم المحدث: غریب [یعنی لا یعلم من رواه كما قال في المقدمة

2. لا تنكحوا القرابة القريبة فإنَّ الولدَ يُخلَقُ ضاویاً.

المحدث: السبكي (الابن)

- المصدر: طبقات الشافعية الكبرى.

-الصفحة أو الرقم: 310/6

-خلاصة حكم المحدث: لم أجد له إسنادا.

3. لا تنكحوا القرابة القريبة؛ فإن الولد يخلق ضاويًا.

-المحدث: الألباني.

-المصدر: السلسلة الضعيفة.

-الصفحة أو الرقم: 5365

-خلاصة حكم المحدث: لا أصل له مرفوعاً.

4. وقال العراقي في تخریج إحياء علوم الدين: 41/2

قال ﷺ: "لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاويًا."

قال ابن الصلاح: لم أجد له أصلاً معتمداً.

قلت: إنما يعرف من قول عمر أنه قال لآل السائب قد أضويتم فانكحوا في النوايح.

رواه إبراهيم الحربي في غريب الحديث وقال: معناه تزوجوا الغرائب؛ قال ويقال: اغربوا لا

تضووا أي نحيفا.

یہ حدیث نہیں، البتہ بعض علماء نے اسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بتایا ہے۔

بقیہ دونوں روایات باوجود تلاش کے کسی مستند جگہ سے نہیں مل سکیں

إن ما اشتهر على ألسن الناس من حديث: (غربوا النكاح) غير ثابت عن المصطفى ﷺ.

ومعلوم أن الحديث الموضوع لا يجوز ذكره إلا للتنبيه على وضعه؛ فالاحتجاج لعدم زواج

القرابة بأحاديث نبوية لا ينبغي لما سبق تفصيله.

إن الشافعية وبعض الحنابلة رأوا من الأسباب السابق ذكرها عدم استحباب زواج القرابة

القريبة ولم يوصلوا ذلك للسنية؛ لأن الاستحباب أدنى درجة منها؛ ولأن ما ذكروا من

التعليلات لا يستفاد منه السنية، فالأمر إذن يدور بين الاستحباب وعدمه فحسب، ولا ننسى

أن من قال بعدم استحباب زواج القرابة القريبة نصّ على أن زواج القرابة أولى من زواج

الأجنبية.

آمام شافعی رحمہ اللہ کا قول

اگر رشتہ داروں میں نکاح ہو گا تو بچوں میں حماقت آئیگی اس بات کی بنیاد کسی شرعی حکم کا بیان کرنا نہیں ہے بلکہ عرب کے دستور اور رواج کا بیان کرنا مقصود تھا کہ اہل عرب یوں کہتے ہیں۔

رأی الفقهاء في زواج القریبة:

روی ابن یونس فی تاریخ الغرباء فی ترجمة الشافعی عن شیخ له عن المزنی عن الشافعی قال: أیما أهل بیت لم یخرج نساؤهم إلى رجال غیرهم کان فی أولادهم حمق.

جواهر الأخبار، ص: 84

مغنی المحتاج، 4: 206

(شرح منهج الطلاب، 4: 119)

ولعلّ مستند الشافعی ؑ فی کلامه إلى ما كانت العرب تزعم أن الولد یجیء من القریبة ضاویاً لکثرة الحیاء من الزوجین لکنه یجیء علی طبع قومہ من الکرم.

(کما فی المصباح المنیر، ص: 366)

علامہ ابن حجر کا قول

قال ابن حجر رحمہ اللہ فی فتح الباری:

وأما قول بعض الشافعية "یستحب أن لا تكون المرأة ذات قرابة قریبة" فإن کان مستندا إلى

الخبر فلا أصل له أو إلى التجربة وهو أن الغالب أن الولد بین القریبین یكون أحق"۔۔۔

● علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ قول نہیں ہے بلکہ انہوں نے بعض شوافع حضرات کا قول

نقل کیا ہے اور فرمایا کہ اس قول کی کوئی شرعی دلیل نہیں البتہ تجربے کی بنیاد پر ایسا

کہا جاتا ہے کہ اکثر بچے وقوف ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام

قریبی رشتہ داروں میں شادی کے نقصانات محض تجربے کی بنیاد پر ہیں، کوئی شرعی دلیل اسکی ممانعت کی موجود نہیں ہے، لہذا اس کو شرعی یا عمومی ممانعت کے طور پر بیان نہ کیا جائے۔

لكن بعض الشافعية نازع في هذا الحكم لافتقاره إلى نص شرعي يستند إليه؛
قال السبكي: فينبغي أن لا يثبت هذا الحكم لعدم الدليل.
(كما في مغني المحتاج: 206-207/4)
فقط

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 27

حضرت فاطمہ کو بتائی گئی و تروالی تسبیحات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد کی فضیلت بیان فرمائی، یہ فضیلت سن کر حضرت فاطمہ کو بھی جہاد کا شوق ہوا اور آپ علیہ السلام سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہ میں تم کو اس سے آسان اور اعلیٰ اجر والا عمل نہ بتاؤں؟

اے فاطمہ! جب کوئی مومن مرد یا عورت وتر کے بعد دو سجدے کرتے ہیں اور ہر سجدے میں یہ دعا پڑھتے ہیں

سبوح قدوس رب الملائکة والروح

تو اس کے سر اٹھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کو سو حج، سو عمرے، اور سو شہیدوں کا اجر عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک ہزار فرشتے مقرر کرتے ہیں جو اس کیلئے نیکیاں لکھتے رہتے ہیں اور اس کو ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو مستجاب الدعوات بنا دیتے ہیں اور قیامت کے دن ساٹھ جہنمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائیگی اور یہ شخص جب مرے گا تو شہادت کی موت نصیب ہوگی۔

■ رغب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجہاد و ذکر فضلہ، فسألتہ الجہاد، فقال: ألا أدلک علی شیئ یسیر وأجرہ کبیر، ما من مؤمن ولا مؤمنة یسجد عقیب الوتر سجدتین ویقول فی کل سجدة: سبوح قدوس رب الملائکة والروح - خمس مرات - لا یرفع رأسہ حتی یغفر اللہ ذنوبہ کلہا واستجاب اللہ دعاءہ وان مات فی لیلته مات شہیداً وأعطاه ثواب مائة حجة و مائة عمرة واعطاه اللہ ثواب الشہداء وبعث اللہ إلیہ الف ملک ینکبون لہ الحسنات وكأنما أعتق مائة رقبة ویشفع یوم القیامة فی ستین من أهل النار وإذا مات مات شہیداً.

تحقیق روایات

نقل العلامة ابن عابدين الشامی حکمہ فی "حاشیہ"، باب سجود التلاوة، ج: 2

اس روایت کو علامہ شامی نے جلد ثانی باب سجود التلاوة میں نقل کرنے کے بعد فرمایا:

فحدیث موضوع لا أصل له (ج: 2، ص: 120)

اسی طرح موضوع روایات کی تحقیق میں لکھی گئی ایک کتاب میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

• واما ما ذكره التاتارخانية عن المضمرات، (فنقل النص المذكور بتمامه) فحدیث موضوع باطل لا اصل له ولا يجوز العمل به ولا يجوز نقله الا لبيان بطلانه كما هو شأن الاحاديث الموضوعية، ويدل على وضعه ركائته والمبالغة الغير الموافقة للشرع والعقل، فان الاجر على قدر المشقة شرعا وعقلا، وافضل الاعمال احمزها، وانما قصد بعض الملحدین بمثل هذا الحديث افساد الدين واضلال الخلق واغراءهم بالفسق وتثيبتهم عن الجد في العبادة، فيغتر به بعض من ليس له خبرة بعلوم الحديث وطرقه ولا ملكة يميز بها بين صحيحه وسقيمه.

• قال الربيع بن خثيم: ان للحدیث ضوءا مثل ضوء النهار تعرفه، وظلمة كظلمة الليل تنكره.
• قال ابن الجوزی: ان الحدیث المنكر يقشع منه جلد طالب العلم وينفر منه قلبه في الغالب... (انتهی)

{ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور}.. (سورة النور: ٤٠)

والله سبحانه هو ولي العصمة والتوفيق.

خلاصہ کلام

یہ روایت اور یہ فضیلت کسی بھی حدیث کی مستند کتاب میں موجود نہیں، فقہ کی بعض کتابوں نے لوگوں میں اس کے مشہور ہونے کو بیان کیا ہے اور ساتھ ساتھ اس کے من گھڑت ہونے کو بھی بیان کیا ہے لہذا اس روایت کا بیان کرنا اور پھیلا نا جائز نہیں.

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 28

شب معراج کونسی ہے

معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔
اس معجزے کے وقوع پر تمام امت کا اتفاق ہوا ہے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ معراج جسم مع روح ہوا ہے۔

• قال الإمام الطحاوي رحمه الله في عقيدته المشهورة: "والمعراج حق، وقد أسري بالنبی ﷺ وعرج بشخصه في اليقظة إلى السماء، ثم إلى حيث شاء الله من العلا، وأكرمه الله بما شاء وأوحى إليه ما أوحى، ما كذب الفؤاد ما رأى؛ فصلی الله عليه وسلم في الآخرة والأولى". (ص:30)

• وقال ابن أبي العز الحنفي رحمه الله: ومما يدل على أن الإسراء بجسده في اليقظة قوله تعالى: {سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى} [الإسراء: 11] والعبد عبارة عن مجموع الجسد والروح، كما أن الإنسان اسم لمجموع الجسد والروح؛ هذا هو المعروف عند الإطلاق، وهو الصحيح؛ فيكون الإسراء بهذا المجموع، ولا يمتنع ذلك عقلاً، ولو جاز استبعاد صعود البشر لجاز استبعاد نزول الملائكة؛ وذلك يؤدي إلى إنكار النبوة وهو كفر". شرح الطحاوية (1/245)

• وقال الإمام ابن كثير رحمه الله في تفسيره (3/33): "وأكثر العلماء على أنه أسري به صلى الله عليه وسلم ببدنه وروحه يقظة لا مناماً".

• وقال الشيخ حافظ الحكمي رحمه الله: "ولو كان الإسراء والمعراج بروحه في المنام لم تكن معجزة، ولا كان لتكذيب قريش بها وقولهم: كنا نضرب أكباد الإبل إلى بيت المقدس، شهراً ذهاباً وشهراً إياباً، ومحمد يزعم أنه أسرى به الليلة وأصبح فينا إلى آخر تكذيبهم واستهزاءهم به ﷺ".

معراج کس مہینے میں ہوئی۔

معراج کے تعین کے سلسلے میں چونکہ کوئی واضح دلیل قرآن و حدیث میں موجود نہیں لہذا اس کے تعین میں صحابہ تابعین و محدثین کے اقوال میں شدید اختلاف رہا ہے۔

- وقال شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوي المصري الشافعي رحمه الله المولود سنة (831هـ) كما في كتاب "الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية" (445/2 سؤال رقم: 112) قد اختلف في ليلة الإسراء،
- فقليل: لسبع عشرة خلت من ربيع الأول قبل الهجرة بسنة،
- وقيل: ليلة سبع وعشرين من ربيع الآخر،
- وقيل: ليلة السبت لسبع عشرة خلت من رمضان قبل الهجرة بسنة ونصف،
- وقيل غير ذلك،
- والأول هو المشهور، فقد روي عن عائشة وأم سلمة وأم هانئ وابن عمر وابن عباس رضي الله عنهم... اهـ

ربيع الاول

جیسے معراج کے متعلق سب سے رائج قول ربيع الاول کا ہے اور یہی قول مشہور صحابہ سے منقول ہے۔

حضرت عائشہ ام سلمہ ابن عباس اور عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم۔

القول الثاني: أنها كانت في ليلة سبع وعشرين من شهر ربيع الأول.

وبه قال الإمام المحدث الفقيه اللغوي المؤرخ أبو إسحاق الحربي، وأبو الخطاب ابن دحية من المالكية، والنووي من الشافعية في أحد أقواله الثلاثة، والقاضي زين الدين ابن المنير الإسكندري المالكي .

• قال أبو الخطاب الأندلسي المالكي الشهير بابن دحية الكلبي رحمه الله المولود سنة (546هـ) في كتابه "الابتهاج في أحاديث المعراج" (ص: 6-7):

وكان الإسراء برسول الله ﷺ ليلة سبع وعشرين من شهر ربيع الأول، قاله الإمام العالم أبو إسحاق إبراهيم بن إسحاق الحربي... اهـ

القول الثالث: أنها كانت في ليلة سبع عشرة من شهر ربيع الأول.

ونسب ابن سيد الناس اليعمري الأندلسي الشافعي رحمه الله المولود سنة (671هـ) في كتابه "عيون الأثر" (148/1) هذا القول إلى:

عائشة وأم سلمة وعبد الله بن عمرو بن العاص وابن عباس، ثم قال: وهذا هو المشهور... اهـ.

27 رجب کو معراج

رجب کے مہینے میں 27 تاریخ کو معراج کا ہونا مشہور ضرور ہے لیکن یہ بات روایات کے بھی خلاف ہے اور تاریخی اعتبار سے بھی درست نہیں۔

- أما ليلة الإسراء والمعراج فالصحيح من أقوال أهل العلم أنها لا تعرف، وما ورد في تعيينها من الأحاديث فكلها أحاديث ضعيفة لا تصح عن النبي ﷺ، ومن قال: إنها ليلة سبع وعشرين من رجب فقد غلط، لأنه ليس معه حجة شرعية تؤيد ذلك... اهـ
- وقال أيضاً:
- الصحيح من أقوال العلماء أنها لا تعرف، وقول من قال: أنها ليلة سبع وعشرين من رجب، قول باطل لا أساس له في الأحاديث الصحيحة... اهـ
- فهكذا اختلف العلماء في تحديد هذه الليلة، والله الحكمة البالغة في إنساء الناس لها، وإن المشهور أن هذه الليلة كانت في شهر رجب، وقد ضعف هذا القول الإمام الحافظ ابن كثير رحمه الله في "البداية والنهاية" ص (3/89) قال: (وقد أورد الحافظ عبد الغني المقدسي في سيرته حديثاً لا يصح سنده، ذكرناه في فضائل شهر رجب وهي ليلة الرغائب التي أحدثت فيها الصلاة المشهورة، ولا أصل لذلك، والله أعلم)

شب معراج میں مخصوص اعمال

رجب کے مہینے میں اور خصوصاً تیسویں شب وروز میں خصوصی نمازوں اور روزوں کی فضیلت بیان کی جاتی ہے جن میں سے اکثر تو موضوع اور من گھڑت روایات پر مبنی ہیں، اس موضوع پر کوئی صحیح یا مستند بات کہیں سے بھی ثابت نہیں۔

رَجَبُ شَهْرُ اللَّهِ، وشعبانُ شهري، ورمضانُ شهرُ أمتي. قيلَ يا رسولَ الله! ما معنى قولك: رَجَبُ شهرُ الله؟ قال: لأنه مخصوصٌ بالمغفرة، وفيه تُحقنُ الدماءُ، وفيه تابَ الله على أنبيائه، وفيه أنقذَ أوليائه من بلاء عذابه؛ من صامهُ استوجبَ على الله ثلاثةَ أشياء: مغفرةٌ لجميع ما سلفَ من ذنوبه، وعصمته فيما بقي من عمره، وأمانا من العطشِ يومَ العرضِ الأكبر. فقام شيخٌ ضعيفٌ فقال: يا رسولَ الله! إني لأعجزُ عن صيامه كله، فقال ﷺ: صُمْ أولَ يومٍ منه فإنَّ الحسنةَ بعشرِ أمثالها، وأوسطُ يومٍ منه، وآخرُ يومٍ منه فإنَّكَ تُعطى ثوابَ من صامَهُ كله؛ ولكن لا تغفلوا عن أولِ ليلةٍ جمعةٍ في رَجَبٍ، فإنها ليلةٌ تُسمِّيها الملائكةُ: الرغائبُ. وذلك إذا مَضَى ثلثُ الليلِ لا يبقى ملكٌ في جميعِ السماواتِ والأرضِ إلا ويجتمعون في الكعبةِ وحواليها، ويطلعُ الله عز وجل عليهم إطلاعة، فيقول: ملائكتي سلوني ما شئتم. فيقولون: يا ربنا حاجتنا إليك أن تغفرَ لصوامِ رَجَبٍ، فيقول الله عز وجل: قد فعلتُ ذلك، ثم قال رسولُ الله ﷺ: وما من أحدٍ يصومُ يومَ الخميسِ، وأولَ خميسٍ من رَجَبٍ، ثم يصلي فيما بينَ العشاءِ والعتمَةِ، يعني ليلةَ الجمعةِ، اثنتي عشرةَ ركعةً، يقرأ في كل ركعةٍ بفاتحة الكتابِ مرَّةً، وإنا أنزلناه في ليلةِ القدرِ ثلاثَ مراتٍ، وقل هو الله أحد اثنتي عشرةَ مرَّةً، يفصلُ بين كل ركعتين بتسليمَةٍ، فإذا فرغَ من صلاته صلى سبعينَ مرَّةً، يقول: اللهم صلِّ على محمد النبي الأمي وعلى آله، ثم يسجدُ فيقولُ في سجوده: سبح قدوسُ ربِّ الملائكةِ والروحِ، سبعينَ مرَّةً، ثم يرفعُ رأسه، فيقول: اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم إنك أنت العزيزُ الأعظمُ، سبعينَ مرَّةً، ثم يسجدُ الثانيةً، فيقول مثل ما قال في السجدة الأولى، ثم يسألُ الله تعالى حاجتهُ فإنها تُقضى. قال رسولُ الله ﷺ: والذي نفسي بيده ما من عبدٍ ولا أمةٍ صلى هذه الصلاةَ إلا غُفرَ له جميعُ ذنوبه، ولو كانت مثلَ زبدِ البحرِ، وعددِ ورقِ الأشجارِ، وشفعَ يومَ القيامةِ في سبعمئةٍ من أهل بيته، فإذا كان أولُ ليلةٍ في قبره جاءه ثواب هذه الصلاة، فيجيئه بوجهٍ طلقٍ ولسانٍ ذلقٍ، ويقول له: يا حبيبي! أبشر قد نجوت من كل شدة، فيقول: من أنت؟ فو الله ما رأيتُ وجهًا أحسنَ من وجهك، ولا سمعتُ كلامًا أحلى من كلامك، ولا شممتُ رائحتك، فيقول له: يا حبيبي! أنا ثوابُ الصلاةِ التي صليتها في ليلةِ كذا، من شهرِ كذا، جئتُ الليلةَ لأقضي حقك، وأونسُ وحدتك، وأرفعُ عنك وحشتك، وإذا نفخَ.....الخ

-الراوي: أنس بن مالك.

-المحدث: ابن حجر العسقلاني.

-المصدر: تبیین العجب.

-الصفحة أو الرقم: 35

-خلاصة حكم المحدث: [فيه] علي بن عبد الله بن جهضم مشهور بوضع الحديث.

• قال ابن القيم رحمه الله في الزاد وهو يتحدث عن ليلة الإسراء والمعراج (58/1): (ولم يقم دليل معلوم لا على شهرها، ولا على عشرها، ولا على عينها بل النقول في ذلك منقطعة مختلفة ليس فيها ما يُقطع به، ولا شرع للمسلمين تخصيص الليلة التي يظن أنها ليلة الإسراء بقيام ولا غيره بخلاف ليلة القدر.

خلاصہ کلام

شب معراج 27 رجب کو ہوتی ہے اس کے متعلق کوئی بات درست نہیں اور نہ ہی اس مہینے میں یا اس رات کو کوئی مخصوص نماز یا اس دن کا روزہ صحیح روایات سے ثابت ہے بلکہ اکثر باتیں من گھڑت اور بے بنیاد ہیں، لہذا اس کے متعلق کسی فضیلت کو بیان کرنا یا پھیلا نا شرعاً درست نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 29

سعودی عرب میں باہر سے درآمد شدہ گوشت کا حکم

سوال: مشرق وسطیٰ سے درآمد شدہ مرغی کا گوشت ہاتھ سے ذبح کیا ہوا نہیں ہوتا لیکن ہر کوئی کھاتا ہے کیونکہ عمومی فتویٰ اسکے حلال ہونے کا ہے اور ہر طرح کی پیننگ پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ گوشت حلال ہے، کیا اس طرح کا گوشت کھانا جائز ہے؟

■ الجواب حامداً ومصلیاً:

واضح رہے کہ کسی بھی گوشت کے حلال ہونے کیلئے فقہاء نے کچھ شرائط ذکر کی ہیں:

۱. یہ کہ اس جانور کو اسلامی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو یعنی کہ جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہو اور جانور کو باقاعدہ حلق کے مقام پر سے ذبح کیا گیا ہو تو یہ گوشت بلاشبہ حلال ہے۔

الأولی: أن نعلم أن ذبحه كان على الطريقة الإسلامية بأن يكون ذبحه في محل الذبح؛ وهو الحلق، وأن ينهر الدم بمحدد غير العظم والظفر، وأن يذكر اسم الله عليه، فيقول الذابح عند الذبح: بسم الله.

ففي هذا الحال المذبح حلال بلا شك.

۲. یہ بات معلوم ہو جائے کہ جانور کو غیر اسلامی طریقے سے ذبح کیا گیا ہے مثلاً: گلہ گھونٹا گیا ہو یا بجلی کے جھٹکے سے مارا گیا ہو وغیرہ تو اس صورت میں یہ گوشت حرام کہلائے گا۔

الثانیة: أن نعلم أن ذبحه على غير الطريقة الإسلامية مثل أن يقتل بالخنق أو بالصعق أو بالصدم أو بضرب الرأس ونحوه، أو يذبح من غير أن يذكر اسم الله عليه.

ففي هذا الحال المذبح حرام بلا شك.

۳. تیسری صورت یہ ہے کہ جانور ھے تو ذبح شدہ لیکن اسکو کس طرح ذبح کیا گیا ہے اور کیا اس کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہے یا نہیں یہ ایک شک اور تردد کی شکل ہے۔

الثالثة: أن نعلم أن الذبح وقع ولكن نجعل كيف وقع بأن يأتي من ممن تحل ذبيحتهم لحم أو ذبيحة مقطوعة الرأس ولا نعلم على أي صفة ذبحوها ولا هل سموا الله عليها أم لا. ففي هذا الحال المذبوح محل شك وتردد.

﴿یہی تیسری صورت ہمارے سوال کا مقصود ہے کہ کیا یہ گوشت حلال کہلائے گا یا حرام﴾

اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے کہ اگر یہ گوشت کسی اسلامی ملک سے درآمد کیا جا رہا ہے تو یہ گوشت بلاشبہ حلال ہے جب تک حرمت کی کوئی واضح دلیل نہ ہو۔

أولاً: أن يكون موردہ مسلماً ظاہرہ العدالة ویقول: إنه مذبوح على الطريقة الإسلامية، فيحكم بالحل هنا لأن حال المسلم الظاهر العدالة تمنع أن یورد إلى المسلمین ما یحرم علیهم ثم یدعی أنه مذبوح على الطريقة الإسلامية.

ثانیاً: أن یرد من بلاد اکثر أهلها ممن تحل ذبیحتهم ، فيحكم ظاهراً بحل الذبیحة تبعاً للأكثر إلا أن یعلم أن المتولی للذبح ممن لا تحل ذبیحته فلا یحكم حينئذ بالحل لوجود معارض یمنع الحكم بالظاهر.

دوسری صورت یہ ہے کہ درآمد تو کسی غیر مسلم ملک سے کیا گیا ہو لیکن درآمد کرنے والا کوئی مسلمان شخص یا ادارہ ہو اور وہ اس بات کی گواہی دے کہ یہ گوشت حلال طریقہ سے ذبح کردہ ہے تو اس گوشت کو حلال ہی کہا جائیگا۔

■ دارالعلوم کراچی کا ایک فتویٰ

آجکل مختلف ملکوں میں مشینی ذبیحے کے جو فارم ہیں ان سے نکلے ہوئے مرغیوں کے گوشت کو نہ مطلقاً حلال کہا جاسکتا ہے نہ مطلقاً حرام، جن فارموں میں شرعی شرائط کا لحاظ رکھا جاتا ہو ان کی مرغیوں کا گوشت حلال ہے، اور جہاں یہ شرائط نہ پائی

جائیں وہاں کے گوشت کو حلال نہیں کہا جاسکتا، ان شرائط کی تفصیل "حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی" کی کتاب "احکام الذبائح" میں مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

- (1) جانور ذبح ہونے سے پہلے بے ہوش کرنے کے دوران مرنے جاتا ہو بلکہ وہ ذبح ہونے تک زندہ ہو۔
 - (2) ذبح کی نسبت معقول طریقے سے کسی انسان کی طرف کی جاسکتی ہو چاہے مسلمان ہو یا کوئی اہل کتاب یہودی یا نصرانی ہو، اور عیسائیت یا یہودیت پر قائم ہو، دہریہ اور لامذہب نہ ہو۔
 - (3) ذبح کرنے والے نے ہر جانور کے ذبح کرتے وقت خالص اللہ کا نام لیا ہو۔
 - (4) جانور کے گلے کی چار رگوں میں سے کم سے کم تین کٹی ہوں۔
 - (5) بسم اللہ اور ذبح کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ نہ ہو۔
- (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "احکام الذبائح" مصنفہ "حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی")

لہذا جن مرغیوں کے بارے میں صراحت کے ساتھ معلوم ہو کہ یہ ان شرائط کے مطابق ذبح کی گئی ہیں ان کا کھانا جائز ہے، اور جن کے بارے میں صراحت سے معلوم ہو کہ مذکورہ شرائط کی خلاف ورزی کی گئی ہے تو ان کا کھانا جائز نہیں۔ البتہ اگر کوئی گوشت مسلمانوں کی طرف سے حلال سرٹیفکیٹ کے ساتھ فروخت کیا جا رہا ہو اور یہ تفصیل معلوم نہ ہو کہ جس فارم میں وہ ذبح کیا گیا ہے اس میں شرعی شرائط پوری ہوئی ہیں یا نہیں، تو چونکہ بکثرت غیر مسلم ممالک سے ایسا گوشت درآمد ہوتا ہے، اور بہت سی مثالیں ایسی سامنے آئی ہیں جن میں غیر ذمہ دارانہ طور پر حلال کے سرٹیفکیٹ جاری کر دیئے گئے ہیں، اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ ایسی مرغی کے گوشت سے پرہیز کیا جائے، لیکن ایسی صورت میں حاجت کے وقت خریدار کو اسکے کھانے میں معذور قرار دینے کی گنجائش ہے۔

جسکی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

1. مسلمان ملک میں حلال کہہ کر گوشت بیچا یا کھلایا جا رہا ہو تو اس میں اصل یہ ہے کہ وہ حلال ہو، اور عام حالات میں یہ تحقیق ضروری نہیں ہے کہ وہ کہاں ذبح ہوا؟ اور کس نے کس طرح ذبح کیا؟ جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارات سے معلوم ہوتا ہے

عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم فلياكل من طعامه ولا يسأل.

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم کسی مسلمان کے پاس جاؤ تو اس کے پاس جو کھانا ہو اس کو کھا لو اور اس سے سوال نہ کرو۔ (کہ یہ کہاں سے آیا کیسے آیا)

ملا علی قاری صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (10/167) میں لکھتے ہیں:
ولا یسأل فانه قد یتاذی بالسؤال و ذلک إذا لم یعلم فسقه.

2. مسلمان کی خبر دیانات میں معتبر ہوتی ہے۔

(فتاویٰ ہندیۃ: 5/308)

خبر الواحد یعتبر فی الدیانات کالحل و الحرمة والطهارة والنجاسة إذا کان مسلماً

مذکورہ بالا اصولوں کا تقاضہ یہی ہے کہ مسلم ممالک میں حلال کہہ کر فروخت کیا جانے والا گوشت حلال ہے۔ البتہ چونکہ مشرقی و وسطیٰ کے ممالک میں یہ شبہ رہتا ہے کہ شائد شرعی شرائط پورے نہ کئے گئے ہوں لہذا گوشت حلال نہیں ہونا چاہیے لیکن درحقیقت یہ شبہ الشبہ ہے اور اس کی بنیاد پر اصل قاعدے کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا مسلمان ممالک میں مسلمان کے فروخت کردہ گوشت کو حلال سمجھا جائیگا تاہم پوری صورت حال واضح ہونے تک کوئی اپنے طور پر اجتناب کرنا چاہے تو بہتر ہے۔

(ملخص فتوے دارالعلوم کراچی۔ کتبہ: محمد سالم 2 مئی 2015)

اس فتوے پر دارالعلوم کے تمام اکابر کے دستخط بھی موجود ہیں۔

■ مفتی محمود اشرف صاحب نے اپنے نوٹ میں لکھا ہے:

● اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس اسلامی ملک کی حکومت نے اپنے ملک میں حرام چیز لانے پر پابندی لگائی ہے اور اس کیلئے ایک ادارہ بھی قائم کر رکھا ہے اور اس ملک کے اکثر علماء اس کو حلال سمجھ کر استعمال کرتے ہیں تو یہ شبہ اور بھی کمزور ہو جائیگا۔

برازیل اور دیگر غیر مسلم ممالک سے درآمد شدہ گوشت کے متعلق عرب علماء کی تحقیق:

● برازیل میں موجود ایک عرب عالم کی تحقیق

{{الإخوة الكرام تحية طيبة}}

أنا أعيش في البرازيل ولهذا من عنده إستفسار عن شئ ما بخصوص اللحوم فأنا موجود إن شاء الله..

انہوں نے تفصیل بتائی کہ برازیل میں دو طرح کے سلاٹر ہاؤس (مذبح خانے) ہیں:

- غیر مسلموں کے.
- مسلمانوں کے.

غیر مسلم توجانور کو مردار کر دیتے ہیں، کبھی کرنٹ کے ذریعے کبھی دیگر ذرائع سے، لہذا اس گوشت کی حرمت میں کوئی شک نہیں.

● عاطف جمیل الفلستانی (حفظہ اللہ من الفتن)

الدولة: البرازيل.

المشاركات: 1,076

رد: مهم (للإخوة من البرازيل ومن لديه علم بالأمر) سؤال عن اللحوم المستوردة...

بارك الله فيكم في الأمر تفصيل بين لحوم الأنعام ولحوم الدواجن وكذلك من جهة الذابح :

١ . بالنسبة للمذابح البرازيلية هنا -مذابح النصرى- أغلب الظن أنهم يقومون بقتل الأبقار

بالطرق التي يعرفها اهل الاختصاص وهذا لا شك في حرمة وهو باعتراف القوم أنفسهم

بهذه الطرق ومهدفهم هو تسريع الإنتاج و زياده الربح.

٢ . وبالنسبة للحوم الدواجن هنا في مذابح النصرى فيها تفصيل:

فهناك من يصعقها الصعق الكهربائي المميت وهذا لا شك في حرمة.

■ مسلمانوں کے مذبح خانے

مسلمانوں کے ایسے مذبح خانے موجود ہیں کہ جن پر باقاعدہ اعتماد بھی کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کی جماعتوں نے ان سے اس معاملے میں باقاعدہ چھان بین بھی کی ہے۔

ومذابح المسلمين هنا فيها تفصيل فهناك مذابح معروفة وموثوقة من قبل المندوبين الذي زاروا هذه المذابح ودرسوا الأمر بالسؤال والتحري، ولهذا ليس كل اللحوم المستودرة تأتي من جهة واحدة بل من عدة جهات ولا يمكن تعميم الأمر على اللحوم كلها.....

البتہ مسلمانوں کے ہاں ذبح کا طریقہ مختلف ہوتا ہے بعض لوگ پہلے ہکا کرنٹ دے کر بیہوشی کی کیفیت تک پہنچا دیتے ہیں اور بعض لوگ بغیر بے ہوشی کے براہ راست ذبح کرتے ہیں۔ اور ذبح میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ ضرور پڑھی جائے۔

أما بالنسبة لمذابح المسلمين فهو نفس طريقة الذبح عند النصارى يعني يقومون بصعقها صعقا خفيفا ثم يذكونها الذكاة الشرعية ويسمون قبل ذلك وهناك من المذابح من لا يستعمل الصعق مطلقا ويكتفي بمطلق القطع.

وحدثني من أثق به وهو باكستاني يعمل في مذابح الدجاج قال: ان المسؤولين يراقبون شفاة الذباحين عند الذبح لكي يتأكدوا من تسميتهم على الذبيحة.

■ سعودی مجلس کبار العلماء کا فتویٰ

شیخ ابن العثیمین سے جب اس گوشت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ مسئلہ جب ہمارے سامنے آیا تو وزیر تجارت اور وزارت مالیت کے افراد کو مجلس کبار علماء کے سامنے بلایا گیا اور ان سے اس معاملے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

● كل ما يرد الى المملكة فانه مذبوح على الطريقة الاسلامية

کہ جتنا بھی گوشت سعودی مملکت میں لایا جاتا ہے وہ سب کا سب اسلامی طریقے سے ذبح شدہ ہوتا ہے، اس کے بعد شیخ نے فرمایا کہ ان اداروں کی تصدیق کے بعد اب یہ ساری ذمہ داری ان لوگوں کی بنتی ہے اور یہاں مملکت میں موجود ہر قسم کا گوشت حلال ہے۔

فنقول: الحمد لله أنا أخبركم هذه القضية عرضت على مجلس كبار العلماء، ودعي إلى المجلس المسئولون في الدولة من وزير التجارة وعضو وزير المالية وسئلوا سؤالات من أكابر العلماء في المملكة، وقالوا: كل ما يرد إلى المملكة فإنه مذبوح على الطريقة الإسلامية؛ والحمد لله نحن على ذمة هؤلاء.

إذاً.. عليه أن يأكل حتى لو قال: برازيلي أو إنجليزي أو أمريكي...

المهم ما دام هؤلاء المسئولون عندنا فهم مسئولون عن الأمة كلها.

السائل: هناك من يقول: إنه لا يجوز أكل اللحوم المستوردة.

الشيخ: على كل حال إذا قالوا: لا يجوز، قل له: انت به وأنا آكله، وانتهى الموضوع.

وبعد البحث عن كلام الشيخ ابن العثيمين أضعه أمامك.....

■ ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا

وقد جرى البحث في مجلس هيئة كبار العلماء، ودعوا وكلاء وزارة التجارة، وقالوا: إننا لا يمكن أن نأذن لشيء يرد إلا ونحن مطمئنون إلى أنه مذبوح ذبحاً شرعياً، ولنا وكلاء هناك، لكننا لا نقول: إن جميع المصانع أو مذابح أولئك القوم كلها على الطريقة الإسلامية، لكن ما يرد إلى المملكة فإنه محتاط له، هكذا قالوا لنا، وبناء على ذلك يكون حلالاً وكذلك الدجاج الوطني الذي يذبح هنا أيضاً لا شك في حلتة.

ان کی اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ مجلس کبار علماء نے وزارت تجارت کے لوگوں کو بلا کر ان سے اس گوشت کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ جب تک ہم مطمئن نہیں ہوتے اس وقت تک ہم کسی کو اپنے ملک میں گوشت لانے کی اجازت نہیں

دیتے، اور وہاں پر باقاعدہ ہمارے لوگ موجود ہوتے ہیں جو اس گوشت کے حلال ہونے کا اطمینان کرتے ہیں کہ سعودیہ میں کوئی حرام گوشت نہ آئے۔

■ کیا ہمیں ہوٹلوں میں جا کر حلال حرام کے بارے میں پوچھنا چاہیے؟

شیخ ابن العثیمین سے جب یہ سوال کیا گیا کہ بعض احباب اس طرح کے سوالات کرتے ہیں تو انہوں نے شدت سے اس بات کو منع فرمایا اور اس کو خلاف سنت قرار دیا۔

● **السؤال:** ما حکم فعل بعض الإخوان عندما يذهبون إلى المطاعم ويسألون عن الدجاج الموجودة عندهم ويلحون عليهم ويقولون: هذا من باب الورع كي لا يقعون في الشبهة؟
الجواب: أقول: إن هذا ليس من الورع، الورع اتباع السنة، ليس الورع أن الإنسان يتعنت ويتعمق ويتنطع بل هذا من الهلاك، كما قال النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم: (هلك المتنطعون) ثلاث مرات.....

(تمام تفصیل اس لنک میں موجود ہیں)

<http://www.ahlalhdeth.com/vb/archive/index.php/t-128765.html>

■ ذاتی تحقیق

2015 میں حج کے موقع پر حرم مکی اور حرم مدنی کے مفتیان کرام سے اس سلسلے میں تفصیلی مکالمہ ہوا اور ان حضرات نے اس گوشت کے بارے میں اپنے اطمینان کا اظہار کیا، اسی طرح مکہ میں مقیم پاکستانی انجینئر عبدالمنان صاحب نے بھی اس سلسلے میں اپنی تگ و دو کو ذکر کر کے وہاں کی مقرر کردہ اتھارٹی پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے گوشت کو حلال ہی قرار دینے کی تائید کی۔

■ جدہ ایئرپورٹ پر حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب سے ملاقات

حضرت سے ملاقات میں یہ عرض کیا کہ حضرت اس گوشت کی حرمت کا قول آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے... تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے کبھی بھی اسکو حرام نہیں کہا، البتہ احتیاط کا قول کہتا ہوں۔

خلاصہ کلام

سعودی عرب ایک اسلامی ملک ہے اور وہاں کے ادارے اور علماء اس گوشت کے بارے میں مطمئن ہیں، لہذا وہاں پر موجود گوشت جو کہ حلال کہہ کر فروخت ہوتا ہو اس کا کھانا حلال اور جائز ہے، البتہ اگر کوئی شخص انفرادی طور پر اس گوشت سے اجتناب کرنا چاہے تو بہتر ہے، لیکن عمومی طور پر اسکو حرام یا مشتبہ گوشت نہ کہا جائے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 30

تین محبوب چیزیں

• ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں:

1. خوشبو.
2. نیک عورت.
3. میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے.

• حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

1. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھنا.
2. اپنا مال آپ علیہ السلام کے ارشادات پر خرچ کرنا.
3. میری بیٹی حرم نبوی میں رہے.

• حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

1. نیک کام کا حکم کرنا.
2. برائی سے روکنا.
3. اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنا.

• حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

1. ننگوں کو کپڑا پہنانا.
2. بھوکوں کو کھانا کھلانا.
3. قرآن کریم کی تلاوت کرنا.

• حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

1. گرمی کے موسم میں روزے رکھنا.
2. مہمان کی خدمت کرنا.
3. جہاد میں تلوار چلانا.

• حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

1. انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونا.
2. اللہ تعالیٰ کے پیغام انکو پہنچانا.
3. اللہ کی حمد و ثناء کرنا.

• اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے بھی اپنے بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں:

1. شکر گزار دل.
2. ذکر کرنے والی زبان.
3. تکلیف کی حالت میں صبر کرنے والا بدن.

• امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت.
2. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رہنمائی.
3. غیر اللہ سے کنارہ کشی.

• امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

1. مدینہ منورہ میں ہمیشہ قیام.
2. روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب.
3. حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت.

• امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنا۔
2. اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرنا۔
3. اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔

• امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

1. کسی کو دینا اللہ تعالیٰ کے لئے۔
2. کسی کو نہ دینا اللہ تعالیٰ کے لئے۔
3. محبت کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے لئے۔

• مولانا عبد اللہ درخواستی نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

1. اللہ تعالیٰ پر بھروسہ۔
2. اللہ کے ذکر کا شغل۔
3. سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بستی میں موت۔

الجواب باسمہ تعالیٰ

اس روایت کا ابتدائی حصہ

"حب الی من دنیاکم الطیب والنساء وجعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ"

یہ صحیح روایات سے ثابت ہے۔

قول النبی ﷺ:

حب الی من دنیاکم الطیب، والنساء، وجعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ

أخرجه الإمام أحمد (128/3 رقم 12315)

والنسائي (61/7 رقم 3939)

وابن سعد (398/1)

وَأَبُو يَعْلَى (237/6 رقم 3530)

وَالْحَاكِم (174/2 رقم 2676)

جبکہ بقیہ تمام روایت کسی بھی مستند کتاب سے ثابت نہیں بلکہ جس قدر کتابوں نے اس روایت کو نقل کیا ان تمام کتابوں میں یہ روایت بغیر سند کے ہی منقول ہے بلکہ اکثر نقل کرنے والوں نے اس روایت کو من گھڑت اور باطل قرار دیا ہے۔

■ روایت کی تحقیق

أولاً: جاء في المواهب اللدنية للقسطلاني رحمه الله: "روي أنه ﷺ لما قال: (حَبِّبْ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ النِّسَاءَ وَالطِّيبَ وَجَعَلْتَ قَرَّةَ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ) قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَأَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَبِّبْ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا: النَّظَرَ إِلَى وَجْهِكَ، وَجَمْعَ الْمَالِ لِلْإِنْفَاقِ عَلَيْكَ، وَالتَّوَسُّلَ بِقَرَابَتِكَ إِلَيْكَ. وَقَالَ عُمَرُ: وَأَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَبِّبْ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا: الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْقِيَامَ بِأَمْرِ اللَّهِ. وَقَالَ عُثْمَانُ: وَأَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَبِّبْ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا: إِشْبَاعَ الْجَائِعِ وَإِرْوَاءَ الظَّمْآنِ وَكَسْوَةَ الْعَارِيِّ. وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: وَأَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَبِّبْ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا: الصُّومَ فِي الصَّيْفِ، وَإِقْرَاءَ الضَّعِيفِ، وَالضَّرْبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالسَّيْفِ.

قال الطبري: خَرَّجَهُ الْجَنْدِيُّ. كَذَا قَالَ وَالْعَهْدَةُ عَلَيْهِ... اهـ

(المواهب اللدنية: 2/ 478)

هكذا أوردها القسطلاني وبين قول محب الدين الطبري في تخريجها.

- وقال العلامة الزرقاني في شرحه للمواهب بعد أن ذكر أن هذا المروي مما لا يصح: "وزاد بعضهم فيه: فنزل جبريل، فقال: وأنا حَبِّبْ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثَ، النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّينَ، وَتَبْلِيغَ الرِّسَالَةِ لِلْمُرْسَلِينَ، وَالْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، أَيْ الثَّنَاءَ عَلَى اللَّهِ، ثُمَّ عَرَجَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: يَقُولُ اللَّهُ: وَهُوَ حَبِّبْ إِلَيْهِ مِنْ عِبَادِهِ ثَلَاثَ: لِسَانَ ذَاكِرٍ، وَقَلْبَ شَاكِرٍ، وَجِسْمَ عَلَى بِلَاثَةٍ صَابِرٍ، وَفِي لَفْظٍ: وَإِذَا النِّدَاءُ مِنْ قَبْلِ اللَّهِ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ مَنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثًا، فَذَكَرَهَا."

ومما حكي في هذه الرواية مما يجعلها أقرب إلى موضوعات القصص ما حكي من أن أباحنيفة ومالكا والشافعي وأحمد لما وقف كل منهم على ذلك، قال: وأنا حبيب إلي من دنياكم كذا وكذا ... إلخ.

- وقد ساقها القسطلاني بصيغة التضعيف، وجعل عهدها على الجندي، كالمتهريء منها، وقد نفى العلامة الزرقاني صحة هذه الرواية بصريح العبارة، فقد قال: "روي مما لا يصح."

ثانياً: أدرج في الرواية المذكورة حديث صحيح، وهو قول النبي ﷺ: (حَبِّبْ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ النِّسَاءَ وَالطِّيبَ وَجَعَلْتَ قَرَّةَ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ)، لكن ليس في رواياته الثابتة كلمة (ثلاث) وإن تناقلها بعض الفقهاء وحاول آخرون تأويلها لتتوافق مع الحديث، فالنبي ﷺ ذكر اثنتين من أمور الدنيا لا ثلاثاً.

روایت کی تحقیق

1. أن هذه الرواية المذكورة بالسياق المسؤول عنه، ليست ثابتة عند أهل العلم، مع ما في متنها من النكارة، وما في سياقها من مشابهة لأحاديث القصص الباطلة، والله تعالى أعلم.
2. هذا الحديث لا إسناد له. وقد أشار إليه صاحب ((الرياض النضرة)) الطبري -وهو غير الطبري الإمام المعروف، ذاك متقدم، وهذا متأخر- (265/1) وقال: خرّجه الخجندي. وأشار إليه العجلوني في ((كشف الخفاء)) (407/1) وقال: "قال الطبري خرّجه الخجندي والعهد عليه."

قلت: وهذا الحديث يشبه الموضوعات.

3. قيل إنه ﷺ لما ذكر هذا الحديث قال أبو بكر: وأنا يا رسول الله حبيب إلي من الدنيا ثلاث النظر إليك وإنفاق مالي عليك والجهاد بين يديك. وقال عمر: وأنا حبيب إلي من الدنيا ثلاث: الأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر، وإقامة حدود الله. وقال عثمان وأنا حبيب إلي من الدنيا ثلاث: إطعام الطعام، وإفشاء السلام، والصلاة بالليل والناس نيام. وقال علي ابن أبي طالب: وأنا حبيب إلي من الدنيا ثلاث: إكرام الضيف والصوم في الصيف والضرب بالسيف، فنزل جبريل عليه السلام وقال: وأنا حبيب إلي من الدنيا ثلاث إغاثة المضطرين، وإرشاد المضلين،

والمؤانسة بكلام رب العالمين؛ ونزل ميكائيل فقال: وأنا حبيب إلي من الدنيا ثلاث: شاب تائب، وقلب خاشع، وعين باكية انتهت، وفي كلام بعضهم أن أبا حنيفة لما وقف على ذلك قال: وأنا حبيب إلي من دنياكم ثلاث ترك الترفع والتعالي، وقلب من حبين خالي، والتهجد بالعلم في طول الليالي؛ وأن مالكا لما وقف عليه أيضا قال: وأنا حبيب إلي من دنياكم ثلاث: مجاورة تربة سيد المرسلين، وإحياء علوم الدين، والافتداء بالخلفاء الراشدين. وأن الشافعي رحمه الله لما وقف عليه أيضا قال: وأنا حبيب إلي من دنياكم ثلاث: ترك التكلف، وعشرة الخلق بالتلطف، والافتداء بطريق أهل التصوف. وأن أحمد لما وقف عليه قال: وأنا حبيب إلي من دنياكم ثلاث عطاء من غير منة، ونفس مطمئنة، والاتباع للسنة)) وهذا باطل

4. كلها لا تصح، وهي مركبة من بعض الواضعين الكذابين باستثناء هذه الرواية "حبيب إلي من دنياكم النساء، والطيب، وجعلت قرة عيني في الصلاة" فهي رواية صحيحة، لكن بعض الواضعين ركبها على هذا الحديث الساقط.

5. بحثنا في كتب السنة التي بين أيدينا فلم نجد هذه القصة التي ذكرتها، ولا نعرف منها إلا قول النبي ﷺ:

“حبيب إلي من دنياكم الطيب، والنساء، وجعلت قرة عيني في الصلاة”

أخرجه الإمام أحمد (128/3 رقم 12315)

والنسائي (61/7 ، رقم 3939)

وابن سعد (398/1)

وأبو يعلى (237/6 رقم 3530)

والحاكم (174/2 رقم 2676)

خلاصہ کلام

یہ روایت اس تفصیل کے ساتھ غیر معتبر سند سے وارد ہے لہذا اس کو موضوع روایت ہی کہا جائیگا۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 31

شق صدر کا واقعہ

■ واقعہ معراج کے بارے میں چند سوالات:

- (1) معراج کس لئے کرائی گئی اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں آرام فرما رہے تھے؟
- (2) آپ علیہ السلام کا سینہ مبارک کتنی مرتبہ اور کہاں کہاں سے چاک کیا گیا اور کیوں؟
- (3) آپ علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا کیا تحفے دیئے؟

الجواب باسمہ تعالیٰ

معراج آپ علیہ السلام کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

■ معراج کی وجوہات

معجزہ معراج کی وجوہات کو خود قرآن کریم نے ذکر کیا ہے: {الزّیہ من آیاتنا} تاکہ ہم اپنے نبی کو اپنی قدرت کے مظاہر دکھائیں۔

ان ہی مظاہر میں سے مکہ سے بیت المقدس کا سفر اور وہاں سے آسمانوں کا سفر، جنت جہنم کا مشاہدہ وغیرہ وغیرہ۔

■ آپ علیہ السلام اس وقت کہاں تھے

اس کے بارے میں مختلف روایات کتب حدیث میں ملتی ہیں جن کے درمیان تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ آپ علیہ السلام شعب ابی طالب میں ام ہانی کے گھر پر تشریف فرما تھے، وہاں سے آپ کو حطیم لایا گیا اور وہاں سے معراج کا سفر شروع ہوا۔

• الأحادیث الواردة في الإسراء والمعراج وردت في الظاهر متعارضة، لكن نجمع بينها فيزول التعارض:

- ورد أنه أسري به من بيت بنت عمه فاختة أم هانئ بنت أبي طالب .
- وورد أنه أسري به من شعب أبي طالب.
- وورد أنه أسري به من بيته ففرج سقف بيته ونزل الملكان وأخذاه.
- وورد أنه أسري به من الحجر من الحطيم وهو حجر إسماعيل .

قال الحافظ ابن حجر: لا تعارض بينها، فكان نبينا عليه الصلاة والسلام نائما في بيت بنت عمه أبي طالب فاختة أم هانئ، وبيتها كان في شعب أبي طالب، وأضيف إليه سقف بيته فرج لأجل سكناه فيه؛ لأنه يسكن فيه وإن كان لا يملكه كما تقول: فتح علي باب حجرتي وأنت في الفندق فأضيفت إليه الحجرة تملكاً في السكن لسكنه فيها؛ وكذا أضيف البيت للنبي صلى الله عليه وسلم لسكنه فيه، ثم بعد أن أخرج من بيت أم هانئ في شعب أبي طالب؛ وقيل له بيته لأنه يسكنه أخذ عليه صلوات الله وسلامه إلى الحجر ولا زال فيه أثر النعاس وأرجع فيه، ثم بعد ذلك هياً من ذلك المكان وأخرج من باب المسجد الحرام إلى رحلة الإسراء والمعراج فحصلت جميع هذه الأمور من بيت أم هانئ في شعب أبي طالب؛ وهذا بيته وأخذ إلى الحجر وأسري به من حجر إسماعيل وهو الحطيم.

■ شق صدر کا واقعہ کتنی بار پیش آیا

آپ علیہ السلام کے سینے مبارک کو چاک کر کے آپ کے دل کو دھویا گیا؛ یہ واقعہ روایات کے تناظر میں چار مرتبہ ہوا ہے۔

1. جب عمر مبارک دو سال کچھ ماہ تھی۔
2. جب عمر مبارک دس سال کچھ ماہ تھی۔
3. نبوت ملنے سے کچھ پہلے۔
4. واقعہ معراج پر جانے سے قبل حطیم میں۔

● شق صدر النبی علیہ الصلاۃ والسلام وقع أربع مرات.

۱. مرة عند حلیمة عندما كان عمره سنتان وثلاثة أشهر.
۲. مرة عندما كان عمره عشر سنين.
۳. مرة عندما كان في غار حراء وجاءه جبریل في أول نزوله عليه.
۴. مرة في حادث الإسراء والمعراج.

■ دو سال کی عمر میں شق صدر

اس روایت کو صحیح مسلم نے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام اس وقت اپنی رضاعی والدہ کے ہاں مقیم تھے۔

حدثنا شيبان بن فروخ حدثنا حماد بن سلمة حدثنا ثابت البناني عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ أتاه جبريل ﷺ وهو يلعب مع الغلمان، فأخذه فصرعه فشق عن قلبه فاستخرج القلب فاستخرج منه علقة، فقال هذا حظ الشيطان منك ثم غسله في طست من ذهب بماء زمزم ثم لأمه، ثم أعاده في مكانه وجاء الغلمان يسعون إلى أمه يعني ظئره فقالوا: إن محمداً قد قتل، فاستقبلوه وهو منتقع اللون، قال أنس: وقد كنت أرى أثر ذلك المخيط في صدره.

- صحيح مسلم: ج 1/ص 147 ح 162
- صحيح ابن حبان: ج 14/ص 249 ح 6336
- صحيح ابن حبان: ج 14/ص 242 ح 6334
- مسند أحمد: ج 3/ص 288 ح 14101
- المستدرک علی الصحیحین: ج 2/ص 575 ح 3949
- مسند أبي يعلى: ج 6/ص 224 ح 3507
- مسند أبي يعلى: ج 6/ص 108 ح 3374
- مسند أحمد: ج 3/ص 149 ح 12528
- مصنف ابن أبي شيبة: ج 7/ص 330 ح 36557
- مسند عبد بن حميد: ج 1/ص 390، ح 1308

■ دس سال کی عمر میں شق صدر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کہ سب سے پہلے امور نبوت میں سے کیا امر ظاہر ہوا؟

● آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں دس سال کی عمر میں صحراء میں تھا کہ میں نے اوپر کی جانب سے ایک آواز سنی، جب میں نے اوپر دیکھا تو دو لوگ تھے۔۔۔۔۔ پھر آپ علیہ السلام نے شق صدر کا واقعہ بیان فرمایا:

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ حَرِيصًا عَلَى أَنْ يَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ لَا يَسْأَلُهُ عَنْهَا غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَوَّلُ مَا رَأَيْتَ مِنْ أَمْرِ النَّبُوءَةِ فَاسْتَوَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَقَالَ لَقَدْ سَأَلْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ إِنِّي لَفِي صَحْرَاءِ ابْنِ عَشْرِ سِنِينَ وَأَشْهُرٍ وَإِذَا بِكَلَامٍ فَوْقَ رَأْسِي وَإِذَا بِرَجُلٍ يَقُولُ لِرَجُلٍ أَهْوَ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَاسْتَقْبَلَانِي بِوَجْهِهِ لَمْ أَرَهَا لَخَلْقٍ قَطُّ وَأَرْوَاحٍ لَمْ أَجِدْهَا مِنْ خَلْقٍ قَطُّ وَثِيَابٍ لَمْ أَرَهَا عَلَى أَحَدٍ قَطُّ فَأَقْبَلَا إِلَيَّ يَمْشِيَانِ حَتَّى أَخَذَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَعْضُيَ لَا أَجِدُ لِأَحَدِهِمَا مَسًّا فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ أَضَجَعَهُ فَأَضَجَعَانِي بِلَا قَصْرِ وَلَا هَضْرٍ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ أَفَلَقَ صَدْرُهُ فَهَوَى أَحَدُهُمَا إِلَى صَدْرِي فَفَلَقَهَا فِيمَا أَرَى بِلَا دَمٍ وَلَا وَجَعٍ فَقَالَ لَهُ أَخْرِجِ الْغِلَّ وَالْحَسَدَ فَأَخْرَجَ شَيْئًا كَهَيْئَةِ الْعَلَقَةِ ثُمَّ نَبَذَهَا فَطَرَحَهَا فَقَالَ لَهُ ادْخُلِ الرَّحْمَةَ وَالرَّأْفَةَ فَإِذَا مِثْلُ الَّذِي أَخْرَجَ شَبِيهُهُ الْفَضَّةَ ثُمَّ هَزَّ إِبْهَامَ رَجُلِي الْيُمْنَى فَقَالَ اغْدُ وَاسْلَمْ فَرَجَعْتُ بِهَا أَغْدُو بِهَا رِقَّةً عَلَى الصَّغِيرِ وَرَحْمَةً عَلَى الْكَبِيرِ.

- الراوي: أبي بن كعب.

- المحدث: الهيثمي.

- المصدر: مجمع الزوائد.

- الصفحة أو الرقم: 225/8

- خلاصة حكم المحدث: رجاله ثقات وثقهم ابن حبان.

- الراوي: أبي بن كعب.

- المحدث: البوصيري.

-المصدر: إتحاف الخيرة المهرة.

-الصفحة أو الرقم: 15/7

-خلاصة حكم المحدث: حسن.

■ نبوت کے وقت شق صدر

آپ علیہ السلام غار حرا میں عبادت کی غرض سے تشریف لے جاتے تھے اور وہیں پر آپ علیہ السلام نے سلام کے الفاظ سنے تو آپ علیہ السلام کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ جنات کی آواز ہے، لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ سلام تو خیر کیلئے ہوتا ہے۔

اگلی مرتبہ آپ علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا کہ ان کا ایک پر مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں

تیسری مرتبہ فرشتوں کی آمد ہوئی اور شق صدر کا واقعہ ہوا۔

عن عائشة رضي الله عنها ان رسول الله ﷺ نذر ان يعتكف شهرا هو وخديجة بحراء فوافق ذلك شهر رمضان، فخرج النبي ﷺ ذات ليلة، فسمع السلام عليك فظننتها فجاءة الجن، فجئت مسرعا حتى دخلت على خديجة سجتى ثوبا وقالت: ما شانك يا ابن عبد الله؟ فقلت: سمعت السلام عليك فظننتها فجاءة الجن، فقالت: ابشر يا ابن عبد الله فان السلام خير، قال: ثم خرجت مرة اخرى فاذا بجبرئيل على الشمس جناح له بالمشرق وجناح له بالمغرب، قال فهبت منه فجئت مسرعا فاذا هو بيني وبين الباب فكلمني حتى انست به ثم وعدني موعدا، فجئت له فابطا على فاردت ان ارجع فاذا انا به وميكائيل قد سد الافق فهبط جبرئيل وبقي ميكائيل بين السماء والارض، فاخذني جبرئيل فاستلقاني لحلاوة القفاء ثم شق عن قلبي فاستخرجه ثم استخرج منه ما شاء الله ان يخرج، ثم غسله بطست من ذهب بماء زمزم ثم اعاده بمكانه ثم لأمه ثم اكفاني كما يكف الاديم ثم ختم في ظهري حتى وجدت مس الخاتم في قلبي،

وهذا الحديث فيه مقال ظاهر، لأن الحارث وشيخه ضعيفان، لكن رواه الطيالسي (ص: ٢١٦) عن حماد بن سلمة عن أبي عمران الجوني عن رجل عن عائشة رضي الله عنها، وله شاهد من حديث أبي ذر...

أخرجه الدارمي (ص: ٦) إلى قوله "من كفة الميزان".

وابن جرير الطبري في تاريخه (٤/٢٠٩)

والبزار في مسنده.

والعقيلي في الضعفاء (إسناده في "الميزان" في ترجمة جعفر بن عبد الله).

وابونعيم (ص: ٧١، ص: ١٧٦ جديد)

يا أبا ذر! أتاني ملكان و أنا ببعض بَطْحَاءِ مَكَّةَ، فوقع أحدهما على الأرض و كان الآخرُ بين السماءِ و الأرضِ، فقال أحدهما لصاحبه: أَهْوَ هو؟ قال: نعم، قال: فَزَنَّهُ بِرَجُلٍ فَوُزِنَتْ بِهِ، فَوُزِنَتْهُ، ثم قال: فَزَنَّهُ بِعَشْرَةٍ، فَوُزِنَتْ بِهِمْ، فَرَجَحْتُهُمْ، ثم قال: زَنَّهُ بِمَائَةٍ فَوُزِنَتْ بِهِمْ، فَرَجَحْتُهُمْ، ثم قال: زَنَّهُ بِأَلْفٍ فَوُزِنَتْ بِهِمْ، فَرَجَحْتُهُمْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَنْتَثِرُونَ عَلَيَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِيزَانِ، قال: فقال أحدهما لصاحبه: لو وَزَنْتَهُ بِأُمَّةٍ لَرَجَحَهَا.

-الراوي: أبو ذر الغفاري.

-المحدث: الألباني.

-المصدر: السلسلة الصحيحة.

-الصفحة أو الرقم: 2529

-خلاصة حكم المحدث: إسناده جيد، رجاله ثقات.

■ معراج کے موقع پر شق صدر

آپ علیہ السلام کو گھر سے حطیم لایا گیا اور وہاں پر آپ کے سینہ مبارک کو چاک کر کے زم زم کے پانی سے دھویا گیا۔

بینا أنا عند البيت بين النائم واليقظان - وذكر: يعني رجلاً بين الرجلين - فأتيت بطست من ذهبٍ، ملئ حكمةً وإيماناً، فشق من النحر إلى مرق البطن، ثم غسل البطن بماء زمزم، ثم ملئ حكمةً وإيماناً، وأتيت بدابةً أبيض دون البغل وفوق الحمار: البراق.

- الراوي: مالك بن صعصعة الأنصاري.

- المحدث: البخاري.

- المصدر: صحيح البخاري.

- الصفحة أو الرقم: 3207

- خلاصة حكم المحدث: صحيح.

■ معراج کے تحفے

معراج کے موقع پر آپ علیہ السلام کو تین تحفے دیئے گئے:

۱. پانچ نمازیں.

۲. سورہ بقرہ کی آخری آیتیں.

۳. اس بات کا وعدہ کہ آپ کی امت میں سے جو شرک نہیں کریگا اس کی مغفرت کی جائیگی.

لما أَسْرَى برسول الله ﷺ انتهى به إلى سدرۃ المنتهى وهي في السماء السابعة إليها ينتهي ما يعرج به من الأرض فيقبض منها، وإليها ينتهي ما يهبط به من فوقها فيقبض منها، {إذ يغشى السدرۃ ما يغشى} قال: فراش من ذهب، قال: فأعطى رسول الله ﷺ ثلاثاً: الصلوات الخمس، وخواتيم سورة البقرة، وغفر لمن لا يشرك بالله شيئاً من أمتة المقحّمات.

- الراوي: عبدالله بن مسعود.

- المحدث: أبو نعيم.

- المصدر: حلية الأولياء.

- الصفحة أو الرقم: 28/5

- خلاصة حكم المحدث: صحيح متفق عليه [أي: بين العلماء] من حديث طلحة.

خلاصہ کلام

آپ علیہ السلام کے شق صدر کے متعلق جو روایات ہیں ان میں سے بچپن یعنی دو سال کی عمر میں شق صدر کا واقعہ اور معراج کے موقع پر شق صدر کا واقعہ تو صحیحین کی روایات سے ثابت ہے، البتہ بقیہ دو مواقع کی روایات میں علماء کا کلام اور اقوال موجود ہیں؛ بعض نے دس سال کی عمر کے واقعے کو وہم قرار دیا ہے اور بعض نے اس کو خواب پر محمول کیا ہے۔ لیکن ہمارے علم کے مطابق یہ چاروں واقعات سند کے اعتبار سے اس قابل ہیں کہ ان کو ثابت مانا جائے۔

■ شق صدر کی حکمت

چاروں واقعات میں آپ علیہ السلام کے سینے مبارک کو چاک کر کے دل کو نکال کر دھویا گیا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ اسکی حکمت یہ تھی کہ بچپن میں کھیل کود کے شیطانی شغف کو نکالا گیا، جبکہ دس سال کی عمر میں دل کو دھو کر جوانی میں شیطانی وسوسوں کا راستہ روکا گیا، پھر وحی سے قبل دل کو اس عظیم بوجھ کیلئے تیار کیا گیا، اور معراج کے موقع پر ہونے والے مشاہدات کے تحمل کیلئے دل کو صاف کیا گیا۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 32

خانہ کعبہ کو دیکھ کر دعا کرنا

سوال: ہمارے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے، اس پہلی نظر سے کیا مراد ہے اور کیا یہ روایت صحیح ہے؟

الجواب باسم ملھم الصواب

واضح رہے کہ خانہ کعبہ کے قریب دعا مانگنے کے بارے میں تین طرح کی روایات منقول ہیں:

1. خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی دعا مانگنا۔

2. مطلقاً خانہ کعبہ کو دیکھنا۔

3. خانہ کعبہ سے چمٹ کر دعا مانگنا۔

(1) پہلی نظر کی دعا

اس متعلق تو صراحتاً ایسی کوئی روایت منقول نہیں جس میں پہلی نظر کی دعا کا ذکر ہو البتہ مطلقاً خانہ کعبہ کو دیکھ کر دعا کرنے کی روایات موجود ہیں لیکن یہ جتنی روایات منقول ہیں وہ تمام روایات سند کے اعتبار سے بہت کمزور ہیں۔

- عن أبي أمية الباهلي رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "تفتح أبواب السماء ويستجاب الدعاء في أربعة مواطن: وعند رؤية الكعبة."
-رواه الطبراني في المعجم الكبير (201-199/8)
-والبيهقي في السنن الكبرى (360/3)، ومعرفة السنن والآثار (187-186/5)
كلاهما من طريق الوليد بن مسلم.
- حدثنا عفير بن معدان عن سليم بن عامر عن أبي أمية...
وفي الإسناد (عفير بن معدان الحمصي المؤذن)

قال فيه الإمام احمد: ضعيف منكر الحديث.

وقال ابن معين: ليس بثقة.

وقال البخاري: منكر الحديث.

وقال أبو زرعة الرازي: منكر جداً.

وقال أبو حاتم: ضعيف الحديث، يكثر الراوية عن سليم بن عامر عن أبي أمامة عن النبي ﷺ بالمناكير ما لا اصل له، لا يش عفير بن معدان تغل بروايته.

-التاريخ الصغير: 161/2

-سؤالات البرذعي لأبي زرعة 372/2

-الجرح والتعديل: 36/7

-تهذيب الكمال: 179-176/20

-ميزان الاعتدال 83/3.

وقال الهيثمي في مجمع الزوائد (155/10): [وفيه عفير بن معدان، مجمع على ضعفه.]

وقال ابن حجر في نتائج الأفكار (393/1): [هذا حديث غريب]

وقال المحدث الألباني في ضعيف الجامع (رقم 2465): [ضعيف جداً.]

(2) بيت الله كوديكنا

بيت الله كوديكنا عبادت ہے، اس کے بارے میں بھی روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن مجموعی اعتبار سے اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ بیت اللہ كوديكنا عبادت ہے اور دوران عبادت یا عبادت کے بعد دعا کی قبولیت ہوتی ہے۔

• وقال ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعا:

"إن الله ينزل على أهل هذا المسجد -مسجد مكة- في كل يوم عشرين ومائة رحمة: ستين للطائفين، وأربعين للمصلين، وعشرين للناظرين."

أخرجه الأزرق في أخبار مكة (ص 256) والحاترث بن أبي أسامة في مسنده (389 بغية) بسند حسن مرفوعا، وفيه عنعنة ابن جريج عن عطاء، ولا تضر، لما رواه ابن أبي خيثمة بسند صحيح عن ابن جريج قال: "إذا قلت قال عطاء، فأنا سمعته منه وإن لم أقل سمعت"،

وحسنه المنذري والدمياطي والعراقي والسخاوي كما في الإتحاف (2722/4) وغيره، وله أسانيد أخرى ضعيفة وواهية لا نشتغل بذكرها، والله الموفق والمستعان.

- وقال عطاء ومجاهد وأحمد بن حنبل: "النظر إلى البيت عبادة".
ماخوذ من:

-شعب الإيمان للبيهقي (3761/7)

-مصنف عبد الرزاق (135/5) وغيرهما.

- عن مكحول قال: قال رسول الله ﷺ: "خمس من العبادة: والنظر إلى الكعبة عبادة".... الحديث.

رواه الفاكهي في أخبار مكة (200/1) عن مكحول مرسلاً.

وفي إسناده أيضاً (إسحاق بن إبراهيم الطبري)

قال فيه الدارقطني وابن عدي: منكر الحديث.

وقال ابن حبان: منكر الحديث جداً، يأتي عن الثقات بالموضوعات.

[ميزان الاعتدال 177-178، لسان الميزان 344/1 ، 345]

وفيه عنعنة بقية بن الوليد، وهو يدلّس تدليس التسوية.

فيكون في هذا الإسناد:

١. علة الإرسال.

٢. والراوي المنكر إسحاق بن إبراهيم.

٣. عنعنة بقية بن الوليد.

- عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما يقول: "النظر إلى الكعبة محض الإيمان".

رواه الأزرقي في أخبار مكة (9/2) عن عطاء به موقوفاً.

وفي إسناده (ياسين بن معاذ الزيات)

قال ابن معين: ليس بشيء.

قال البخاري: منكر الحديث.

قال النسائي وابن الجنيّد: متروك.

قال ابن عدي: روايته أو عامتها غير محفوظة.

[ميزان الاعتدال: 359-358/4]

(لسان الميزان 239-238/6)

وفي إسناده (عثمان بن عمرو بن ساج)

ضعيف كما في التقريب لابن حجر.

(3) خانہ کعبہ سے چٹ کر دعا کرنا.

خانہ کعبہ سے چٹ کر دعا مانگنا اور دعا کی قبولیت صحیح روایات سے ثابت ہے.

★ الدعاء عنده مستجاب، وما يقول عنده.

قال شيخ الإسلام ابن تيمية:

والدعاء مستجاب عند نزول المطر وعند التحام الحرب وعند الأذان والإقامة وفي أدبار الصلوات وفي حال السجود ودعوة الصائم ودعوة المسافر ودعوة المظلوم وأمثال ذلك فهذا كله مما جاءت به الأحاديث المعروفة في الصحاح والسنن والدعاء بالمشاعر كعرفة ومزدلفة ومنى والملتزم ونحو ذلك من مشاعر مكة والدعاء بالمساجد مطلقاً وكلما فضل المسجد كالمساجد الثلاثة كانت الصلاة والدعاء فيه أفضل.

"مجموع الفتاوى" [130-129/27]

وقال :

وإن أحبَّ أن يأتي الملتزم -وهو ما بين الحجر الأسود والباب- فيضع عليه صدره ووجهه وذراعيه وكفيه ويدعو ويسأل الله تعالى حاجته فعل ذلك وله أن يفعل ذلك قبل طواف الوداع فإنَّ هذا الالتزام لا فرق بين أن يكون حال الوداع أو غيره، والصحابة كانوا يفعلون ذلك حين دخول مكة، وإن شاء قال في دعائه الدعاء المأثور عن ابن عباس: اللهم إني عبدك وابن عبدك وابن أمتك حملتني على ما سخرت لي من خلقك وسيرتني في بلادك حتى بلغتني بنعمتك إلى بيتك وأعنتني على أداء نسكي فإن كنت رضىت عني فازدّد عني رضا وإلا فمن الآن فارض عني قبل أن تنأى عن بيتك داري فهذا أوان انصرافي إن أذنت لي غير مستبدل بك ولا

بیتک ولا راغب عنک ولا عن بیتک اللہم فأصحبني العافیة فی بدنی والصحة فی جسمی
والعصمة فی دینی وأحسن منقلبی وارزقنی طاعتک ما أبقیتنی واجمع لی بین خیری الدنیا
والآخرة إنک علی کل شیء قدير.

ولو وقف عند الباب ودعا هناك من غیر التزام للبيت كان حسناً.

"مجموع الفتاوی" [143-142/26]

● علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مقامات دعا کی قبولیت کے مقامات ہیں، اس موقع پر دعائیں صحابہ سے ثابت ہے
اور وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر دعائیں گنا کرتے تھے۔

■ خانہ کعبہ سے چمٹنے کا مقام

جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ خانہ کعبہ سے چمٹنا عبادت ہے تو اب وہ کونسا مقام ہے کہ جو اس عمل کیلئے مخصوص کیا گیا ہے۔
ملتزم کے متعلق مختلف روایات وارد ہیں:

۱. حجر اسود اور دروازے کے درمیان

مشہور قول کے مطابق خانہ کعبہ سے چمٹنے کی جگہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کی جگہ ہے۔

ما جاء أنه ما بین الباب والركن:

- عن ابن عباس قال: الملتزم ما بین الركن والباب.
 - عن الشیبانی قال: رأیت عمرو بن میمون وهو ملتزم ما بین الركن والباب.
 - عن مجاهد قال: كانوا يلتزمون ما بین الركن والباب ويدعون .
 - عن محمد بن عبد الرحمن العبدی قال: رأیت عكرمة بن خالد وأباجعفر وعكرمة مولى ابن عباس يلتزمون ما بین الركن وباب الكعبة ورأيتهم ما تحت الميزاب في الحجر .
 - عن حنظلة قال: رأیت سالما وعطاء وطاوسا يلتزمون ما بین الركن والباب.
- رواها ابن أبي شعبة في "المصنف" (236/3)

حدیث عبد اللہ بن عمرو:

عن عمرو بن شعيب عن أبيه قال: طفت مع عبد الله فلما جئنا دبر الكعبة قلت: ألا تتعوذ؟ قال: نعوذ بالله من النار، ثم مضى حتى استلم الحجر، وأقام بين الركن والباب، فوضع صدره ووجهه وذراعيه وكفيه هكذا وبسطهما بسطا، ثم قال: هكذا رأيت رسول الله ﷺ يفعل.

-رواه أبو داود (1899)

-ابن ماجه (2962) والبيهقي (93/5)

○ وفيه: المثني بن الصباح.

ضعفه الإمام أحمد وابن معين الترمذي والنسائي وغيرهم .

[انظر "تهذيب الكمال" (203/27)]

قلت: والحديثان يشهد كلُّ منهما للآخر.

وقد صححه الشيخ الألباني في "السلسلة الصحيحة" (2138) بشاهدين:

١. مرفوع: وهو حديث عبد الرحمن بن صفوان.

٢. موقوف: وهو أثر ابن عباس — عند عبد الرزاق وابن أبي شيبة

"الملتزم بين الركن والباب".

٢. خانہ کعبہ سے چمٹنے کی جگہ میزاب کے نیچے

ما جاء في التزام ما تحت الميزاب:

ألف: عن محمد بن عبد الرحمن العبدی قال: رأيت عكرمة بن خالد وأبا جعفر وعكرمة مولى

ابن عباس يلتزمون ما بين الركن وباب الكعبة ورأيتهم ما تحت الميزاب في الحجر. رواها ابن

أبي شيبة في "المصنف" (236/3)

ب: قال المرداوي:

قوله: (وإذا فرغ من الوداع: وقف في الملتزم، بين الركن والباب) وهذا بلا نزاع بين الأصحاب.

وذكر أحمد: أنه يأتي الحطيم أيضا وهو تحت الميزاب فيدعو.

"الإنصاف" (53/4)

☆ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین میزاب رحمت کے نیچے بھی خانہ کعبہ سے چمٹ کر دعا مانگا کرتے تھے۔

۳. خانہ کعبہ کی پچھلی طرف چٹنا

رکن یمانی کی جانب یعنی خانہ کعبہ کے دروازے کی پچھلی طرف چٹنا بھی روایات سے ثابت ہے۔

ما جاء فيمن كان يلتزم دبر الكعبة .

(1) حدثنا أبو بكر قال حدثنا وكيع عن سفيان عن أبي إسحاق قال: رأيت عمرو بن ميمون يلتزم دبر الكعبة.

(2) حدثنا أبو بكر قال حدثنا وكيع عن نافع بن عمر عن ابن أبي مليكة عن عمر بن عبد العزيز أنه أتى دبر الكعبة يستعيز.

(3) حدثنا أبو بكر قال حدثنا معن بن عيسى عن محمد بن صالح قال: رأيت القاسم يلتزم خلف الكعبة.

(4) حدثنا أبو بكر قال حدثنا أبو يحيى الرازي عن حنظلة قال: رأيت القاسم يتعوذ في دبر الكعبة ويقول: اللهم إني أعوذ بك من بأسك ونقمتك وسلطانك.

(5) حدثنا أبو بكر قال حدثنا معن بن عيسى عن ثابت بن قيس قال: رأيت نافع بن جبیر يلتزم ما بين الحجر والباب وخلف الكعبة، كل قد رأيت.

(6) حدثنا أبو بكر قال حدثنا ابن عيسى عن خالد بن أبي بكر قال: رأيت عبيد الله بن عبد الله يلتزم خلف الكعبة مما يلي المغرب يلصق بها صدره.

(7) حدثنا أبو بكر قال حدثنا حميد بن عبد الرحمن عن حسن عن أبي إسحاق قال: رأيت عمرو بن ميمون قد التزم الكعبة وألصق بطنه من مؤخرها من الجانب الذي يلي الركن اليماني.

(8) حدثنا أبو بكر قال حدثنا وكيع عن إسرائيل عن جابر عن عبد الرحمن بن الأسود أن أباه كان يلتزم دبر الكعبة.

(9) حدثنا أبو بكر قال حدثنا عبد الله بن إدريس عن الأعمش قال: رأيت أبا بكر بن عبد الرحمن يلتزم مؤخر الكعبة.

مصنف ابن أبي شيبة" (237/3، 238)

اس جانب سے خانہ کعبہ سے چمٹنا اور دعا مانگنا اکابرین امت سے ثابت ہے۔

۴. جہاں جگہ مل جائے وہاں خانہ کعبہ سے چمٹنا

والقول الرابع: هو جواز التزام كل بقعة في بناء الكعبة، والعجيب أن هذا مع عدم شهرته له ما يؤيده من صحيح السنة المرفوعة، وهو يدل على أن فعل الصحابة والسلف لم يكن بقصد التخصيص، بل حسبما اشتهر أو تيسر لهم.

ألف: عن أسامة بن زيد قال: دخلت مع رسول الله ﷺ البيت فجلس فحمد الله وأثنى عليه وكبر وهلل، ثم قام إلى ما بين يديه من البيت، فوضع صدره عليه وخده ويديه، ثم هلل وكبر ودعا، ثم فعل ذلك بالأركان كلها، ثم خرج فأقبل على القبلة وهو على الباب، فقال: هذه القبلة، هذه القبلة مرتين أو ثلاثة.

ب: وعن أسامة بن زيد ثم أنه دخل هو ورسول الله ﷺ البيت فأمر بلالا فأجاف الباب والبيت إذ ذاك على ستة أعمدة فمضى حتى أتى الاسطوانتين اللتين تليان الباب باب الكعبة، والحاصل فحمد الله وأثنى عليه وسأله واستغفره ثم قام حتى أتى ما استقبل من دبر الكعبة فوضع وجهه وجسده على الكعبة فحمد الله وأثنى عليه وسأله واستغفره ثم انصرف حتى أتى كل ركن من أركان البيت فاستقبله بالتكبير والتهليل والتسبيح والثناء على الله عز وجل والاستغفار والمسألة ثم خرج فصلى ركعتين خارجا من البيت مستقبل وجه الكعبة ثم انصرف فقال هذه القبلة هذه القبلة.

-مسند أحمد (147/36)، (36 / 152، 151)

-والنسائي (2915) و (2917)

-وصححه ابن خزيمة (3004) و (3005)

قال الشوكاني:

قوله: "ثم فعل ذلك بالأركان كلها" فيه دليل على مشروعية وضع الصدر والخذ على جميع الأركان مع التهليل والتكبير والدعاء.

"نيل الأوطار" (105/5)

وهذا الفعل منه ﷺ وإن كان داخل الكعبة فالظاهر أنه لا فرق بينه وبين خارجها، ولعل هذا أن يكون مستند الصحابة والسلف في فعلهم، والله أعلم.
تخریج أشهر ما ورد فيه مرفوعاً وموقوفاً.

ألف: حديث عبد الرحمن بن أبي صفوان:

عن عبد الرحمن بن صفوان قال: لما فتح رسول الله ﷺ مكة قلت: لألبسن ثيابي، وكانت داري على الطريق فلأنظرن كيف يصنع رسول الله ﷺ، فانطلقت فرأيت النبي ﷺ قد خرج من الكعبة هو وأصحابه وقد استلموا البيت من الباب إلى الحطيم وقد وضعوا خدودهم على البيت ورسول الله ﷺ وسطهم.

-رواه أبو داود (1898)

-وأحمد (15124)

-والبيهقي (92/5)

وفيه: يزيد بن أبي زياد، ضعفه ابن معين وأبو حاتم وأبو زرعة وغيرهم.
انظر "الجرح والتعديل" (265/9)

آپ علیہ السلام کا اپنے اصحاب کے ساتھ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لا کر بغیر کسی تخصیص اور تعین کے خانہ کعبہ سے چمٹنا اور اپنا گال خانہ کعبہ پر رکھنا اور دعا مانگنا صحیح روایات سے ثابت ہے۔

• دعائے مانگنی چاہیے

اس کے متعلق صحابہ اور اکابرین امت کا معمول مختلف رہا ہے، بعض حضرات مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر خانہ کعبہ سے چمٹ کر دعا مانگتے تھے اور بعض حضرات مکہ سے رخصت ہوتے وقت چمٹ کر دعا مانگتے تھے۔

ورد ما يدل على أنه يفعل عند القدوم، وعند الوداع، وفي كل وقت، والأكثر من الصحابة على الأول، ومن الفقهاء على الثاني، ومن السلف على الثالث.

• دخول مکہ کے وقت دعا مانگنا

• قال شيخ الإسلام ابن تيمية:

وإن أحب أن يأتي الملتزم وهو ما بين الحجر الأسود والباب فيضع عليه صدره ووجهه وذراعيه وكفيه ويدعو ويسأل الله تعالى حاجته: فعل ذلك، وله أن يفعل ذلك قبل طواف الوداع؛ فإن هذا الالتزام لا فرق بين أن يكون حال الوداع، أو غيره، والصحابة كانوا يفعلون ذلك حين يدخلون مكة. "مجموع الفتاوى" (142/26)

• آمام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا عمل

امام اعظم رحمہ اللہ جب مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو پہلے طواف کرتے پھر اس کے بعد خانہ کعبہ سے چمٹ کر دعائیں لگاتے تھے۔

• وقال الكاساني:

وذكر الطحاوي في مختصره عن أبي حنيفة أنه إذا فرغ من طواف الصدر يأتي المقام فيصلي عنده ركعتين ثم يأتي زمزم فيشرب من ماءها، ويصب على وجهه ورأسه ثم يأتي الملتزم، وهو ما بين الحجر الأسود والباب، فيضع صدره وجبهته عليه، ويتشبث بأستار الكعبة، ويدعو ثم يرجع.

"بدائع الصنائع" (161/2)

• آمام شافعی رحمہ اللہ کا عمل

امام شافعی رحمہ اللہ مکہ سے رخصت ہوتے وقت خانہ کعبہ سے چمٹنے کو پسند فرماتے تھے۔

• وقال الامام الشافعي رحمه الله:

وأحب له إذا ودع البيت أن يقف في الملتزم وهو بين الركن والباب فيقول: اللهم إن البيت بيتك والعبد عبدك....

• علماء حرمین کا موقف

علامہ ابن عثیمین فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کوئی عمل تو نہیں ملتا البتہ بعض صحابہ کا عمل ضرور ملتا ہے، لہذا اس طرح کسی بھی موقع پر کسی کو تنگی اور اذیت دیئے بغیر کعبہ سے چمٹنے میں کوئی حرج نہیں۔

• قال الشيخ ابن العثيمين:

وهذه مسألة اختلف فيها العلماء مع أنها لم ترد عن النبي ﷺ، وإنما عن بعض الصحابة رضي الله عنهم، فهل الالتزام سنة؟ ومتى وقته؟ وهل هو عند القدوم، أو عند المغادرة، أو في كل وقت؟

وسبب الخلاف بين العلماء في هذا: أنه لم ترد فيه سنة عن النبي ﷺ، لكن الصحابة رضي الله عنهم كانوا يفعلون ذلك عند القدوم. والفقهاء قالوا: يفعله عند المغادرة فيلتزم في الملتزم، وهو ما بين الركن الذي فيه الحجر والباب... وعلى هذا: فالالتزام لا بأس به ما لم يكن فيه أذية وضيق. "الشرح الممتع" (402/7، 403)

خلاصہ کلام

اگرچہ پہلی نظر کے متعلق روایات ثابت نہیں لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ جب انسان پہلی بار خانہ کعبہ کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر ایک ہیبت، خوف اور شوق کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور یہ تمام کیفیات دعا کی قبولیت کیلئے مطلوب ہیں، لہذا اگرچہ اس وقت دعا کے مانگنے کو سنت عمل نہ کہا جائے لیکن دعا ضرور مانگنی چاہیے، اور یہ صرف پہلی نظر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جب بھی خانہ کعبہ پر نظر پڑے انسان پر کیفیت طاری ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے۔

- هل يصح أن للإنسان دعوة مستجابة عند أول رؤية له للكعبة الشريفة؟
- قال العلامة المناوي رحمه الله في فيض القدير: (وعند رؤية الكعبة: يحتمل أن المراد أول ما يقع عليها بصر القادم إليها، ويحتمل أن المراد ما يشمل دوام مشاهدتها...
- قال الغزالي: شرف الأوقات يرجع بالحقيقة إلى شرف الحالات.

والخلاصة:

لم يصح حديث في استجابة الدعاء عند أول رؤية للكعبة، إلا أن ذلك الموقف مهيب حقا تخشع فيه القلوب، فمرجو أن يكون هذا الموقف وتلك الحالة من مواطن استجابة الدعاء.

والله تعالى أعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 33

یمن کے بادشاہ تبع حمیری کا قصہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار سال پہلے یمن کا بادشاہ تبع حمیری تھا، ایک مرتبہ وہ اپنی سلطنت کے دورہ کو نکلا، بارہ ہزار عالم اور حکیم اور ایک لاکھ بتیں ہزار سوار، ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لئے ہوئے اس شان سے نکلا کہ جہاں بھی پہنچتا اس کی شاہی شان و شوکت دیکھ کر مخلوق خدا چاروں طرف نظارہ کو جمع ہو جاتی تھی، یہ بادشاہ جب دورہ کرتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا تو اہل مکہ میں سے کوئی اسے دیکھنے نہ آیا۔ بادشاہ حیران ہوا اور اپنے وزیر اعظم سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس شہر میں ایک گھر ہے جسے بیت اللہ کہتے ہیں، اس کی اور اس کے خادموں کی جو یہاں کے باشندے ہیں تمام لوگ بے حد تعظیم کرتے ہیں اور جتنا آپ کا لشکر ہے اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کی خدمت کر کے چلے جاتے ہیں، پھر آپ کا لشکر ان کے خیال میں کیوں آئے۔ یہ سن کر بادشاہ کو غصہ آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں اس گھر کو کھدوا دوں گا اور یہاں کے باشندوں کو قتل کروا دوں گا، یہ کہنا تھا کہ بادشاہ کے ناک، منہ اور آنکھوں سے خون بہنا شروع ہو گیا اور ایسا بدبودار مادہ بہنے لگا کہ اس کے پاس بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی، اس مرض کا علاج کیا گیا مگر افاقہ نہ ہوا، شام کے وقت بادشاہی علماء میں سے ایک عالم ربانی تشریف لائے اور نبض دیکھ کر فرمایا، مرض آسمانی ہے اور علاج زمین کا ہو رہا ہے، اے بادشاہ! آپ نے اگر کوئی بری نیت کی ہے تو فوراً اس سے توبہ کریں، بادشاہ نے دل ہی دل میں بیت اللہ شریف اور خدام کعبہ کے متعلق اپنے ارادے سے توبہ کی، توبہ کرتے ہی اس کا وہ خون اور مادہ بہنا بند ہو گیا، اور پھر صحت کی خوشی میں اس نے بیت اللہ شریف کو ریشمی غلاف چڑھایا اور شہر کے ہر باشندے کو سات سات اشرفی اور سات سات ریشمی جوڑے نذر کئے۔

پھر یہاں سے چل کر مدینہ منورہ پہنچا تو ہمراہی علماء نے جو کتب سماویہ کے عالم تھے وہاں کی مٹی کو سونگھا اور کنکریوں کو دیکھا اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ کی جو علامتیں انھوں نے پڑھی تھیں، ان کے مطابق اس سرزمین کو پایا تو باہم عہد کر لیا کہ ہم یہاں ہی مرجائیں گے مگر اس سرزمین کو نہ چھوڑیں گے، اگر ہماری قسمت نے یاوری کی تو کبھی نہ کبھی جب نبی

آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو ہمیں بھی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے گا ورنہ ہماری قبروں پر تو ضرور کبھی نہ کبھی ان کی جوتیوں کی مقدس خاک اڑ کر پڑ جائے گی جو ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔

یہ سن کر بادشاہ نے ان عالموں کے واسطے چار سو مکان بنوائے اور اس بڑے عالم ربانی کے مکان کے پاس حضور کی خاطر ایک دو منزلہ عمدہ مکان تعمیر کروایا اور وصیت کر دی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو یہ مکان آپ کی آرام گاہ ہو اور ان چار سو علماء کی کافی مالی امداد بھی کی اور کہا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو اور پھر اس بڑے عالم ربانی کو ایک خط لکھ کر دے دیا اور کہا کہ میرا یہ خط اس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا اور اگر زندگی بھر تمہیں حضور کی زیارت کا موقع نہ ملے تو اپنی اولاد کو وصیت کر دینا کہ نسلاً بعد نسل میرا یہ خط محفوظ رکھیں حتیٰ کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے یہ کہہ کر بادشاہ وہاں سے چل دیا۔

وہ خط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک ہزار سال بعد پیش ہوا جس میں لکھا تھا:

”مکترین مخلوق تبع اول حمیری کی طرف سے شفیع المذنبین سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

اما بعد: اے اللہ کے حبیب! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور جو کتاب آپ پر نازل ہوگی اس پر بھی ایمان لاتا ہوں اور میں آپ کے دین پر ہوں، پس اگر مجھے آپ کی زیارت کا موقع مل گیا تو بہت اچھا و غنیمت، اور اگر میں آپ کی زیارت نہ کر سکا تو میری شفاعت فرمانا اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کرنا، میں آپ کی پہلی امت میں سے ہوں اور آپ کے ساتھ آپ کی آمد سے پہلے ہی بیعت کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔“

شاہ یمن کا یہ خط دست بدست مع وصیت کے اس بڑے عالم ربانی کی اولاد میں سے حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ نے وہ خط اپنے غلام خاص ابولیلی کی تحویل میں رکھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی اور مدینہ کی الوداعی گھاٹی مثنیات کی گھاٹیوں سے آپ کی اونٹنی نمودار ہوئی اور مدینہ کے خوش نصیب لوگ محبوب خدا کا استقبال کرنے کو جوق در جوق آ رہے تھے اور کوئی اپنے مکانوں کو سجا رہا تھا تو کوئی گلیوں اور سڑکوں کو صاف کر رہا تھا اور کوئی دعوت کا انتظام کر رہا تھا اور سب یہی اصرار کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہوگی، چنانچہ

جو دو منزلہ مکان شاہ یمن تبع حمیری نے حضور کی خاطر بنوایا تھا وہ اس وقت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تھا، اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جا کر ٹھہر گئی۔ لوگوں نے ابو لیلیٰ کو بھیجا کہ جاؤ حضور کو شاہ یمن تبع حمیری کا خط دے آؤ، جب ابو لیلیٰ حاضر ہوا تو حضور نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تو ابو لیلیٰ ہے؟ یہ سن کر ابو لیلیٰ حیران ہو گیا۔ حضور نے فرمایا میں محمد رسول اللہ ہوں، شاہ یمن کا جو خط تمہارے پاس ہے لاؤ وہ مجھے دو، چنانچہ ابو لیلیٰ نے وہ خط دیا، حضور نے پڑھ کر فرمایا، صالح بھائی تبع کو آفرین و شاباش ہے۔

سبحان اللہ!

بحوالہ کتب:

۱. میزان الادیان.
۲. کتاب المستطرف.
۳. حجة اللہ علی العالمین.
۴. تاریخ ابن عساکر.

الجواب باسمہ تعالیٰ

اس قصے پر تبصرہ کرنے سے پہلے اس شخص کا تعارف، اس کا اصلی وطن اور اس کے مسلمان یا غیر مسلم ہونے کے بارے میں بات کی جائیگی۔

تبع الحمیری کا نام

ان کا نام اسعد الیمانی تھا اور اس کا تعلق عرب ہی سے تھا اور ملک یمن میں سباقوم کا حاکم تھا۔ اس قوم کے حاکم کا نام تبع رکھا جاتا تھا جیسے مصر کے بادشاہ کا نام فرعون رکھا جاتا تھا۔

تبع الحمیری کا مختصر واقعہ

یہ شخص یمن سے شہروں کو فتح کرتے ہوئے مدینہ پہنچا؛ یہاں اسکو علمائے تورات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خوشخبری سنائی اور آپ علیہ السلام کی نشانیاں بتائیں اور مدینہ پر حملہ کرنے سے روکا۔
تبع الحمیری نے اوس اور خزرج (دو آدمی یا دو قبیلوں) کو یہاں آباد کیا اور ان کو ایک خط دیا جس میں کچھ اشعار لکھے ہوئے تھے۔
یہ خط اور اشعار حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ہجرت کے وقت محفوظ تھے۔
تبع الحمیری یمن واپس جاتے ہوئے مکہ سے گذرا اور وہاں عبادت کی اور لوگوں کا خوب اکرام کیا اور وہیں پر خواب دیکھا کہ خانہ کعبہ کو غلاف پہنا رہا ہے تو اس نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا۔

تبع الحمیری کا زمانہ

اس کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے 700 سال پہلے ہوا۔

تبع الحمیری کا مذہب

روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تبع الحمیری مسلمان تھا اور حالت ایمان پر اس دنیا سے رخصت ہوا۔

اس تمام مضمون کے حوالے مندرجہ ذیل ہیں

قصۃ تبع الأوسط الحمیری:

تبع کا نام

تبع الأوسط الحمیری؛ واسمہ أسعد الیمانی؛ کان رجلاً من العرب ذکر فی القرآن الکریم فی سورة الدخان بقوله تعالى: {أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ}. (سورة الدخان: 37)
كانت حِمْيَرٌ -وهم سبأ- كلما ملك فيهم رجل سموه "تُبَّعًا"، كما يقال: كسرى: لمن ملك الفرس، وقیصر: لمن ملك الروم، وفرعون: لمن ملك مصر كافراً، والنجاشي: لمن ملك الحبشة، وغير ذلك.

تبع کا سفر مدینہ

وكان من قصة تبع، أنه أقبل يفتح المدائن حتى نزل المدينة، فجمع أحبارهم وعلماءهم، فأخبروه أنه سيخرج نبي من بني إسماعيل، مولده بمكة، وهذه -أي المدينة المنورة- دار هجرته اسمه أحمد، وأخبروه أنه لا يدركه، قال: وما صفته؟ قيل له: رجل ليس بالقصير ولا بالطويل، في عينيه حمرة يركب البعير ويلبس الشملة، سيفه على عاتقه، ولا يبالي من لاقى حتى يظهر أمره. فقال تبع: ما إلى هذا البلد من سبيل وما كان ليكون خرابها على يدي.

وفي بعض الروايات: فبينما تبع على ذلك من قتالهم، إذ جاءه عالمان من علماء المسلمين على شريعة موسى عليه السلام من بني قريظة، عالمان راسخان، حين سمعا بما يريد من إهلاك المدينة وأهلها، فقالوا له: أيها الملك لا تفعل فإنك إن أبيت إلا ما تريد حيل بينك وبينها، ولم نأمن عليك حل العقوبة. فقال لهما: ولم ذلك؟ قالوا: هي مهاجر نبي، يخرج من هذا الحرم (المكي) من قريش في آخر الزمان، تكون (المدينة) داره وقراره، فتناهي عن ذلك، ورأى أن لهما علمًا، وأعجبه ما سمع منهما، فانصرف عن المدينة، واتبعهما على دينهما.

تبع الحميري كاوس و خزرج كوثرنا

وقال تبع للأوس والخزرج: أقيموا بهذا البلد، فإن خرج فيكم، فأزروه وصدقوه، وإن لم يخرج، فأوصوا بذلك أولادكم. وقال شعرا أودعه عند أهلها فكانوا يتوارثونه كابر عن كابر، إلى أن هاجر النبي ﷺ فأدوه إليه. ويقال: كان الكتاب والشعر عند أبي أيوب خالد بن زيد الأنصاري، وهو أول من نزل عنده النبي ﷺ في المدينة المنورة، وفيه:

تبع کے اشعار

"شهدت على أحمد أنه رسول

شهدت على أحمد أنه رسول

من الله باري النسم

فلو مد عمري إلى عمره

لكنت وزيراً له وابن عم

وجاهدت بالسيف أعداءه

وفرجت عن صدره كل غم

تبع الحمیری کا مکہ جانا

فرجع تبع منصرفا إلى اليمن، وأثناء رجوعه مر على مكة المكرمة، فطاف في البيت ونحر عنده وحلق رأسه وأقام فيها مدة، ينحر بها للناس ويطعم أهلها ويسقيهم العسل. أُرِي في المنام أن يكسوا البيت -أي الكعبة- فكساه، وأوصى به ولاته وأمرهم بتطهيره، وجعل له بابا ومفتاحا. وتوفي قبل مبعث رسول الله ﷺ بنحو من سبعمئة عام.

تبع الحمیری کا اسلام

- أخرج أحمد والطبراني وابن أبي حاتم وابن مردويه، عن سهل بن سعد الساعدي ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: "لا تسبوا تبعاً فإنه كان قد أسلم."
- أخرج ابن مردويه عن أبي هريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: "لا تسبوا أسعد الحميري، وقال: هو أول من كسا الكعبة."
- وأخرج الحاكم وصححه عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان تبع رجلاً صالحاً، ألا ترى أن الله ذم قومه ولم يذمه.
- وأخرج ابن المنذر وابن عساكر، عن سعيد بن جبیر قال: إن تبعاً كسا البيت.

تبع الحمیری کا لشکر

تبع الحمیری کا لشکر جب صف بندی کرتا تھا تو صنعا سے دمشق تک گھوڑے کھڑے ہوتے۔

- وأخرج ابن عساكر، عن سعيد بن عبدالعزيز قال: كان تبع إذا عرض الخيل قاموا صفا من دمشق إلى صنعاء اليمن.
- وذكر الزجاج وابن أبي الدنيا في كتاب القبور وغيرهما أنه حُفِرَ قبر بصنعاء، في الإسلام، فوجد فيه امرأتان صحيان، وعند رؤوسهما لوح من فضة مكتوب فيه

- بالذهب: "هذا قبر حُبِّي ولميس ابنتي تبع، ماتتا وهما يشهدان أن لا إله إلا الله ولا يشركان به شيئاً وعلى ذلك مات الصالحون قبلهما"... اهـ
- عن عائشة أنها قالت: كان تُبْعُ رجلاً صالحاً، ألا ترى أن الله عز وجل ذم قومه ولم يذمه.
 - الراوي: عروة بن الزبير.
 - المحدث: الألباني.
 - المصدر: السلسلة الصحيحة.
 - الصفحة أو الرقم: 549/5
 - خلاصة حكم المحدث: صحيح على شرط الشيخين.
 - نهى رسول الله ﷺ عن سب أسعد الحميري وقال: هو أول من كسا البيت.
 - الراوي: أبو هريرة.
 - المحدث: البوصيري .
 - المصدر: إتحاف الخيرة المهرة.
 - الصفحة أو الرقم: 195/3
 - خلاصة حكم المحدث: [فيه] محمد بن عمر الواقدي وهو ضعيف.
 - نهى رسول الله ﷺ عليه وسلم عن سب أسعد الحميري، وقال: هو أول من كسا البيت.
 - الراوي: أبو هريرة.
 - المحدث: ابن حجر العسقلاني.
 - المصدر: المطالب العالية.
 - الصفحة أو الرقم: 61/2
 - خلاصة حكم المحدث: تفرد به (الواقدي)، وهو ضعيف.
 - لا تسبوا تبعاً فإنه قد أسلم.
 - الراوي: عبد الله بن عباس.

-المحدث: الهيثي.

-المصدر: مجمع الزوائد.

-الصفحة أو الرقم: 79/8

-خلاصة حكم المحدث: فيه أحمد بن أبي برة المكي ولم أعرفه، وبقيّة رجاله ثقات.

اردو میں نقل شدہ مضمون کی تحقیق

1. اس کا زمانہ حضور سے ہزار سال قبل کا لکھا گیا حالانکہ معتبر تاریخ 700 سال کی ہے۔
 2. تیج الحمیری کا لشکر بہت بڑا ہوتا تھا لیکن ہر ہر شخص کی تفصیل قابل غور ہیں۔
 3. مکہ مکرمہ کا جو واقعہ لکھا گیا ہے معتبر کتابوں میں ایسا نقل نہیں کیا گیا۔
 4. بادشاہ کا پہلے مدینہ جانا زیادہ صحیح ہے جبکہ یہاں پر بعد میں مدینہ جانے کا ذکر ہے۔
- وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ کلام

یہ واقعہ فی نفسہ ایک تاریخی اور اسرائیلی واقعہ ہے لہذا اس کے صحیح یا غلط ہونے پر بہت زیادہ کلام مناسب نہیں، بس اتنا کہنا چاہوں گا کہ مترجم نے کچھ قصہ گوئی کا طریقہ اختیار کر کے اس واقعہ کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے، باقی فی نفسہ یہ واقعہ کتب تاریخ میں ملتا ہے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 34

فجر کے بعد سونا

سوال: فجر کے بعد سونے کے متعلق کیا حکم ہے اور اس کے بارے میں حضرت فاطمہ کی ایک روایت کا حوالہ دیا جاتا ہے اس کا حکم بھی بتادیں۔

الجواب باسمہ تعالیٰ

اس سوال کے جواب میں تین امور ضروری ہیں:

1. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل۔
2. اس وقت سونے کا شرعی حکم۔
3. اس کے بارے میں وارد شدہ روایات کی حیثیت۔

• حضور علیہ السلام کا فجر کے بعد عمل

آپ علیہ السلام عموماً فجر کے بعد مسجد ہی میں بیٹھ کر یا تو صحابہ سے دینی یا دنیاوی امور پر بات چیت فرماتے یا ذکر میں مشغول رہتے۔

1. عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال: كان النبي ﷺ إذا صلى الفجر تربع في مجلسه حتى تطلع الشمس حسنا.

(رواه مسلم وأبو داود والترمذي والنسائي)

والطبراني ولفظه "كان إذا صلى الصبح جلس يذكر الله حتى تطلع الشمس".

2. وابن خزيمة في صحيحه ولفظه قال: عن سماك أنه سأل جابر بن سمرة كيف كان رسول الله ﷺ يصنع إذا صلى الصبح؟ قال: كان يقعد في مصلاه إذا صلى الصبح حتى تطلع الشمس.
- قال الشيخ الألباني رحمه الله: صحيح
3. وعن جابر بن سمرة قال: كان النبي ﷺ إذا صلى الفجر تربع في مجلسه حتى تطلع الشمس حسناء. (رواه أبو داود بسند صحيح)
4. وعن جابر بن سمرة قال: كان رسول الله ﷺ لا يقوم من مصلاه الذي يصلي فيه الصبح حتى تطلع الشمس، فإذا طلعت الشمس قام وكانوا يتحدثون فيأخذون في أمر الجاهلية فيضحكون وابتسم ﷺ. (رواه مسلم)
- وفي رواية للترمذي: "يتناشدون الشعر".

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

• حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

قال عمر رضي الله عنه: اياك و نومة الغداة فإنها مبخرة مجفرة مجعرة.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نیند سے منع فرماتے تھے کہ یہ نیند جسمانی بخار کو بڑھاتی ہے، انسان کو سست کرتی ہے اور طبیعت میں خشکی پیدا کرتی ہے۔

• حضرت علی رضی اللہ عنہ

قال علي رضي الله عنه: "من الجهل النوم اول النهار" یعنی صبح کا سونا جہالت ہے۔

• حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل

عن عائشة رضي الله عنها انها كانت تنام بعد طلوع الشمس.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سورج طلوع ہونے کے بعد آرام فرماتی تھیں۔

• صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول بھی فجر کے بعد نہ سونے کا تھا۔

بلکہ عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تو اس وقت گھر والوں کو بھی سونے نہیں دیتے تھے۔

صح في مسلم عن أبي وائل أنه قال: غدونا على عبد الله بن مسعود يوماً بعد ما صلينا الغداة فسلمنا بالباب فأذن لنا، قال: فمكثنا بالباب هنية، قال: فخرجت الجارية فقالت ألا تدخلون؟ فدخلنا، فإذا هو جالس يسبح، فقال: ما منعكم أن تدخلوا وقد أذن لكم؟ فقلنا لا إلا أننا ظننا أن بعض أهل البيت نائم؛ قال: ظننتم بآل ابن أم عبد غفلة؟ قال: ثم أقبل يسبح حتى ظن أن الشمس قد طلعت، فقال: يا جارية! انظري هل طلعت؟.... الحديث!

• عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

وفي رابع عشر المجالسة من جهة ابن الأعرابي قال: مر ابن عباس بابنه الفضل وهو نائم نومة الضحى فركضه برجله وقال: قم إنك لنائم الساعة التي يقسم الله فيها الرزق لعباده؛ أو ما سمعت ما قالت العرب فيها؟ قال: وما قالت العرب يا أبت؟ قال: زعمت أنها مكسلة مہرمة منساة للحاجة؛ ثم يابني! نوم النهار على ثلاثة: نوم محق وهي نومة الضحى ونومة الخلق وهي التي روى (قليلوا فان الشياطين لا تقيل) ونومة الخرق وهي نومة بعد العصر لا ينامها إلا سكران أو مجنون... انتهى

وهذا الأخير عنده أيضا بجانبه عن خوات بن جبير قال: نوم أول النهار خرق وأوسطه خلق وآخره حمق.

• اکابرین امت کا معمول

اکابرین امت بھی فجر کے وقت سونے کو پسند نہیں کرتے اور اسی طرح عصر کے بعد سونے کو بھی ناپسند کرتے تھے کہ فجر کے بعد سونا سستی اور رزق میں تنگی کا باعث بنتا ہے۔

كان السلف يكرهون النوم بعد صلاة الصبح، وبعد صلاة العصر، حتى إن الإمام أحمد رحمة الله عليه كان يكره النوم بعد العصر، وقال: كانوا يخافون على عقل الإنسان، وذكروا عن رجل أنه حذر أخاه من النوم بعد صلاة العصر، فقال له: إني أخشى على عقلك، فقال له رجل مجنون: لا تصدقه، فإني ما تركتها -يعني هذه النومة- فالنوم بعد صلاة العصر لا يمدحونه، وما بعد الفجر قيل: إنها ساعة البركة، لما ثبت في الحديث الصحيح عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: (بورك لأمتي في بكورها) فإذا كان عندك بحث، أو رسالة أو طلب علم، وبكرت وابتكرت وجدت خيرا كثيرا، وهكذا لو كانت عندك أعمال من الدنيا. وما محقت البركة في كثير من أعمال الناس وأوقاتهم إلا بسبب إضاعة البكورة.

• علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب "زاد المعاد" میں تحریر فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت سونا بہت گھٹیا عمل ہے اور یہ بہت ساری بیماریوں کا سبب ہے، مثلاً سستی، رنگ کا پھیکا ہو جانا، جگر کی بیماریوں کا سبب وغیرہ...

• فجر کے بعد سونے کا حکم

ان روایات اور آثار کو دیکھ کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سونا اگرچہ محبوب اور پسندیدہ عمل نہیں لیکن اس وقت سونے کے بارے میں حرام یا ناجائز ہونے کا فتویٰ بھی کسی نے نہیں دیا، بلکہ اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے سو جائے تو گناہ گار بھی نہیں، اگرچہ نہ سونا ہی اصل اور مطلوب ہے۔

• حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا والی روایت کا درجہ

يا بنية! قومي، فاشهدي رزق ربك عزوجل، ولا تكوني من الغافلين؛ فإن الله عز وجل يقسم أرزاق الناس ما بين طلوع الفجر إلى طلوع الشمس
-أخرجه ابن بشران في "الأمالی" (ق 1/39)

-والبیہقی فی "الشعب" (2/ 35 / 1-2) کلاہما من طریق المشمل بن ملحان القیسی: حدثنا عبد الملك بن هارون بن عنترة عن أبيه عن جده عن فاطمة بنت محمد رضي الله عنها قالت: مر بي رسول الله ﷺ وأنا مضطجعة متصبحة، فحركني برجله، ثم قال: فذكره. وقال البيهقي: إسناده ضعيف.

اس روایت کو علامہ بیہقی نے اور علامہ منذری نے نقل کیا اور اس کی سند پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے لیکن اس روایت کی سند میں عبد الملك بن هارون نامی شخص ہے جس کے بارے میں ائمہ حدیث نے کچھ ایسا کلام کیا ہے:

- عبد الملك بن هارون متهم بالكذب.

- فقال يحيى: كذاب.

- وقال البخاري: منكر الحديث.

- وقال ابن حبان (2/ 133): كان ممن يضع الحديث، لا يحل كتابة حديثه إلا على جهة الاعتبار. والمشمعل بن ملحان؛ صدوق يخطيء؛ كما في "التقريب".

- قلت: وقد خالفه في إسناده إسماعيل بن مبشر بن عبد الله الجوهری عن عبد الملك بن هارون بن عنترة عن أبيه عن جده عن علي قال: دخل رسول الله ﷺ على فاطمة بعد أن صلى الصبح وهي نائمة ... فذكر معناه. (رواه البيهقي)

- قلت: وإسماعيل هذا؛ لم أجد له ترجمة الآن.

والحديث؛ أشار المنذري في "الترغيب" (3/ 5) لضعفه؛ وعزاه للبيهقي وحده.

- (6991 لا تناموا عن طلب أرزاقكم فيما بين صلاة الفجر إلى طلوع الشمس). منكر جداً

أخرجه الديلمي في "مسند الفردوس" (3/ 161) من طريق الأصبغ بن نباتة عن أنس رفعه،

قال: فسئل أنس عن معنى هذا الحديث؛ فقال: تسبح وتكبر، وتستغفر سبعين مرة؛ فعند ذلك ينزل الرزق.

قلت: وهذا إسناده ضعيف جداً

"الأصبغ بن نباتة"

-قال الذهبي في "المغني": وإِ غَالٍ في تشيعه، تركه النسائي.

-وقال ابن معين: ليس بثقة.

-وقال الحافظ: "متروك رمي بالرفض."

وقد روي من طريق أخرى عن أنس مختصراً بلفظ: "الصُّبْحَةُ تَمْنَعُ الرِّزْقَ". وهو ضعيف جداً... كما سبق تحقيقه.

روایت کے شواہد

اس معنی کو تقویت دینے والی وہ روایات ہیں جن میں صبح کی نیند کو رزق کی تنگی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

• نَوْمُ الصُّبْحَةِ يَمْنَعُ الرِّزْقَ.

- الراوي: عثمان بن عفان.

- المحدث: المنذري.

- المصدر: الترغيب والترهيب.

- الصفحة أو الرقم: 6/3

- خلاصة حكم المحدث: ظاهر النكارة.

• الصُّبْحَةُ تَمْنَعُ الرِّزْقَ.

- الراوي: عثمان بن عفان.

- المحدث: الذهبي.

- المصدر: ترتيب الموضوعات.

• الصُّبْحَةُ تَمْنَعُ الرِّزْقَ.

- الراوي: عثمان بن عفان.

- المحدث: الذهبي.

- المصدر: تلخيص العلل المتناهية.

- الصفحة أو الرقم: 243

- خلاصة حكم المحدث: [فيه] ابن أبي فروة يعني إسحاق المتروك و[فيه] إسماعيل عن

الحجازيين واه.

یہ تمام روایات بھی سند کے اعتبار سے بہت ہی کمزور اور ناقابل بیان ہیں۔

خلاصہ کلام

صبح کی نیند کے ممنوع ہونے کے بارے میں صراحتاً جو روایات وارد ہیں وہ اگرچہ سند کے اعتبار سے بہت ضعیف ہیں لیکن عمومی روایات اور عمل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صبح کی نیند ناپسندیدہ عمل ہے لہذا اس سے اجتناب کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے، البتہ عذر کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے، اور اس کے متعلق صحیح روایات اور صحابہ کرام کا عمل موجود ہے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 35

شوہر کیلئے مرنے کے بعد بیوی کو غسل دینے کا حکم

سوال: شوہر کیلئے مرنے کے بعد بیوی کو غسل دینے کا حکم.

الجواب باسمہ تعالیٰ

اس مسئلے میں کچھ امور وضاحت طلب ہیں:

(1) بیوی کا شوہر کو غسل دینا.

(2) شوہر کا بیوی کو غسل دینا.

(3) فقہائے کرام کا اختلاف.

(4) روایات پر کلام.

(1) بیوی کا شوہر کو غسل دینا.

اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ دونوں کے درمیان نکاح باقی ہے اور اسی بنیاد پر بیوی شوہر کی عدت گزارتی ہے.

قال الإمام ابن قدامة في المغني: (مَسْأَلَةٌ: قَالَ: وَتُغَسِّلُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا، قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ الْمَرْأَةَ تُغَسِّلُ زَوْجَهَا إِذَا مَاتَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْ اسْتَقْبَلْنَا مِنْ أَمْرِنَا مَا اسْتَدْبَرْنَا؛ مَا غَسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا نِسَاؤَهُ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

وَأَوْصَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ تُغَسِّلَهُ امْرَأَتُهُ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، وَكَانَتْ صَائِمَةً، فَعَزَمَ عَلَيْهَا أَنْ تُفْطِرَ، فَلَمَّا فَرَعَتْ مِنْ غُسْلِهِ ذَكَرَتْ يَمِينَهُ، فَقَالَتْ: لَا أَتْبِعُهُ الْيَوْمَ حِنْثًا؛ فَدَعَتْ بِمَاءٍ فَشَرِبَتْ، وَأَوْصَى جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ أَنْ تُغَسِّلَهُ امْرَأَتُهُ.

● قَالَ أَحْمَدُ: لَيْسَ فِيهِ اخْتِلَافٌ بَيْنَ النَّاسِ.

• وعنہا رضي الله عنها أنها قالت -بعد موت النبي ﷺ- لو استقبلنا من أمرنا ما استدبرنا ما غسل رسول الله غير نسائه.

صحیح.

-أخرجه أبو داود (3141)

-وابن ماجه (1464)

-وابن حبان في صحيحه (6552)

-والحاكم في المستدرک (59/3)

-والبغوي في شرح السنة (1484)

-وضعه النووي في المجموع (114/5)

-وقال البوصيري في الزوائد: إسناده صحيح ورجاله ثقات.

-وحسنه الألباني في موارد الظمان (2056)

-وأخرج مالك في "الموطأ" ص 200 في "كتاب الجنائز"، "باب غسل الميت" عن عبد الله بن أبي

بكر أن أسماء بنت عميس غسلت أبا بكر الصديق حين توفي ثم خرجت فسألت من حضرها

من المهاجرين فقالت: (إني صائمة وأن هذا يوم شديد البرد فهل علي من غسل؟ فقالوا: لا)

-وأخرجه أيضاً عبد الرزاق في "المصنف" (6143)

(فتاوی محمودیہ: ج 8، صفحہ 493)

● عورت کیلئے یہ جائز ہے کہ مرنے کے بعد شوہر کو غسل اور کفن دے۔

فتاوی رحیمیہ اور احسن الفتاوی میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔

(2) شوہر کا بیوی کو غسل دینا۔

جمہور امت آئمہ ثلاثہ کے نزدیک شوہر کیلئے مرنے کے بعد بیوی کو غسل دینا جائز ہے اور احناف کے نزدیک اس کی

اجازت نہیں۔

اجازت کے قائلین:

وبہ قال من الصحابة علي ابن أبي طالب وابن عباس، وغيرهما، ومن التابعين والفقهاء سعيد بن المسيب، والحسن، والنخعي، وعطاء، وقتادة، والزهری، ويحيى بن سعيد القطان، ومالك، والليث، وعلقمة، وجابر بن زيد، وعبد الرحمن بن الأسود، وسليمان بن يسار، وأبوسلمة بن عبد الرحمن، وحماد بن أبي سليمان، والأوزاعي، والشافعي، وأحمد بن حنبل، وإسحاق.

-انظر الأوسط لابن المنذر (336/5)

-والإنتصار في مسائل الكبار لأبي الخطاب محفوظ بن أحمد الحنبلي (661-660/2)

عدم جواز کے قائلین:

المذهب الثالث: تغسله ولا يغسلها، وهو قول أبي حنيفة وأصحابه والثوري واستدلوا: ما أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف" عن مسروق قال: (ماتت امرأة لعمر فقال: إنا كنا أولى إذا كانت حية، فأما الآن فأنتم أولى بها)

-وهذا سند رجاله ثقات إلا يزيد بن أبي سليمان، وهو الكوفي، سكت عنه الذهبي.

-وقال الحافظ في التقریب: مقبول.

○ وقالوا إن الرجل لا عدة عليه وكيف يغسل امرأته وهي يحل له أن يتزوج أختها ويتزوج ابنتها إذا لم يكن دخل بها.

-الآثار لأبي الحسن الشيباني (38/2)

روایات پر کلام

جو حضرات جواز کے قائل ہیں ان کے دلائل:

۱. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور اپنا سر مبارک پکڑ کر فرمایا ہائے

میرے سر میں درد ہے؛

حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ میرے سر میں بھی شدید درد ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عائشہ تم کو کیا فکر ہے اگر تم پہلے انتقال کر جاؤ تو میں تم کو غسل دوں گا..... الی آخرہ۔

وحديث عائشة عند الدارقطني (192) أنها قالت (رجع إلي رسول الله من جنازة بقيق وأنا أجد صداعاً في رأسي، وأقول وآ رأساه فقال: (بل أنا وآ رأساه ما ضرك لو مت قبلي فغسلتك وكفنتك ثم صليت عليك ودفنتك).

-أخرجه الدارمي (37/1)

-وابن ماجه (1464)

-وأبو يعلى في المسند (4579)

-وصححه الألباني في أحكام الجنائز 67.

۲. حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ کو غسل دینا۔

حضرت فاطمہ نے اس بات کی وصیت کی تھی کہ مجھے حضرت علی غسل دینگے اور پھر انکو حضرت علی نے غسل دیا۔

غسل علي ابن أبي طالب امرأته فاطمة بنت محمد ﷺ.

-أخرجه عبد الرزاق (6177) و (6124)

-والدارقطني (79/2) رقم (12)

-والبيهقي في السنن (396/3)

-وحسنه الحافظ في تلخيص الحبير (150/2)

-والشوكاني في نيل الأوطار (54/2)

-والألباني في الإرواء (162/3)

۳. ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا عمل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ شوہر ہی بیوی کو غسل دینے کا حقدار ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں وارد ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کو غسل دیا۔

وقال ابن عباس: "الرجل أحق بغسل امرأته" وغسل ابن مسعود امرأته.

ولم یخالف غیر أصحاب الرأي.
انظر شرح السنة للبخاري (311-310/5)

● احتاف کی طرف سے جوابات

1. روایت عائشہ صدیقہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں آپ علیہ السلام نے لاڈ کے انداز میں فرمایا اور مقصود انتظامات کرنا تھا۔

2. حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو جو غسل دیا وہ ایک تخصیصی امر تھا جیسے ابن مسعود کے سوال کرنے پر حضرت علی نے جواب دیا کہ فاطمہ میری دنیا اور آخرت کی بیوی ہے اسلئے میں نے انکو غسل دیا۔

● عقلی دلیل

اس بیوی کی موجودگی میں جن خواتین سے نکاح ناجائز تھا بیوی کا انتقال ہوتے ہی وہ تمام خواتین اس مرد کیلئے حلال ہو گئیں، مثلاً: بیوی کی بھن، بھتیجی، بھانجی وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح ختم ہو چکا ہے لہذا شوہر بیوی کو دیکھ سکتا ہے لیکن چھونا جائز نہیں۔

وأجابوا عن حديث عائشة "غسلتك": أي قمت بأسباب غسلك؛ كما يقال بني فلان داراً وإن لم يكن هو بني...

وحديث علي عليه السلام أنه غسلها -فاطمة- فقد ورد أن فاطمة غسلتها أم أيمن... ولو ثبت أن علياً عليه السلام غسلها فقد أنكر عليه ابن مسعود عليه السلام حتى قال له علي: أما علمت أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: (فاطمة زوجتك في الدنيا والآخرة) فادعاه الخصومة دليل علي أنه كان معروفاً بينهم أن الرجل لا يغسل زوجته؛ وقد قال صلى الله عليه وآله وسلم (كل سبب ونسب منقطع بالموت إلا سببي ونسبي) فهذا دليل على خصوصية في حقه وفي حق علي عليه السلام أيضاً لأن نكاحه من أسباب رسول الله ﷺ. [المبسوط (2/115)]

● ایک مخصوص روایت کی تحقیق

ایک روایت مشہور کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہ نے انتقال سے پہلے غسل کیا اور فرمایا کہ مجھے دوبارہ غسل نہ دیا جائے، یہ روایت من گھڑت ہے۔

وقد يقولون أيضاً "أن فاطمة بنت رسول الله ﷺ اغتسلت قبل موتها وأوصت أن لا يحرك فدفنت بذلك الغسل، وفي هذا دليل على أن علياً لم يغسل فاطمة. فالجواب أن هذه الرواية لا تصح.

-كما قال ابن حزم في المحلى (175/5)

-وابن الجوزي في الموضوعات (277/3)

-وقال الشيخ أحمد شاکر: ولعلها من مفتریات الشيعة

● ابن مسعود کا اپنی بیوی کو غسل دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو غسل دیا یہ روایات سند کے لحاظ سے بہت کمزور ہیں لہذا اس سے استدلال کرنا درست نہیں، اور خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضرت علی سے سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس عمل کو درست نہیں سمجھتے۔

أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ غَسَّلَ امْرَأَتَهُ حَيْثُ مَاتَتْ.

-الراوي: عبد الرحمن بن الأسود.

-المحدث: الإمام أحمد .

-المصدر: العلل ومعرفة الرجال.

-الصفحة أو الرقم: 190/3.

-خلاصة حكم المحدث: ما انكره.

خلاصہ کلام

یہ مسئلہ صحابہ کرام کے زمانے سے ہی اختلافی مسئلہ رہا ہے، لہذا اس مسئلے میں کسی بھی جانب شدت کا اختیار کرنا درست نہیں کیونکہ اگر ایک طرف حضرت علی کا عمل ہے تو دوسری طرف حضرت عمر کا عمل ہے۔ لیکن چونکہ زمانے کا فساد غالب ہے اسلئے بہتر یہی ہے کہ مردوں کو مرد غسل دے اور عورتوں کو عورت ہی غسل دے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 36

شب براءت کا تعین

(قسط نمبر 1)

شب براءت کا تعین

الجواب باسمہ تعالیٰ

پندرہ شعبان کی رات جو شب براءت کے نام سے مشہور ہے اس کے متعلق چند اہم امور پر بحث لازم ہے:

قال تعالیٰ:

{حَمِّمٌ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ}

(1) اس آیت میں لیلۃ مبارکہ سے کونسی رات مراد ہے؟

(2) اس رات کی فضیلت میں وارد روایات کا درجہ اور حکم.

(3) اس رات کے متعلق جمہور امت کا عمل.

(4) اس رات کے متعلق اکابرین دیوبند کے اقوال.

● سورہ دخان میں کونسی رات مراد ہے

جمہور مفسرین و محدثین اس آیت میں لیلۃ مبارکہ سے مراد شب قدر کی رات لیتے ہیں اور یہ قول ابن عباس، قتادہ،

حسن بصری، قرطبی، نووی، ابن حجر، ابن کثیر جیسے عظیم مفسرین کا ہے۔ (رحمہم اللہ)

• قال الإمام النووي رحمه الله تعالى في شرحه لصحيح مسلم: «قال العلماء: وسميت

ليلة القدر لما يكتب فيها للملائكة من الأقدار والأرزاق والأجال التي تكون في تلك

السنة كقوله تعالى: {فِيهَا يَفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ} [شرح مسلم للنووي، كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر]

• وبذلك قال ابن حجر في الفتح: «ورواه عبد الرزاق وغيره من المفسرين بأسانيد صحيحة عن مجاهد وعكرمة وقتادة وغيرهم» [فتح الباري، كتاب فضل ليلة القدر، باب فضل ليلة القدر]

• قال ابن كثير: وقوله: {فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ} [الدخان:4] أي في ليلة القدر من اللوح المحفوظ إلى الكتبة أمر السنة، وما يكون فيها من الآجال والأرزاق وما يكون فيها إلى آخرها. وهكذا روي عن ابن عمر ومجاهد وأبي مالك والضحاك وغير واحد من السلف. [تفسير ابن كثير في تفسير سورة الدخان]

• قال ابن كثير: يقول الله تعالى مخبراً عن القرآن العظيم أنه أنزله في ليلة مباركة، وهي ليلة القدر كما قال عز وجل: {إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ} [القدر:1] وكان ذلك في شهر رمضان كما قال تبارك وتعالى: {شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ} [البقرة:581]. [تفسير ابن كثير، تفسير سورة الدخان]

• وقال القاضي أبوبكر بن العربي: وجمهور العلماء على أنها ليلة القدر. ومنهم من قال: إنها ليلة النصف من شعبان؛ وهو باطل لأن الله تعالى قال في كتابه الصادق القاطع: {شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ} (البقرة: 185) فنصّ على أن ميقات نزوله رمضان، ثم عيّن من زمانه الليل هاهنا بقوله: {فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ}؛ فمن زعم أنه في غيره فقد أعظم الفرية على الله، وليس في ليلة النصف من شعبان حديث يعول عليه لا في فضلها ولا في نسخ الآجال فيها فلا تلتفتوا إليها. [تفسير القرطبي، تفسير سورة الدخان]

- قال رجل للحسن: رأيت ليلة القدر، أفي كل رمضان هي؟ قال: نعم والله الذي لا إله إلا هو، إنها لفي كل رمضان، وإنها الليلة التي يُفرق فيها كل أمر حكيم، يقضي الله كل أجل وخلق ورزق إلى مثلها. [تفسير الطبري، تفسير سورة الدخان]
- قال ابن عباس: يُحكم الله أمر الدنيا إلى قابل في ليلة القدر ما كان من حياة أو موت أو رزق. (قاله قتادة ومجاهد والحسن وغيرهم)

■ اس رات سے مراد شب برات ہے

سورہ دخان میں "لیلة مبارکة" سے مراد شب برات ہے، اس قول کو بھی مفسرین نے ذکر کیا ہے لیکن جہاں جہاں اس قول کو ذکر کیا ہے وہیں پر اس قول پر رد بھی کیا ہے۔

● جیسے تفسیر ابن کثیر میں ہے:

واختار صاحب كتاب العروس، أن الليلة التي يفرق فيها كل أمر حكيم ليلة النصف من شعبان، وأنها تسمى ليلة البراءة. وقد ذكرنا قوله والرد عليه وأن الصحيح إنما هي ليلة القدر.

• ومن قال: إنها ليلة النصف من شعبان كما روي عن عكرمة فقد أبعد النجعة، فإن نص القرآن أنها في رمضان، والحديث الذي رواه عبدالله بن صالح عن الليث عن عقيل عن الزهري، أخبرني عثمان بن محمد بن المغيرة بن الأحنس قال: إن رسول الله ﷺ قال: «تقطع الآجال من شعبان إلى شعبان حتى إن الرجل لينكح ويولد له وقد أخرج اسمه في الموتى» فهو حديث مرسل ومثله لا يعارض به النصوص. [تفسير ابن كثير، تفسير سورة الدخان]

- قال القرطبي وقال آخرون: بل هي ليلة النصف من شعبان.
- والصواب من القول في ذلك قول من قال: عني بها ليلة القدر.

• وقوله: {فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ} اختلف أهل التأويل في هذه الليلة التي يُفْرَقُ فيها كلُّ أمر حكيم، نحو اختلافهم في الليلة المباركة، وذلك أن الهاء التي في قوله: "فِيهَا" عائدة على الليلة المباركة، فقال بعضهم: هي ليلة القدر، يُقْضَى فيها أمر السنة كلها من يموت، ومن يولد، ومن يعزّ، ومن يذل، وسائر أمور السنة.
ذكر من قال ذلك:

• حدثنا مجاهد بن موسى، قال: ثنا يزيد، قال: أخبرنا ربيعة بن كلثوم، قال: كنت عند الحسن، فقال له رجل: يا أبا سعيد! ليلة القدر في كلِّ رمضان؟ قال: إي والله، إنها لفي كلِّ رمضان، وإنها الليلة التي يُفْرَقُ فيها كلُّ أمر حكيم، فيها يقضي الله كلَّ أجل وأمل ورزق إلى مثلها. {تفسير القرطبي، تفسير سورة الدخان}

• وقال عكرمة: الليلة المباركة هاهنا ليلة النصف من شعبان.
والأول أصح أي أنها ليلة القدر. {تفسير القرطبي، تفسير سورة الدخان}
وبذلك يتضح الحق وينجلي الغبار، فهاهم علماء الأمة المحدثون: ابن حجر والنووي، وكذلك المفسرون ابن كثير والقرطبي والطبري وابن العربي يقررون على لسان ابن عباس وقتادة والحسن بأسانيد صحيحة أن الليلة التي يفرق فيها كلُّ أمر حكيم هي ليلة القدر وليس غيرها؛ بل إن ابن العربي ذهب إلى التشديد في ذلك فقال: فمن زعم غير ذلك فقد أعظم الفرية على الله.

☆ اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا إتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه. (آمين)

● جس رات میں فیصلے ہوتے ہیں۔

قال تعالى: {فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ} [الدخان:4]
قال ابن كثير رحمه الله: "وقوله: {فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ} أي: في ليلة القدر يفصل من اللوح المحفوظ إلى الكتبة أمر السنة، وما يكون فيها من الآجال والأرزاق، وما يكون فيها إلى آخرها.

وهكذا روي عن ابن عمر، وأبي مالك، ومجاهد، والضحاك، وغير واحد من السلف [تفسير القرآن العظيم (246/7)]

• فقد قال القاضي أبو بكر ابن العربي في كتاب (أحكام القرآن، ج:4/117) وليس في ليلة النصف من شعبان حديث يعول عليه لا في فضلها، ولا في نسخ الآجال فيها، فلا تلفتوا إليها..... اهـ

ومن الأحاديث التي أشار إليها ابن العربي فيما يتعلق بنسخ الآجال: ما رواه الدينوري عن راشد بن سعد: أن النبي ﷺ قال: "في ليلة النصف من شعبان يوحى الله إلى ملك الموت بقبض كل نفس يريد قبضها في تلك السنة."

● وهذا حديث مرسل، والمرسل من قسم الضعيف .

• وروى ابن جرير عن عثمان بن محمد بن المغيرة: أن النبي ﷺ قال: "تقطع الآجال من شعبان إلى شعبان حتى إن الرجل لينكح ويولد له، وقد أخرج اسمه في الموتى ."

● وهذا أيضاً مرسل .

• وروى ابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم عن عكرمة قال في تفسير قوله تعالى: {إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ} فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ [الدخان:3-4].

في ليلة النصف من شعبان يبرم أمر السنة، وينسخ الأحياء من الأموات، ويكتب الحاج، فلا يزداد فيهم ولا ينقص .

● وهذا أثر مقطوع من قول عكرمة، وجمهور المفسرين من الصحابة والتابعين، وأئمة التفسير على أن المراد بالآية ليلة القدر، لأنها هي التي نزل فيها القرآن.

• قال الشيخ السعدي رحمه الله: "يفصل ويميز ويكتب كل أمر قدرى وشرعى حكم الله به، وهذه الكتابة والفرقان الذي يكون في ليلة القدر إحدى الكتابات التي تكتب وتميز فتطابق الكتاب الأول الذي كتب الله به مقادير الخلائق وآجالهم وأرزاقهم وأعمالهم وأحوالهم، ثم إن الله تعالى قد وكل ملائكة تكتب ما سيجري على العبد وهو في بطن أمه ثم وكلهم بعد خروجه إلى الدنيا، وكل به كراما كاتبين، يكتبون ويحفظون عليه أعماله، ثم إنه تعالى يقدر

في ليلة القدر ما يكون في السنة، وكل هذا من تمام علمه وكمال حكمته، وإتقان حفظه، واعتناؤه تعالى بخلقه". (تفسير السعدي، ص: 771)

- إن مما زاد هذه الليلة بركة وتعظيماً أن القرآن الكريم أنزل فيها، قال تعالى: {إنا أنزلناه في ليلة القدر} [القدر:1]
- قال الشيخ السعدي رحمه الله: "وذلك أن الله تعالى، ابتداءً بإنزاله في رمضان في ليلة القدر، ورحم الله بها العباد رحمة عامة، لا يقدر العباد لها شكراً". (تفسير السعدي، ص: 931)

● مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

اور شب برات کا ثبوت صرف ضعیف احادیث سے ہے، قرآن کریم میں اس کا تذکرہ نہیں اور سورہ دخان کی ابتدائی آیات میں شب قدر کا ذکر ہے۔ بعض مقررین جو ان آیات کو شب برات پر فٹ کرتے ہیں وہ غلط ہے اس لئے کہ قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے، شب برات میں نہیں۔ (تحفہ الالمعی، ج: 3/ 115)

خلاصہ کلام

وہ عظیم رات جس میں تقدیر لکھے جاتے ہیں یا رزق کی تقسیم کے معاملات کئے جاتے ہیں جمہور مفسرین کے ہاں وہ لیلۃ القدر یعنی رمضان کی رات ہے نہ کہ شعبان کی پندرہویں رات اور یہی قول رائج معلوم ہوتا ہے

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 36

(قسط نمبر 2)

شب برات کے متعلق روایات

اس رات کے بارے میں جتنی روایات وارد ہیں ان سب پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ سب سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور اس باب میں کوئی صحیح السند روایت موجود نہیں، البتہ بعض محدثین نے ان روایات کو ضعیف جدا اور موضوع قرار دیا ہے، جبکہ رائج اور بہتر بات یہ ہے کہ روایات میں ضعیف جدا بھی موجود ہیں لیکن بالکل یہ مضمون موضوع اور من گھڑت نہیں ہے۔

■ روایات کی تحقیق

1. عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: "يطلع الله إلى خلقه ليلة النصف شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا مشرك أو مشاحن."
- اللہ تعالیٰ شب برات میں اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتے ہیں اور سوائے مشرک اور کینہ پرور کے سب کی مغفرت فرماتے ہیں۔
- أخرجه ابن حبان في صحيحه (ج 12، ص 481)
- والطبراني في المعجم الكبير (ج 2، ص 108)
- وفي المعجم الأوسط (ج 7، ص 397)
- والبيهقي في شعب الإيمان (ج 7، ص 415)
- وأبو نعيم في الحلية (ج 5، ص 191) من طريق أبي خنيس عتبة بن حماد عن الأوزاعي عن مكحول عن مالك بن يخامر عن معاذ بن جبل.
- قلت: وهذا سنده ضعيف؛ فيه مكحول الشامي وهو مدلس؛ وقد عنعن ولم يصرح بالتحديث.

-قال الذهبي في السير (ج5، ص156): روى أيضاً عن طائفة من قدماء التابعين، وما أحسبه لقيهم، كأبي مسلم الخولاني، ومسروق، ومالك بن يخامر. وهذا سنده ضعيف وله علتان:

○ الأولى: الانقطاع بين ابن ثوبان ومكحول.

○ الثانية: مكحول الشامي مدلس كما تقدم.

-قال ابن أبي حاتم في العلل (ج2 ص173): سألت أبي عن حديث رواه أبو خلود القاري عن الأوزاعي عن مكحول وعن ابن ثوبان عن أبيه عن مكحول عن مالك بن يخامر عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله ﷺ: "يطلع الله تبارك وتعالى ليلة النصف من شعبان إلى خلقه." قال أبي: هذا حديث منكر بهذا الإسناد.... اهـ

اس روایت کے ضعف کی وجہ مکحول شامی ہے، یہ راوی مدلس ہے اور جن راویوں سے روایت نہیں بھی سنی ہوتی ان کی طرف "عن" سے نسبت کرتا ہے۔

2. أما حديث علي بن أبي طالب عليه السلام.

-أخرجه ابن ماجة في سننه (ج1 ص444)

-وابن بشران في الأمالي (ص306)

-والبيهقي في شعب الإيمان (ج7، ص407)

-وفي فضائل الأوقات (ص122)

-والمزي في تهذيب الكمال (ج33، ص107)

-وعبد الغني المقدسي في الترغيب في الدعاء (ص38)

-والديلمي في الفردوس (ج1، ص259) من طرق عن أبي بكر بن عبد الله بن محمد بن أبي سبرة عن إبراهيم بن محمد عن معاوية بن عبد الله بن جعفر عن أبيه عن علي بن أبي طالب مرفوعاً بلفظ: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا، فيقول ألا من مستغفر لي فأغفر له؟ ألا من مسترزق فأرزقه، ألا من مبتلى فأعافيه، ألا كذا ألا كذا، حتى يطلع الفجر."

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب پندرہ شعبان کی رات ہو تو رات کو عبادت کرو اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ اللہ رب العزت مغرب کے وقت آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں.... الی آخرہ.

قلت: وهذا سندہ موضوع وله علتان:

○ الأولی: أبوبکر بن عبد اللہ بن محمد بن أبي سبرة.

- قال عنه أحمد: ليس بشيء، كان يضع الحديث ويكذب.

- وقال البخاري وابن المديني: منكر الحديث.

- وقال النسائي: متروك الحديث.

- وقال ابن حجر: رموه بالوضع.

○ الثانية: إبراهيم بن محمد بن أبي يحيى أبو إسحاق الأسلمي.

- كذبه يحيى بن سعيد القطان وابن حبان وابن معين وأبوحاتم.

- وقال البخاري: قدرى جهمي تركه ابن المبارك والناس.

- انظر التاريخ الكبير للبخاري (ج 8، ص 9)

- وتهذيب الكمال للمزي (ج 33، ص 12)

- والمعرفة والتاريخ للفسوي (ج 3، ص 4)

- وتاريخ بغداد للخطيب (ج 14، ص 370)

- والمجروحين لابن حبان (ج 3، ص 147)

- وميزان الاعتدال للذهبي (ج 4، ص 503)

- والكاشف له (ج 3، ص 275)

- ولسان الميزان لابن حجر (ج 7، ص 455)

- وتهذيب له (ج 6 ص 294)

• قلت: وأعله البوصيري في مصباح الزجاجة (ج 1، ص 446) بأبي بكر بن عبد الله بن محمد بن

أبي سبرة فقط.

• وقال الحافظ العراقي في المغني (ج1، ص157): حديث صلاة ليلة النصف من شعبان حديث باطل ولا بن ماجه من حديث علي: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها."
 وإسناده ضعيف.... أه
 • وأورده الألباني في ضعيف الجامع (752) وقال: موضوع.

اس روایت میں ابن سبرہ ہے اور یہ راوی من گھڑت روایات بناتا تھا۔

3. وأما حديث عائشة رضي الله عنها،

اس روایت کے تین طرق ہیں:

1. عروة بن الزبير عنها.

-أخرجه الترمذي في سننه (ج3 ص116)

-وابن ماجه في سننه (ج1 ص444)

-وابن أبي شيبة في المصنف (ج6 ص109)

-وابن الجوزي في العلل المتناهية (ج2 ص66)

-والبيهقي في شعب الإيمان (ج7 ص408) من طريق الحجاج بن أرطاة عن يحيى بن أبي كثير عن عروة بن الزبير عن عائشة مرفوعاً بلفظ "فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فإذا هو بالبقيع رافع رأسه الى السماء فقال: أكنت تخافين أن يحيف الله عليك ورسوله؟ قالت: ماذلك يا رسول الله؛ ولكني ظننت أنك أتيت بعض نساءك. قال: ان الله عزوجل ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا، فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے حضور علیہ السلام کو بستر پر نہ پایا اور میں آپ کی تلاش میں نکلی تو میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام بقیع میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کھڑے تھے اور فرمایا کہ اے عائشہ! آج اللہ تعالیٰ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت کرتے ہیں۔

قلت: وهذا سنده ساقط منقطع في موضعين :
 ○الأول: بين الحجاج بن أرطاة ويحيى بن أبي كثير.
 -قال البخاري: الحجاج بن أرطاة لم يسمع من يحيى بن أبي كثير.
 -وقال العجلي: كان يرسل عن يحيى بن أبي كثير ولم يسمع منه.
 ○الثاني: بين يحيى بن أبي كثير وعروة بن الزبير.
 -قال البخاري وأبوزرعة وأبو حاتم والمزي: يحيى بن أبي كثير لم يسمع من عروة.
 -وقال الترمذي في سننه (ج3، ص117): (سمعت محمد -أي البخاري- يضعف هذا الحديث)

■ روایت کے متابعات

1) وتابع يحيى بن كثير عليه هشام بن عروة عنه به.
 -أخرجه ابن الجوزي في العلل المتناهية (ج2، ص67)
 -وابن حجر في الأمالي
 المطلقة (ص120)
 -والطبراني في الدعاء (ص194)
 -والدارقطني في النزول (ص155) من طريق سليمان بن أبي كريمة عن هشام بن عروة عن
 أبيه عن عائشة مرفوعاً به .
 وهذا سنده ساقط لأن فيه سليمان بن أبي كريمة.
 -قال عنه ابن عدي: عامة أحاديثه مناكير.
 -وقال أبو حاتم: ضعيف الحديث.
 -وقال العقيلي: يحدث بمناكير لا يتابع على كثير منها.

2) عبدالله بن أبي مليكة عنها.
 • أخرجه ابن الجوزي في العلل المتناهية (ج2 ص69) من طريق سعد بن الصلت عن عطاء
 بن عجلان عن عبدالله بن أبي مليكة عنها به.
 وهذا سنده واهٍ جداً لأن فيه عطاء بن عجلان العطار الحنفي المصري.

- قال عنه ابن معين والفلاس والجوزجاني: كذاب.
- وقال البخاري وأبو حاتم: منكر الحديث.
- وقال ابن المديني وأبو داود: ليس بشيء.

(3) العلاء بن الحارث عنها.

- أخرجه البيهقي في شعب الإيمان (ج7 ص415) من طريق عبد الله بن وهب قال: حدثنا معاوية بن صالح عن العلاء بن الحارث عنها به.
- ﴿قلت: وهذا سنده منقطع بين العلاء بن الحارث وعائشة رضي الله عنها .
- قال المنذري تعليقا على قول البيهقي: مرسل جيد، يعني أن العلاء لم يسمع من عائشة.
- قلت: وهو كما قال لأن العلاء ولد بعد وفاة عائشة رضي الله عنها بثمان سنوات فالإسناد ضعيف.

- والكامل لابن عدي (ج4، ص248)
- وميزان الاعتدال للذهبي (ج2، ص221)
- ولسان الميزان لابن حجر (ج3 ص102)
- انظر التاريخ الكبير للبخاري (ج6، ص476)
- وتهذيب الكمال للمزي (ج20، ص94)
- وسنن الترمذي (ج3، ص496)
- والمجروحين لابن حبان (ج2، ص129)
- والضعفاء والمتروكين للنسائي (ص193)
- وميزان الاعتدال للذهبي (ج3، ص75)

● اس روایت کے مختلف طرق ہیں لیکن تمام طرق میں ضعف کی وجوہات موجود ہیں لیکن فی نفسہ یہ روایت ضعیف درجہ میں ثابت ہے۔

4. وأما حديث عبدالله بن عمرو رضي الله عنهما.

• أخرجه احمد في المسند (ج6، ص197) من طريق عبدالله بن لهيعة قال: حدثنا حي بن عبدالله عن أبي عبد الرحمن الحبلي عن عبدالله بن عمرو مرفوعاً بلفظ: "يطلع الله عز وجل الى خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفر لعباده الا لاثنتين مشاحن وقاتل نفس."

• حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ رب العزت اس رات میں تمام مخلوق کی مغفرت فرماتے ہیں سوائے خود کشی کرنے والے اور کینہ پرور کے۔

وهذا سندہ ضعیف جداً وله علتان:

○ الأولی: عبدالله بن لهيعة الحضرمي المصري.

-ضعفه أبوزرعة وأبو حاتم وابن معين والنسائي والدارقطني.

-وقال البخاري: كان يحيى بن سعيد لا يراه شيئاً.

-وقال الجوزجان: لا نور على حديثه ولا ينبغي أن يحتج به.

-انظر الضعفاء الصغير للبخاري (ص134)

-والضعفاء والمتروكين للنسائي (ص135)

-ميزان الاعتدال للذهبي (ج2، ص475)

-والتهذيب لابن حجر (ج3، ص272)

○ الثانية: حي بن عبدالله بن شريح المعافري.

-قال عنه أحمد: أحاديثه مناكير.

-وقال البخاري: فيه نظر.

-النسائي: ليس بالقوي.

-وقال مرة: متروك.

اس روایت میں:

۱۔ "عبداللہ بن لہیعہ" ایک راوی ہے جو شاید اسماء الرجال کا سب سے متنازعہ فیہ راوی ہے، بعض محدثین اس کی روایات کو مطلقاً رد کرتے ہیں اور بعض قبول کرتے ہیں۔

۲۔ دوسرا راوی "حی بن عبداللہ المعافری" ہے جو کہ ضعیف راوی ہیں۔

5. وأما حديث أبي موسى الأشعري رضی اللہ عنہ.

-أخرجه ابن ماجة في سننه (ج1 ص445)

-والمزي في تهذيب الكمال (ج9 ص309)

-والبيهقي في فضائل الأوقات (ص132) من طريق ابن لهيعة عن الزبير بن سليم عن

الضحاک بن عبدالرحمن بن عزرب عن أبيه عن أبي موسى الأشعري مرفوعاً به.

وهذا سند ساقط وله ثلاث علل:

○ الأولى: عبداللہ بن لہیعہ الحضرمی المصري وهو ضعيف كما تقدم.

-انظر التاريخ الكبير للبخاري (ج3 ص76)

-والضعفاء والمتروكين للنسائي (ص90)

-وميزان الاعتدال للذهبي (ج1، ص623)

-والتهذيب لابن حجر (ج2، ص47)

-قال ابن حجر في نزہة النظر (ص139): متى توبع السيئ الحفظ بمعتبر، كأن يكون فوقه أو

مثله لا دونه.

-انظر الجرح والتعديل لابن أبي حاتم (ج3 ص153)

-وتهذيب الكمال للمزي (ج9 ص191)

○ الثانية: الزبير بن سليم.

-قال عنه الذهبي وابن حجر: مجهول.

○ الثالثة: عبدالرحمن بن عزرب.

-قال عنه ابن حجر: مجهول.

اس سند میں ابن لہیعہ کے علاوہ زبیر بن سلیم اور عبد اللہ بن عزرب مجہول راوی ہونے کی وجہ سے یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

6. وأما حديث أبي بكر الصديق ﷺ.

-أخرجه ابن عدي في الكامل (ج6 ص535)

-وابن الجوزي في العلل المتناهية (ج2 ص66)

-والبيهقي في شعب الإيمان (ج7 ص412)

-والبغوي في شرح السنة (ج4، ص127)

-وفي التفسير (ج7 ص227)

-والبزار في المسند (ج1 ص207) من طرق عن عبد الله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن عبد الملك بن عبد الملك عن المصعب بن أبي الذئب عن القاسم بن محمد عن عمه أو عن أبيه عن أبي بكر مرفوعاً بلفظ: "ينزل الله جل ثناؤه ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيغفر لكل نفس إلا أنسان في قلبه شحناء أو مشركاً بالله".

• حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں سب کی مغفرت فرماتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ پرور کے۔

-انظر میزان الاعتدال للذهبي (ج2 ص67)

-والتقريب لابن حجر (ص335)

-انظر التقريب لأبن حجر (ص590)

-انظر میزان الاعتدال للذهبي (ج2، ص322)

-والتهذيب لابن حجر (ج2 ص560)

-والتقريب له (ص457)

قلت: وهذا سند منكر وله علتان:

○ الأولى: عبد الملك بن عبد الملك.

-قال عنه البخاري: فيه نظر.

-وقال ابن حبان: منكر الحديث جداً يروي ما لا يتابع عليه.

☆ فالأولى من أمره: ترك ما أنفرد به من أخبار.

○ الثانية: مصعب بن أبي الذئب.

- قال أبو حاتم: لا أعرفه يعنى هو مجهول.

- قال ابن عدي في الكامل (ج 6 ص 535): وهو حديث منكر بهذا الإسناد.

- وقال ابن الجوزي في العلل المتناهية (ج 2 ص 66): هذا حديث لا يصح ولا يثبت.

اس روایت میں عبد الملک بن عبد الملک اور مصعب بن الذئب دونوں راویوں پر شدید کلام ہوا ہے۔

7. وأما حديث أبي هريرة رضي الله عنه.

- أخرجه ابن الجوزي في العلل المتناهية (ج 2، ص 67)

- والبخاري كما في كشف الأستار (ج 2، ص 436) من طريق عبد الله بن غالب قال حدثنا هشام

بن عبد الرحمن الكوفي عن الأعمش عن أبي صالح عنه به.

قلت: وهذا سنده واهٍ وله علتان:

○ الأولى: عبد الله بن غالب العباداني.

- قال عنه ابن حجر: مستور.

○ الثانية: هشام بن عبد الرحمن الكوفي.

- مجهول ترجم له البخاري ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً.

- وقال الهيثمي: لم أعرفه.

- قال ابن الجوزي في العلل المتناهية (ج 2، ص 70): وهذا لا يصح وفيه مجاهيل.

اس روایت میں بھی دو راوی ضعیف ہیں: عبد اللہ بن غالب العبادانی اور هشام بن عبد الرحمن الکوفی۔

8. وأما حديث أبي امامة الباهلي.

• أخرجه الشجري في الأمالي (ج 2، ص 100) من طريق ابراهيم بن يوسف قال حدثنا المسيب

بن شريك عن جعفر بن الزبير عن القاسم أبي امامة مرفوعاً به.

قلت: وهذا سنده أوهن من بيت العنكبوت، وله علتان:

○ **الاولی:** جعفر بن الزبير الحنفي الشامي.

-قال عنه البخاري وأبو حاتم والدارقطني والنسائي ويعقوب بن سفيان: متروك.

-وقال علي بن المديني: لا يكتب حديثه لا يسوى شيئاً.

-وقال أبوزرعة وابن معين: ليس بشيء.

اس روایت میں جعفر بن زبير شامی ضعیف راوی ہے۔

9. وأما حديث أبي ثعلبة الخشني.

-أخرجه ابن أبي عاصم في السنة (ج1، ص356)

-واللالكائي في السنة (ج2، ص493) من طريق محمد بن حرب عن الأحمص بن حكيم عن

مهاصر بن حبيب عن أبي ثعلبة مرفوعاً بلفظ: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان يطلع الله

عز وجل الى خلقه فيغفر للمؤمنين ويترك أهل الضغائن وأهل الحقد بحقدهم."

قلت: وهذا سنده مضطرب منكر، فيه الأحمص بن حكيم عمير الهمداني الحمصي.

-قال عنه ابن المديني: لا يكتب حديثه.

-وقال أبو حاتم والدارقطني: منكر الحديث.

-وقال أحمد: ضعيف لا يسوى حديثه شيئاً.

-وقال مرة: لا يروى عنه.

-وقال ابن حبان: يروي المناكير عن المشاهير.

اس روایت میں احمص بن حكيم الحمصي ضعیف راوی ہے۔

10. وأما حديث عوف بن مالك.

أخرجه البزار في المسند (ج7 ص186) من طريق أحمد بن منصور قال حدثنا أبو صالح

الحراني -يعني عبد الغفار بن داود- قال حدثنا عبد الله بن لهيعة عن عبد الرحمن بن زياد بن

أنعم عن عبادة بن نسي عن كثير بن مرة عنه به.

قلت: وهذا سندہ ضعیف جداً وله علتان:

○ الأولى: عبدالله بن لهيعة الحضرمي، ضعيف وقد تقدم.

○ الثانية: عبدالرحمن بن زياد بن أنعم الأفریقی.

- قال عنه أحمد: ليس بشيء.

- وضعفه ابن معين الدارقطني والنسائي وأبو زرعة وأبو حاتم وابن حجر.

- وقال الترمذي: ضعيف عند أهل الحديث.

وأورده ابن حجر في مختصر زوائد البزار (ج 2، ص 212) وقال: (إسناده ضعيف)

اس روایت میں عبدالرحمن بن زیاد افریقی ضعیف راوی ہے۔

■ خلاصہ کلام

تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں جتنی بھی روایات وارد ہوئی ہیں وہ سب اپنے تمام طرق سمیت ضعیف ہیں اور کوئی بھی روایت صحت کے درجے تک نہیں پہنچتی۔

اختلاف کی وجہ:

- ۱۔ محدثین کی ایک جماعت ایسی ہے جو یہ کہتی ہے کہ ضعیف روایت پر عمل اس وقت کیا جائے جب وہ عمل کسی صحیح حدیث سے ثابت ہو، جبکہ شب برات کی فضیلت اور تخصیص کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں، لہذا اس رات کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔
- ۲۔ محدثین کی دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ ضعیف حدیث کو اس وقت رد کیا جاتا ہے جب کہ اس کا مضمون کسی صحیح روایت سے ٹکراتا ہو، یہاں پر اگرچہ تمام روایات اپنے تمام طرق سے کمزور ہیں لیکن کسی صحیح روایت سے انکا ٹکراؤ نہیں ہوتا، لہذا اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال یہ تمام روایات اپنے ضعف کے باوجود اس رات کی اہمیت کو کسی قدر ضرور واضح کرتی ہیں۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 36

(قسط نمبر 3)

اکابرین امت کے اس رات کے متعلق اعمال و اقوال

عبدالرحمن بن زید بن اسلم جو کہ تبع تابعین اور اہل مدینہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ہمارے فقہاء اور بزرگان دین اس رات یعنی شعبان کی پندرہویں شب کو کوئی خاص فضیلت نہیں دیتے تھے۔

قال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم (وهو من أتباع التابعين من أهل المدينة): "لم أدرك أحداً من مشيختنا ولا فقهاءنا يلتفتون إلى ليلة النصف من شعبان، ولم ندرك أحداً منهم يذكر حديث مكحول ولا يرى لها فضلاً على سواها من الليالي"، أخرجه ابن وضاح بإسناد صحيح في ما جاء في البدع (رقم 119)

ابن ابی ملیکہ جو کہ اکابر تابعین میں سے ہیں اور فقہائے مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے؛ کسی نے ان سے عرض کیا کہ زیاد النمیری اس رات کو شب قدر کے برابر رات کہتے ہیں تو فرمایا کہ اگر وہ میرے سامنے ایسی بات کہہ دے تو میں اسکو لاٹھی سے مارونگا۔

وقال ابن أبي مُليكة (وهو من جَلَّةِ التابعين وفقهائهم بالمدينة)، وقيل له: إن زياداً النميري يقول: إن ليلة النصف من شعبان أجْرُها كأجر ليلة القدر، فقال: لو سمعته يقول ذلك وفي يدي عصاً لضربت به. أخرجه عبد الرزاق في المصنف (رقم 7928)، وابن وضاح في ما جاء في البدع (رقم 120) بإسناد صحيح.

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اس رات اللہ رب العزت آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں تو جواب دیا کہ آسمان دنیا پر تو اللہ تعالیٰ ہر رات تشریف لاتے ہیں تو اس رات کی کیا تخصیص ہے۔

ولما سئل عبد الله بن المبارك عن الن-زول الإلهي ليلة النصف من شعبان قال للسائل: "يا ضعيف! ليلة النصف؟!"
 ين-زل في كل ليلة" أخرجه أبو عثمان الصابوني في اعتقاد أهل السنة (رقم 92)

قاضی ابو بکر ابن العربی فرماتے تھے کہ نصف شعبان کے متعلق کوئی ایسی مضبوط روایت نہیں جس سے عبادت کیلئے اس رات کی تخصیص ثابت ہوتی ہو یا یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ اس رات میں زندگی موت کے فیصلے ہوتے ہیں۔

قال القاضي أبو بكر ابن العربي رحمه الله:

"وليس في ليلة النصف من شعبان حديث يُعَوَّلُ عليه، لا في فضلها، ولا في نسخ الآجال فيها، فلا تلتفتوا إليها" انتهى.

"أحكام القرآن" (117/4)

علامہ ابن رجب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ شامی تابعین جیسے خالد بن معدان مکحول لقمان بن عامر جیسے بزرگان دین اس رات کی تعظیم کرتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے تھے۔

وقال ابن رجب في لطائف المعارف (263): "وليلة النصف من شعبان كان التابعون من أهل الشام، كخالد بن معدان، ومكحول، ولقمان بن عامر وغيرهم يُعَظِّمُونَهَا وَيَجْتَهِدُونَ فِيهَا فِي الْعِبَادَةِ، وَعَنْهُمْ يَأْخُذُ النَّاسُ فَضْلَهَا وَتَعْظِيمَهَا.

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ان فضائل کی بنیاد زیادہ تر اسرائیلی روایات ہیں کیونکہ مکحول شامی جو شب برات کی اکثر روایات کے راوی ہیں وہ کعب احبار سے روایات لیا کرتے تھے، لہذا اسرائیلیات ہونے کی وجہ سے کچھ حضرات نے ان باتوں کو تسلیم کیا اور بعض نے اس کا انکار کیا۔

وقد قيل: إنه بلغهم في ذلك آثار إسرائيلية، فلما اشتهر ذلك عنهم في البلدان اختلف الناس في ذلك، فمنهم من قبله منهم ووافقهم على تعظيمها منهم طائفة من عبّاد أهل البصرة وغيرهم، وأنكر ذلك أكثر العلماء من أهل الحجاز منهم عطاء وابن أبي مليكة، ونقله عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن فقهاء أهل المدينة.

■ امام مالک کا قول:

قال مالك وغيرهم: ذلك كله بدعة.
 وأما قول ابن رجب من أن مرجع تعظيم هذه الليلة إلى الإسرائيليات فقد وجدت ما يشهد له،
 من أن مكحولاً الشامي (وهو مرجع أكثر طرق الحديث كما سبق) قد روي هذا الحديث عنه
 في بعض الوجوه عن كعب الأحبار؛ كما تراه في كتاب النزول للدارقطني (162-164، 168
 رقم 88)، وانظر لطائف المعارف أيضاً (264)

■ امام احمد بن حنبل

امام احمد بن حنبل سے کوئی واضح بات اس رات کے متعلق ثابت نہیں۔
 ونقله ابن رجب في لطائف المعارف (264): "ولا يُعرف للإمام أحمد كلام في ليلة النصف من
 شعبان."

اس رات کی فضیلت میں چونکہ زیادہ تر شامی اکابرین کی رائے اور عمل ہے لیکن شامی فقیہ امام اوزاعی اس رات کی فضیلت کا
 انکار کرتے تھے۔

وأما تعظيم أهل الشام لهذه الليلة، فقد خالفهم في ذلك فقيه الشام الإمام الأوزاعي، فيما
 ذكره السبكي، ونقله عنه الزبيدي في تخریج إحياء علوم الدين (5211/1)، وفيما ذكره ابن
 رجب أيضاً في لطائف المعارف (263)

■ امام شافعی کا قول

امام شافعی رحمہ اللہ بھی اس رات کو بہتر سمجھتے تھے لیکن انفرادی عبادت کے طور پر نہ کہ اجتماعی عبادت کو اور نہ ہی امام شافعی
 نے مستحب ہونے کی دلیل ذکر فرمائی۔

أما الشافعي فاستحب إحياءها، كما في الأم (231/1)، لكن لم يذكر أن ذلك يكون بالاجتماع
 لها، ولم يذكر الشافعي دليل ذلك الاستحباب.

■ احناف کا قول

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کوئی واضح قول نظر سے نہیں گذرا لیکن علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں کہ اس رات کو عبادت کرنا مستحب ہے لیکن اجتماعی طور پر مساجد میں اس رات کی ترتیب بنانے کا عمل درست نہیں۔

قال ابن نجيم الحنفي: ومن المندوبات إحياء ليالي العشر من رمضان وليليتي العيدين وليالي عشر ذي الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت به الأحاديث وذكرها في الترغيب والترهيب مفصلة والمراد بإحياء الليل قيامه وظاهره الاستيعاب ويجوز أن يراد غالبه، ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد.

● اسی طرح فقہ حنفی کی ایک اور مشہور کتاب "حاوی القدسی" میں لکھا ہے کہ "اجتماعی نوافل کی جماعت درست نہیں، البتہ صرف رمضان میں تراویح کی جماعت کرائی جاسکتی ہے اور جتنی بھی نمازوں کی فضیلت کسی بھی رات میں ثابت ہے اس سے مراد انفرادی عبادت ہے، اجتماعی عبادت نہیں۔

قال في الحاوي القدسي: ولا يصلي تطوع بجماعة غير التراويح وما روي من الصلوات في الأوقات الشريفة كليلة القدر وليلة النصف من شعبان وليليتي العيد وعرفة والجمعة وغيرها تصلي فرادی، ومن هنا يعلم كراهة الاجتماع على صلاة الرغائب التي تفعل في رجب.

◆ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس رات میں نفلی عبادت کرنی چاہیے۔

قال ابن عابدين: وإحياء ليلة العيدين الأولى ليلتي بالتثنية أي ليلة عيد الفطر وليلة عيد الأضحى، والنصف أي وإحياء ليلة النصف من شعبان.

● علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ چند راتیں ایسی ہیں کہ جن میں عبادت کرنی چاہیے لیکن اس کیلئے مسجدوں میں اجتماعات کرنا درست نہیں۔

قال الشرنبلالي: وندب إحياء ليالي العشر الأخير من رمضان وإحياء ليلتي العيدين وليالي عشر ذي الحجة وليلة النصف من شعبان ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد.

■ اکابرین دیوبند کے اقوال

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے شب برأت کے متعلق اپنے ایک بیان میں فرمایا: اس رات میں کرنے کے دو کام ہیں، ایک تو جہاں تک ممکن ہو سکے عبادت کرو اور قرآن کریم کی تلاوت کرو، نماز پڑھنا سب سے افضل ہے، لیکن اگر بیٹھ کر تسبیحات پڑھنا چاہو تو یہ بھی جائز ہے۔ غرضیکہ اللہ کی یاد میں جتنا وقت بھی گزار سکتے ہو گزارو، باقی سونے کا تقاضا ہو تو سو جاؤ، فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ضرور پڑھ لو، تو ایک یہ کہ جہاں ممکن ہو سکے عبادت میں وقت گزارا جائے، اور دوسرے یہ کہ یہ مانگنے کی رات ہے، کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے، کیا مانگا جائے؟ اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے: ایک تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، دوسرے اللہ تعالیٰ سے رزق مانگو، اور تیسرے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو، لیجئے خدا تعالیٰ نے کنجیاں تمہارے ہاتھ میں دے دی ہیں، جتنا چاہے کھولو اور لو۔ (اصلاحی مواظظ ۵۶۸۲)

■ شب برات کی حقیقت اور فضیلت

مفتی تقی عثمانی صاحب

[ماخوذ از: ماہنامہ البلاغ اگست 2010ء]

■ شب برات کی فضیلت کی حقیقت:

شب برات کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس کی کوئی فضیلت حدیث سے ثابت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے اس رات کی فضیلت بیان فرمائی، ان میں سے بعض احادیث سند کے اعتبار سے بیشک کچھ کمزور ہیں اور ان احادیث کے کمزور ہونے کی وجہ سے بعض علماء نے یہ کہہ دیا کہ اس رات کی فضیلت بے اصل ہے، لیکن حضرات محدثین اور فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور

ہو لیکن اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اسکی کمزوری دور ہو جاتی ہے، اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ دس صحابہ کرام سے اسکی فضیلت میں روایات موجود ہیں لہذا جس رات کی فضیلت میں دس صحابہ کرام سے روایات مروی ہوں اس کو بے بنیاد اور بے اصل کہنا بہت غلط ہے۔

■ شبِ برات میں عبادت:

امت مسلمہ کے جو خیر القرون ہیں یعنی صحابہ کرام کا دور، تابعین کا دور، تبع تابعین کا دور، اس میں بھی اس رات کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے، لوگ اس رات میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں، لہذا اس کو بدعت کہنا، یا بے بنیاد اور بے اصل کہنا درست نہیں، صحیح بات یہی ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے، اس رات میں عبادت کرنا باعثِ اجر و ثواب ہے اور اسکی خصوصی اہمیت ہے۔

■ عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں:

البتہ یہ بات درست ہے کہ اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کہ فلاں طریقے سے عبادت کی جائے، جیسے بعض لوگوں نے اپنی طرف سے ایک طریقہ گھڑ کر یہ کہہ دیا کہ شبِ برات میں اس خاص طریقے سے نماز پڑھی جاتی ہے، مثلاً پہلی رکعت میں فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑھی جائے، دوسری رکعت میں فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑھی جائے وغیرہ وغیرہ، اسکا کوئی ثبوت نہیں، یہ بالکل بے بنیاد بات ہے، بلکہ نفلی عبادت جس قدر ہو سکے وہ اس رات میں انجام دی جائے، نفل نماز پڑھیں، قرآن کریم کی تلاوت کریں، ذکر کریں، تسبیح پڑھیں، دعائیں کریں، یہ ساری عبادتیں اس رات میں کی جاسکتی ہیں لیکن کوئی خاص طریقہ ثابت نہیں۔

■ شبِ برات میں قبرستان جانا:

اس رات میں ایک اور عمل ہے جو ایک روایت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے گئے، اب چونکہ حضور ﷺ اس رات میں جنت البقیع میں تشریف لے گئے اس لئے مسلمان اس بات کا اہتمام کرنے لگے کہ شبِ برات میں قبرستان جائیں، لیکن میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ایک بڑی کام کی بات

بیان فرمایا کرتے تھے جو ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے، فرماتے تھے کہ جو چیز رسول کریم ﷺ سے جس درجہ میں ثابت ہو اسی درجے میں اسے رکھنا چاہیے، اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے، لہذا ساری حیات طیبہ میں رسول کریم ﷺ سے ایک مرتبہ جانا ثابت ہے، کہ آپ شب برات میں جنت البقیع تشریف لے گئے، چونکہ ایک مرتبہ جانا مروی ہے اس لئے تم بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ چلے جاؤ تو ٹھیک ہے، لیکن ہر شب برات میں جانے کا اہتمام کرنا، التزام کرنا، اور اسکو ضروری سمجھنا اور اسکو شب برات کے ارکان میں داخل کرنا اور اسکو شب برات کا لازمی حصہ سمجھنا اور اسکے بغیر یہ سمجھنا کہ شب برات نہیں ہوئی، یہ اسکو اسکے درجے سے آگے بڑھانے والی بات ہے۔

■ 15 شعبان کا روزہ:

ایک مسئلہ شب برات کے بعد والے دن یعنی پندرہ شعبان کے روزے کا ہے، اسکو بھی سمجھ لینا چاہیے، وہ یہ کہ سارے ذخیرہ حدیث میں اس روزہ کے بارے میں صرف ایک روایت میں ہے کہ شب برات کے بعد والے دن روزہ رکھو لیکن یہ روایت ضعیف ہے لہذا اس روایت کی وجہ سے خاص پندرہ شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب قرار دینا بعض علماء کے نزدیک درست نہیں، البتہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے، لیکن 28 اور 29 شعبان کو حضور ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ مت رکھو، تاکہ رمضان کے روزوں کے لئے انسان نشاط کے ساتھ تیار رہے۔

خلاصہ کلام

پندرہویں شعبان کے متعلق شدہ روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن مجموعی طور پر یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اس رات کی فضیلت ثابت ہے

اب اس رات میں کیا خصوصیات ہیں اس کے بارے میں صراحتاً کوئی بات صحیح ثابت نہیں لہذا اس متعلق علماء کی رائے ہر زمانے میں مختلف رہی ہے کچھ نے روایات کو دیکھتے ہوئے اسکو تقدیر کی تحریر کی رات قرار دیا اور وہی دوسرے طبقے نے ان روایات کے ضعف کو دیکھتے ہوئے اس بات سے انکار کیا ہے کہ اس رات کی کوئی اتنی اہمیت نہیں ہے

اس میں فقط یہ رائے دی جاسکتی ہے کہ کونسا موقف زیادہ درست ہے ہماری رائے میں شب برات میں تقدیر کی تحریر یا رزق کی تقسیم کی رات قرار دینا زیادہ درست نہیں بلکہ شب قدر کو قرار دینا زیادہ صحیح ہے

لیکن جن حضرات نے شب برات کو تقدیر کے کہنے کی رات قرار دیا ہے چونکہ ان کے سامنے بھی روایات ہیں جو اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس قول کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ قوی قول نہیں

اس رات انفرادی عبادت بغیر کسی تداوی اور اجتماع کے کی جائے روزے کی توفیق ہو تو نفلی روزہ سنت سمجھے بغیر رکھا جائے

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 37

مہمان کا اکرام

سوال: آج کل یہ روایت بہت عام ہو رہی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اپنے شوہر کی شکایت کی کہ وہ بہت زیادہ اپنے دوستوں کو اپنے گھر پر دعوت دیتا رہتا ہے اور وہ تھک جاتی ہے کھانے بنانا کے اور ان کی مہمانداری میں۔

رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ عورت واپس چلی گئی، کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے شوہر کو بلوایا اور فرمایا: "آج میں تمہارا مہمان ہوں" وہ آدمی بہت خوش ہوا اور گھر جا کر اپنی بیوی کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ آج ہمارے مہمان ہیں، اس کی بیوی بیحد خوش ہوئی اور وقت لگا کر محنت سے ہر اچھی چیز تیار کرنے میں لگ گئی اپنے سب سے معزز مہمان رسول اللہ ﷺ کے لئے۔

اس زبردست پر تکلف دعوت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے کہا کہ "اپنی بیوی سے کہنا کہ اس دروازے کو دیکھتی رہے جس سے میں جاؤں گا۔" تو اس کی بیوی نے ایسا ہی کیا اور دیکھتی رہی کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ کے گھر سے نکلتے ہی آپ کے پیچھے بہت سے حشرات، بچھو اور بہت سے مہلک حشرات بھی گھر سے باہر نکل گئے اور یہ عجیب و غریب منظر دیکھ کر وہ بے ہوش ہو گئی۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا کہ "یہ ہوتا ہے جب تمہارے گھر سے مہمان جاتا ہے تو اپنے ساتھ ہر طرح کے خطرات، مشکلات اور آزمائشیں اور مہلک جاندار گھر سے باہر لے جاتا ہے، اور یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ جو تم محنت کر کے اس کی خدمت مہارت کرتی ہو۔"

■ الجواب باسمہ تعالیٰ

یہ واقعہ اگرچہ مشہور کیا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ من گھڑت واقعہ ہے، حدیث کی کسی بھی معتبر یا غیر معتبر کتاب میں یہ واقعہ موجود نہیں۔

اس کے علاوہ بھی کچھ روایات مشہور کی جا رہی ہیں:

1. جس گھر میں مہمان آتے جاتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس گھر سے محبت کرتا ہے
2. اس گھر سے بہتر اور کیا ہو گا جو ہر چھوٹے بڑے کے لئے کھلا رہے، ایسے گھر پر اللہ کی رحمت اور بخشش نازل ہوتی رہتی ہیں۔

یہ دونوں روایات کتب حدیث میں موجود نہیں۔

3. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ کسی کا بھلا چاہتے ہیں تو اسے نوازتے ہیں"، انہوں نے پوچھا: کس انعام سے؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: "مہمان اپنا نصیب لے کر آتا ہے، اور جاتے ہوئے گھر والوں کے گناہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔"

یہ روایت کئی طرق سے وارد ہے لیکن تمام طرق انتہائی کمزور ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہیں۔

أما ما يسنب إليه ﷺ من قوله: "إذا أراد الله بقوم خيراً أهدى لهم هدية. قالوا: وما تلك الهدية؟ قال: الضيف ينزل برزقه، ويرتحل بذنوب أهل البيت."

۱. فقد رواه الديلمي: "أخبرنا أبو محمد الحسن بن أحمد الحافظ كتابة أخبرنا أبو عثمان الصابوني ثنا عبد الله بن حامد أنا ابن بلال البزاز ثنا سحفيوه بن ماريار ثنا معروف بن حسان ثنا زياد الأعلم عن الحسن بن أنس به."

قلت: معروف بن حسان منكر الحديث.

- قال ابن عدي: منكر.

۲. ثم رواه من طريق آخر: قال أبو الشيخ حدثنا محمد بن أحمد بن معدان ثنا أيوب بن علي بن الهيصر ثنا زياد بن سيار عن عزة بنت أبي قرصافة عن أبيها قال: قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم: "إذا أراد الله بقوم خيرا أهدى إليهم هدية، قالوا يا رسول الله! وما تلك الهدية؟ قال: الضيف ينزل برزقه ويرتحل وقد غفر الله لأهل المنزل." قلت: زياد بن سيار.

-قال البخاري: روى عنه الطيب بن زيان.

-قال ابن حبان: أحاديثه مستقيمة إذا كان دونه ثقة.

وفي توثيق ابن حبان ما فيه، و عزة بنت أبي قرصافة: مجهولة.

اس سند میں "عزہ" نامی راوی مجھول ہے۔

۳. ورواه أيضا من طريق أبي عبدالرحمن السلمي: ثنا محمد بن نصر بن أشكاب عن الحسين بن محمد بن أسد عن منصور ابن أسد عن أحمد بن عبدالله عن إسحاق بن نجيح عن عطاء الخراساني عن أبي ذر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الضيف يأتي برزقه ويرحل بذنوب القوم يحص عنهم ذنوبهم."

قلت: آفته إسحاق بن نجيح، فهو إسحاق بن نجيح الأزدي، أبو صالح، ويقال أبو يزيد، الملقب.

-قال ابن حجر: كذوبه.

-قال أحمد: هو من أكذب الناس.

-وقال يحيى: معروف بالكذب ووضع الحديث.

-وقال يعقوب الفسوي: لا يكتب حديثه.

-وقال النسائي والدارقطني: متروك.

4. ہر وہ گھر جس میں مہمان نہیں آتا اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

وأما حديث: "كل بيت لا يدخل فيه الضيف لا تدخله الملائكة."

فہذا لا أصل له عن النبي ﷺ.

وإنما ذكره الغزالي في "أحياء علوم الدين" عن أنس من غير أصل.

5. مہمان جنت کا راستہ ہے.

وحديث: "الضيف دليل الجنة". (لا وجود له)

6. حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص مہمان سے محبت کرتا ہے وہ قیامت کے دن ایسا اٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوا ہوگا.

○ وقال أمير المؤمنين علي ﷺ:

[ما من مؤمن يحب الضيف إلا ويقوم من قبره ووجهه كالقمر ليلة البدر، فينظر أهل الجمع

فيقولون: ما هذا إلا نبي مرسل! فيقول ملك: هذا مؤمن يحب الضيف ويكرم الضيف، ولا

سبيل له إلا أن يدخل الجنة]

وهذا كسابقه من أباطيل الروافض وخرافاتهم التي لا وجود لها.

یہ بھی من گھڑت ہے

■ مہمان کے اکرام کے بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں:

● قال رسول الله ﷺ: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه". (متفق عليه)

جو شخص اللہ پر اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے.

● وقال ﷺ: "ما في الناس مثل رجل أخذ برأس فرسه يجاهد في سبيل الله عز وجل،

ويجنب شرور الناس، ومثل آخر باد في نعمة يقري ضيفه ويعطي حقه". (صحيح، رواه

أحمد)

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ان دو آدمیوں جیسا اجر والا کوئی نہیں: ایک وہ جو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو اور دوسرا وہ جو مہمان نوازی کر رہا ہو۔

● وقال ﷺ: "لا خير فيمن لا يضيف". (حسن، رواه أحمد)
حضور علیہ السلام نے فرمایا: اس گھر میں خیر نہیں جس میں مہمان نہ آئے۔

● وقال ﷺ: "إن لزورك عليك حقا". (متفق عليه)
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔"
واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقي اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 38

فقر کے اسباب

سوال: آجکل یہ بات بہت عام کی جا رہی ہے کہ درجہ ذیل امور سے رزق میں تنگی ہو جاتی ہے، شرعاً اس کی کیا حقیقت ہے؟

گھر میں غربت آنے کے اسباب:

1. غسل خانے میں پیشاب کرنا.
2. ٹوٹی ہوئی کنگھی سے کنگھا کرنا.
3. ٹوٹا ہوا سامان استعمال کرنا.
4. گھر میں کوڑا کرکٹ رکھنا.
5. رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنا.
6. بانس پیر سے پجامہ پہننا.
7. مغرب عشاء کے درمیان سونا.
8. مہمان کے آنے پر ناراض ہونا.
9. آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا.
10. دانت سے روٹی کاٹ کر کھانا.
11. دانت سے ناخن کاٹنا.
12. کھڑے کھڑے شلواریا پجامہ پہننا.
13. چالیس دن سے زیادہ زیر ناف کے بال رکھنا.
14. عورتوں کا کھڑے کھڑے بال باندھنا.
15. پھٹے ہوئے کپڑے جسم پر سینا.
16. صبح سورج نکلنے تک سونا.
17. درخت کے نیچے پیشاب کرنا.
18. بیت الخلاء میں باتیں کرنا.
19. الٹا سونا.
20. قبرستان میں ہنسننا.
21. پینے کا پانی رات میں کھلا رکھنا.
22. رات میں سوالی کو کچھ نہ دینا.
23. برے خیالات کرنا.
24. بغیر وضو کے قرآن مجید پڑھنا.
25. استنجا کرتے وقت باتیں کرنا.
26. ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھانا.
27. اپنی اولاد کو سنا.
28. دروازے پر بیٹھنا.
29. لہسن پیاز کے چھلکے جلانا.
30. فقیر سے روٹی یا اور کوئی چیز خریدنا.
31. پھونک سے چراغ بجھانا.
32. بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا.
33. غلط قسم کھانا.
34. جوتا یا چپل الٹا دیکھ کر سیدھا نہ کرنا.
35. حالت جنابت میں حجامت کرنا.
36. مکڑی کا جالا گھر میں رکھنا.
37. رات کو جھاڑو لگانا.
38. اندھیرے میں کھانا.
39. گھڑے میں منہ لگا کر پینا.

الجواب باسمہ تعالیٰ

واضح رہے کہ ہر انسان کی تقدیر اس کی پیدائش سے پہلے ہی لکھ دی جاتی ہے جس میں تبدیلی ممکن نہیں، البتہ اس تقدیر کے لکھنے کے مراحل مختلف ہیں:

(1) لوح محفوظ میں کتابت:

اس میں کسی صورت بھی تبدیلی ممکن نہیں۔

(2) ماں کے پیٹ میں تقدیر کا لکھا جانا:

یہاں چار چیزیں لکھی جاتی ہیں: رزق، اجل، عمل، نیک بخت یا بد بخت ہونا۔

(3) لیلة القدر میں تحریر:

اس رات میں پورے سال کا رزق اور اس سال بھر میں پیش آنے والے تمام امور کو لکھ دیا جاتا ہے۔

لأن الكتابة من الله عزوجل على أنواع:

١. النوع الأول: الكتابة في اللوح المحفوظ، وهذه الكتابة لا تبدل ولا تغير، ولهذا سماه الله لوحاً محفوظاً، لا يمكن أن يبدل أو يغير ما فيه.

٢. النوع الثاني: الكتابة على بني آدم وهم في بطون أمهاتهم، لأن الإنسان في بطن أمه إذا تم له أربعة أشهر، بعث الله إليه ملكاً موكلاً بالأرحام، فينفخ فيه الروح بإذن الله، لأن الجسد عبارة عن قطعة من لحم إذا نفخت فيه الروح صار إنساناً، ويؤمر بأربع كلمات: بكتب رزقه، وأجله، وعمله، وشقي أو سعيد.

٣. النوع الثالث: كتابة حولية كل سنة، وهي الكتابة التي تكون في ليلة القدر، فإن الله سبحانه وتعالى يقدر في هذه الليلة ما يكون في تلك السنة، قال الله تبارك وتعالى: {فيها يفرق كل أمر حكيم} [الدخان: 4]. فيكتب في هذه الليلة ما يكون في تلك السنة.

اس کے بعد ایک تحریر وہ ہوتی ہے جو انسانی عمل کے بعد ہوتی ہے جسکو کراماتین لکھتے ہیں۔
ان تمام امور میں اجمالی طور پر اس بات کا ذکر ہے کہ نیکی اور دعا کرنا عمر اور رزق کی برکت کے اسباب میں سے ہے اور گناہ کرنے سے رزق میں تنگی آتی ہے، لیکن کسی مخصوص عمل کا رزق میں تنگی کا باعث بننا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے اور ایسی تمام روایات سند کے لحاظ سے درست نہیں۔

■ فقر کے اسباب کے متعلق روایات اور انکی تحقیق:

روایت نمبر: ۱

حدیث: "من أراد الفقر الدائم فليغني والأذان يؤذن، ومن أراد الفقر فليغني بين الأذان والإقامة."

لا أعرف هذا الحديث، ولا أدري هل هو حديثٌ مرويٌّ أم لا.

جو شخص اذان اور اقامت کے درمیان گانا بجائیگا اس پر ہمیشہ کا فقر آئیگا۔

یہ روایت من گھڑت ہے۔

روایت نمبر: ۲

"من أراد أن يرى الفقر بين عينيه فليأكل عند معازف."

• جو شخص باجا بجنے کے وقت کھاتا ہو (مثلاً: ٹی وی چلتے وقت) تو اس کا فقر یقینی ہے۔

یہ روایت ثابت نہیں۔

روایت نمبر: ۳

"من كتب بقلم معقود وتمشط بمشط مكسور فتح الله تعالى عليه سبعين باباً من الفقر."

قال الصغاني: موضوع. "الموضوعات" (40/1) اهـ.

جو ٹوٹے ہوئے قلم سے لکھے یا ٹوٹے ہوئے کنگھی سے کنگھی کرے اس پر فقر کے ستر (۷۰) دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

یہ روایت من گھڑت ہے۔

روایت نمبر: ۴

قال ابن الجوزي في "الموضوعات" (284/3)
 "باب انقطاع الرزق بقطع الدعاء للوالدين"
 حدثنا الحسن البصري سمعت أنس بن مالك يقول: قال رسول الله ﷺ: "إذا ترك العبد
 الدعاء للوالدين فإنه ينقطع على الولد الرزق في الدنيا."
 هذا الحديث لا يصح عن رسول الله ﷺ.
 والمتهم به الجوباري وهو أحمد بن خالد، نسبوه إلى جده لأنه أحمد بن عبد الله بن خالد،
 وإنما قصدوا التدليس وهو محرم.

جو شخص اپنے والدین کیلئے دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس اولاد پر رزق کو منقطع فرمادیتے ہیں۔
 یہ روایت بھی من گھڑت ہے۔

5. حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول:

جاء رجل إلى أمير المؤمنين علي بن ابي طالب ﷺ فقال: إني أجد في رزقي ضيقاً؛ فقال له: لعلك
 تكتب بقلم معقود؟ فقال لا؛ قال: لعلك تمشط بمشط مكسور؟ فقال لا؛ قال: لعلك تمشي
 أمام من هو أكبر منك سناً؟ فقال لا؛ قال: لعلك تنام بعد الفجر؟ فقال لا؛ قال: لعلك تركت
 الدعاء للوالدين؟ قال نعم يا أمير المؤمنين! قال: فاذكرهما فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول:
 ترك الدعاء للوالدين يقطع الرزق."

ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور رزق میں تنگی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: "کیا تو ٹوٹے ہوئے قلم سے
 لکھتا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں؛ آپ نے کہا کہ تو ٹوٹے ہوئے کنگھے سے بال ٹھیک کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں؛ آپ نے
 کہا کہ شاید تو اپنے سے بڑی عمر کے شخص کے آگے آگے چلتا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں؛ آپ نے کہا کہ تو فجر کے بعد سوتا
 ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں؛ تو آپ نے کہا کہ شاید تو اپنے والدین کیلئے دعا نہیں کرتا؟ اس شخص نے کہا کہ جی یہی بات ہے؛ تو
 آپ نے فرمایا کہ والدین کیلئے دعا نہ کرنا فقر کا سبب ہے۔

هذا "الخبر" مكذوب مصطنع لا أصل له بكتب أهل السنة ولا وجود.

یہ روایت بھی من گھڑت ہے۔

البتہ صحیح روایات میں آپ علیہ السلام سے ثابت ہے کہ آپ نے فقر سے پناہ مانگی ہے اور امت کو جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں بھی فقر سے پناہ طلب کرنے کے الفاظ موجود ہیں۔

ولحديث أبي بكرة رضی اللہ عنہ أن النبي ﷺ كان يقول في دبر الصلاة: "اللهم إني أعوذ بك من الكفر والفقر وعذاب القبر".

-صححه ابن خزيمة والحاكم والألباني.

ہر نماز کے بعد کفر، فقر اور عذاب قبر سے پناہ مانگی گئی ہے۔

"اللهم إني أعوذ بك من الجوع فإنه بئس الضجيع وأعوذ بك من الخيانة فإنها بئس البطانة".

اللہ کے نبی علیہ السلام نے بھوک سے پناہ مانگی ہے۔

خلاصہ کلام

فقر کے اسباب کے متعلق جتنی روایات صراحتاً وارد ہوئی ہیں ہمارے علم کے مطابق تقریباً وہ تمام روایات ناقابل اعتبار اور من گھڑت ہیں، البتہ جتنی باتیں اس پوسٹ میں لکھی گئی ہیں وہ یقیناً آداب زندگی کے خلاف ہیں، لیکن اس طرح کی باتوں کو یوں عموماً پھیلانے سے ذہن میں یہی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ باتیں احادیث سے ثابت ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 39

مولود کعبہ کی تحقیق

سوال: بعض حضرات نے خلیفہ رابع، امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ ان کی پیدائش بھی بیت اللہ کے اندر ہوئی تھی،

ملاحظہ ہو:

”امام حاکم رحمہ اللہ نے ”المستدرک“ میں ایک روایت ذکر کی ہے، جس میں حدیث کے راوی مصعب بن عبد اللہ رحمہ اللہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے بیت اللہ کے اندر پیدا ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”ولم یولد قبلہ ولا بعدہ فی الکعبۃ أحد“ . کہ نہ ان سے پہلے اور نہ ہی ان کے بعد کوئی بھی کعبہ میں پیدا ہوا۔ لیکن اس پر امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وہم مصعب فی الحرف الآخر، فقد تواترت الأخبار أن فاطمة بنت أسد ولدت أمير المؤمنين علي بن أبي طالب كرم الله وجهه في جوف الكعبة“ . کہ اس آخری بات میں ”مصعب“ کو وہم ہو گیا ہے، اس لیے کہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بیت اللہ کے اندر جنم دیا ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین، ذکر مناقب حکیم بن حزام القرشیؓ، رقم الحدیث: ۶۰۴۴، ۵۵۰/۳، دار الکتب العلمیۃ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”واز مناقب علي رضي الله عنه کہ در حین ولادت او ظاہر شد یکی آن است کہ در جوف کعبہ معظمہ تولد یافت۔

قال الحاكم في ترجمة حكيم بن حزام قول مصعب؛ فيه: ”ولم يولد قبله ولا بعده في الكعبة أحد“ ما نصه: ”وهم مصعب في الحرف الآخر، فقد تواترت الأخبار أن فاطمة بنت أسد

ولدت أمير المؤمنين علي بن أبي طالب كرم الله وجهه في جوف الكعبة“ . (ازالة الخفاء عن

خلافة الخلفاء: ۳۵۹/۶)

اس کے بارے میں آپ کی تحقیق کیا ہے؟

الجواب باسمہ تعالیٰ

واضح رہے کہ خانہ کعبہ ہر زمانے میں ایک محترم اور عزت والا مقام رہا ہے۔ مشرکین عرب باوجود اپنی جہالت اور سرکشی کے اس بیت اللہ کا اکرام کرتے تھے اور یہاں آنے والے حجاج کی خدمت کو سعادت سمجھتے تھے، لہذا ایسا ممکن نہیں کہ اتنے مقدس مقام کو ولادت جیسے آلودہ عمل کیلئے مختص کیا جائے۔

تاریخ میں صرف اس ایک واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت حکیم بن حزام کی والدہ کسی خاص مناسبت سے بیت اللہ میں داخل ہوئیں کہ اچانک انکو دردزہ شروع ہوا حتیٰ کہ ان کو وہاں سے نکالنا ممکن نہ رہا تو وہیں ان کیلئے چمڑا بچھایا گیا اور بچے کی ولادت ہوئی۔

ورواه الذهبي عن ابن منده وأتى برواية الزبير عن مصعب بن عثمان أن حكيم ولد في جوف الكعبة.

-سير أعلام النبلاء 46/3.

-والمناوي في "فيض القدير" 37/2.

"-الوفيات" للقسطنطيني 67/1.

-وانظر مشاهير علماء الأمصار 12/1.

-ريح النسرین فیمن عاش من الصحابة 49/1.

-الوقوف على الموقوف 80/1.

بل هذا ما رواه في جمهرة نسب قريش (353/1)

وجاء في كتاب الثقات «حکیم بن حزام.. وكان مولده قبل الفيل بثلاث عشرة سنة، دخلت

أمه الكعبة فمخضت فيه فولدت حكيم بن حزام في جوف الكعبة» (كتاب الثقات 71/3)

حکیم بن حزام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں اور حضور علیہ السلام سے پانچ سال بڑے ہیں، یہ واحد شخص ہیں جو کعبہ میں پیدا ہوئے اور ان کی عمر ایک سو بیس سال رہی۔

• حکیم بن حزام بن خویلد بن أسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب أبو خالد القرشی الأسدی۔

• مولدہ: وُلِدَ حکیم فی جوف الکعبۃ، وعاش مئة وعشرين سنة۔

■ امام حاکم رحمہ اللہ کا موقف

امام حاکم رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی ہے اور اس پر تو اتر کا دعویٰ کیا لیکن اس تو اتر پر ایک بھی روایت ثابت نہ کر سکے، پھر بعد کے جن حضرات نے بھی اس قول کو لیا انہوں نے امام حاکم کے قول کو بنیاد بنایا، لیکن جیسا کہ عرض کیا کہ امام حاکم کا اپنا قول ہی بلا دلیل تھا۔

● تمام اسماء الرجال کے ماہر محدثین نے امام حاکم رحمہ اللہ کے اس قول کو رد کیا۔

علامہ سیوطی اور علامہ نووی رحمہما اللہ نے بالتصريح ان حضرات کی تردید فرمائی ہے۔
علامہ سیوطی نے امام حاکم رحمہ اللہ کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔

قال شيخ الإسلام: ولا يعرف ذلك لغيره، وما وقع في "مستدرک الحاكم" -من أن علياً وُلِدَ فيها- ضعيفٌ . (تدريب الراوي، النوع الستون: التواريخ والوفيات، فرع الثاني: صحابيان عاشا ستين سنة في الجاهلية: ٤٨٢/٢، دار العاصمة)

اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے بھی امام حاکم رحمہ اللہ کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔

“قالوا: ولد حکیم بن حزام فی جوف الکعبۃ، ولا يعرف أحد ولد فيها غيره، وأما ما روي أن علي ابن أبي طالب ﷺ ولد فيها؛ فضعيف عند العلماء” . (تهذيب الأسماء واللغات للنووي، حرف الحاء، حکیم بن حزام: ١٦٦/١، دارالكتب العلمية)

- اس کے علاوہ علامہ حسین بن محمد الدیار البکری (المتوفی: ۹۴۴ھ) نے تاریخ الخمیس میں ذکر کیا کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کعبہ میں پیدا ہوئے؛ لیکن یہ بات ثابت نہیں ہے۔

”ویقال: ولادته في داخل الكعبة، ولم يثبت“. (تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس، ذکر علی بن أبی طالب: ۲/۲۷۵، دار صادر)

اسی طرح شرح نہج البلاغہ لابن عبد الحمید بن ہبہ اللہ (المتوفی: ۶۵۶) میں مذکور ہے: ”واختلف في مولد علي ؑ أين كان؟ فكثير من الشيعة يزعمون أنه ولد في الكعبة، والمحدثون لا يعترفون بذلك، ويزعمون أن المولود في الكعبة حكيم بن حزام بن خويلد بن أسد بن عبد العزى بن قصي“. (شرح نہج البلاغہ، القول فی نسب أمير المؤمنين علي بن أبی طالب وذكر لمع بسيرة من فضائله: ۱/۱۴، دار الجیل)

- اسی طرح السیرۃ الحلبیۃ لعلی بن ابراہیم الحلبي (المتوفی ۱۰۴۴ھ) میں مذکور ہے:

”وكون علي ؑ ولد في الكعبة؛ قيل: الذي ولد في الكعبة حكيم بن حزام، قال بعضهم: لا مانع من ولادة كليهما في الكعبة، لكن في النور: حكيم بن حزام ولد في جوف الكعبة، ولا يعرف ذلك لغيره، وأما ما روي أن علياً ولد فيها، فضعيف عند العلماء“. (السیرۃ الحلبیۃ، باب تزوجه ؑ خدیجۃ بنت خویلد: ۲۰۲/۱)

- مختصر ان حضرات کی فہرست یہاں دی جا رہی ہے جن حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خانہ کعبہ میں پیدائش کا انکار کیا ہے۔

- واحتج الزيلعي في نصب الراية بما قاله مسلم (2/4)
- وحكاہ الحافظ ابن حجر رواية عن الزبير بن بكار وهو ثقة (تهذيب التهذيب 384/2، الإصابة في معرفة الصحابة 112/2).
- وحكاہ الحافظ المزي رواية عن العباس ؑ (تهذيب الكمال 63/21)
- وحكاہ الحافظ ابن عبد البر في (الاستيعاب 142/1)
- وحكاہ السيوطي في "تدريب الراوي" (358/2)

• وفي أخبار مكة «أول من ولد في الكعبة» (226/3 و 236)

خلاصہ کلام

مولود کعبہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہی ہیں، اور جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مولود کعبہ قرار دیا ہے ان کا قول بلاد لیل ہے، خود امام حاکم رحمہ اللہ اپنے اس قول پر کوئی واضح دلیل پیش نہیں کر سکے ہیں۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 40

رمضان المبارک کی فضیلت کی روایت

ایک اشکال: یہ ایک جھوٹی مشہور حدیث ہے کہ: رمضان کا پہلا عشرہ رحمت کا، دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا عشرہ جہنم سے نجات کا۔

ذرا سوچیں۔

تمام جہانوں کے مالک ہمارے اللہ کی رحمت اور مغفرت کے دروازے اتنے چھوٹے اور تنگ ہو ہی نہیں سکتے کہ صرف دس دن کے لئے کھلے رہیں۔

نہیں!!

بلکہ ہمارے اللہ کی رحمت ہر دن رات ہر بندے پر برستی رہتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اللہ تعالیٰ ہر رات تہائی حصے کے بعد فرماتا ہے:

کوئی ہے جو مجھ سے رحمت و مغفرت اور حاجت طلب کرے تاکہ میں اپنے بندوں کی ہر حاجت کو پورا کروں اور جو مانگے وہ دوں۔

تو پھر صرف دس دن رحمت کا عشرہ کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ تو اللہ پر سراسر بہتان اور جھوٹا الزام ہے۔

دوسرا اور تیسرا عشرہ مغفرت اور جہنم سے نجات کا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر لمحہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر کے اپنے بندوں کی مغفرت کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

اللہ کی رحمتوں، نعمتوں اور اس کی قدرت کی کوئی حد نہیں، وہ جب چاہے اپنے بندوں کو اپنے فضل و کرم سے ہر نعمت سے نواز سکتا

ہے۔

لیکن طلبگار بندے ہونا چاہیئے۔

دیکھئے اس حدیث کے بارے میں محدثین کی تحقیق:

ضعیف: امام ابن خزيمة رحمہ اللہ نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے وہ کچھ یوں ہے: ”اگر یہ حدیث صحیح ہو تو فضائل رمضان کے بارہ میں باب۔“

اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ (زوائد ابن ماجہ: 228)

☆ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا: ”یہ حدیث منکر ہے“۔ (العلل لابن ابی حاتم: ۱/۲۴۹)

☆ امام عقیلی رحمہ اللہ نے کہا: ”اس کی کوئی اصل نہیں ہے“۔ (الکامل: ۳/۱۱۵)

☆ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کا دارودار علی بن زید پر ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (اتحاف المہرۃ: ۵/۵۶۱)

☆ شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا: ”منکر“ (الضعیف: ۸۷۱)

☆ شیخ ابواسحاق الحوینی مصری حفظہ اللہ نے کہا: ”یہ حدیث باطل ہے۔“ (الناقلۃ فی الاحادیث الضعیفۃ والباطلۃ: ۱/۲۹۱)

اس تحقیق سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

بہر حال!

اللہ کے بندے ایسی من گھڑت اور جھوٹی حدیثوں پر یقین کر کے اپنا ایمان اور عقیدہ خراب کر کے اللہ کی رحمت و نعمتوں سے محروم نہ ہو جائیں۔

الجواب باسمہ تعالیٰ

اس روایت کو من گھڑت قرار دینا ایک بہت بڑی زیادتی ہے جس پر یہ پوسٹ لکھنے والے کو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیئے کیونکہ علماء محدثین کے سخت ترین کلمات میں سے ”منکر“ کا لفظ ہے جو ابن ابی حاتم اور البانی رحمہما اللہ نے اس روایت کے متعلق کہا ہے۔

ان دونوں حضرات کے علاوہ محدثین نے اس روایت اور اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان کے متعلق ضعف کا قول تو کہا ہے لیکن اس روایت کو من گھڑت کسی نے بھی قرار نہیں دیا اور نہ ہی کسی محدث نے اس راوی کو ”متہم بالکذب“ قرار دیا ہے، لہذا اس حدیث کو ضعیف کہنا تو بجا ہو گا لیکن ”من گھڑت“ کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔

■ روایت کی تحقیق

• فقد روي من حديث سلمان: "وهو شهر أوله رحمة وأوسطه مغفرة وآخره عتق من النار."
- ابن خزيمة نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا کہ 'بشرطیکہ یہ روایت صحیح ہو.'
• رواہ ابن خزيمة في صحيحه 1887 وقال: إن صح.

• امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کیا.

- والبيهقي في شعب الإيمان: 3608.

- وفي سنده على بن زيد بن جدعان

- قال في الكشف: علي بن زيد بن جدعان أحد الحفاظ ليس بالثبت.

- قال الدارقطني: لا يزال عندي فيه لين.

- وقال عنه الإمام أحمد وأبوزرعة: ليس هو بالقوى. (كما في الجرح والتعديل)

- وعن يحيى بن معين: ليس بحجة.

● ان تمام کبار محدثین نے اس راوی کو ضعیف تو قرار دیا ہے لیکن اس پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی جس کی وجہ سے روایت موضوع یا متروک بن جائے.

☆ البتہ چونکہ اس راوی کے متعلق کچھ سخت الفاظ بھی کہے گئے جس سے اس کی کمزوری واضح ہوتی ہے.

مثلاً: ليس بحجة، ليس بشئ، ضعيف في كل شئ.

اس وجہ سے بعض محدثین نے اس روایت پر "منکر" کا حکم لگا دیا.

وضعف هذا الحديث الشيخ الألباني في السلسلة الضعيفة، حديث رقم: 871،

وقال: منكر.

وروي أيضاً من حديث أبي هريرة:

"أول شهر رمضان رحمة، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار."

-رواه ابن أبي الدنيا والخطيب وابن عساكر.

وضعه الشيخ الألباني في ضعيف الجامع، حديث رقم: 2135، وقال عنه في السلسلة

الضعيفة: 1569: منكر.

■ اس روایت کو اپنی کتابوں میں ذکر کرنے والے وہ محدثین جنہوں نے اس روایت کو قابل بیان قرار دیا ہے:

(1) علامہ ابن حجر الہیتمی رحمہ اللہ:

-المحدث: الہیتمی المکی.

-المصدر: الزواجر.

-الصفحة أو الرقم: 197/1.

-خلاصة حكم المحدث: في سنده من صحيح، وحسن له الترمذي لكن ضعفه غيره.

(2) علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ:

شهر رمضان أوله رحمة، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار.

-الراوي: أبوهريرة.

-المحدث: ابن حجر العسقلاني.

-المصدر: لسان الميزان.

-الصفحة أو الرقم: 59/8.

-خلاصة حكم المحدث: [فيه] مسلمة بن الصلت.

-قال ابن عدي: ليس بالمعروف

(3) علامہ الدمیاطی رحمہ اللہ:

-الراوي: سلمان الفارسي.

-المحدث: الدمیاطی.

-المصدر: المتجر الرابع.

-الصفحة أو الرقم: 133.

-خلاصة حكم المحدث: [فيه] علي بن زيد بن جدعان، والجمهور على تضعيف "علي" هذا وقد يحسن حديثه.

(4) امام ابن خزيمة رحمه الله:

امام ابن خزيمة نيسابوري (۲۳۳ھ/۳۱۱ھ) نے حدیث کی مشہور و معروف کتاب "صحیح ابن خزيمة ۳ / ۱۹۱" میں.

(5) امام ابن ابی الدینار رحمہ اللہ:

امام ابو بکر بغدادی جو "ابن ابی الدینار" کے نام سے معروف ہیں (۲۰۸ھ / ۲۸۱ھ) نے اپنی مشہور کتاب "فضائل رمضان" میں.

(6) ابن شاہین بغدادی رحمہ اللہ:

ابن شاہین بغدادی (۲۹۷ھ/۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب "فضائل شہر رمضان" میں.

(7) امام بیہقی رحمہ اللہ:

مشہور محدث امام بیہقی (۳۸۲ھ/۴۵۸ھ) نے حدیث کی مشہور کتاب "شعب الایمان ۳۳۶" اور "فضائل اوقات ۳۷" میں.

(8) امام ابو القاسم اصہبانی رحمہ اللہ:

امام ابو القاسم اصہبانی رحمہ اللہ جو "قوام السنۃ" کے نام سے معروف ہیں (۴۵۷ھ/۵۳۵ھ) نے اپنی مشہور کتاب "کتاب الترغیب والترہیب ۱۷۵۳" میں.

(9) امام بغوی رحمہ اللہ:

امام بغوی جو "معی السنۃ" کے لقب سے مشہور ہیں (۴۳۳ھ/۵۱۰ھ) نے اپنی مشہور تفسیر قرآن "معالم التنزیل ۲۰۲/۱" میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

اختصار کے پیش نظر میں نے صرف چند محدثین کے نام ان کی کتابوں کے حوالے کے ساتھ ذکر کر دیئے ہیں، ان کے علاوہ بھی بڑے بڑے محدثین نے فضائل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس روایت کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث منقول ہے جو کہ دیگر کتابوں میں مذکور ہے، اگرچہ ان کی سند میں ضعف ہے۔

□ علی بن زید بن جدعان

اس راوی کو اگرچہ بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن محدثین کی ایک جماعت نے انکی توثیق بھی کی ہے، جیسے:

۱. امام ترمذی رحمہ اللہ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صدوق صدوق". (تذکرۃ الحفاظ للذہبی)

۲. یعقوب بن شبیبہ

وقال یعقوب بن شبیبہ: "ثقة". (تہذیب الکمال)

۳. امام حاکم رحمہ اللہ نے "المستدرک 4041" میں علی بن زید بن جدعان کی روایت کو "ہذا حدیث صحیح" کہا ہے۔

۴. علامہ ذہبی رحمہ اللہ "المستدرک 8543" کی تلخیص میں لکھتے ہیں: ابن جدعان "صالح الحدیث".

۵. المستدرک 8699 میں لکھتے ہیں: "اسنادہ قوی".

۶. امام عجل نے اپنی ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۷. علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: "الحافظ". (لسان المیزان)

۸. علامہ ابن الملحق لکھتے ہیں: "وہو حسن الحدیث". (تحفۃ المحتاج)

۹. المختارۃ کی تخریج کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد الملک دبیش لکھتے ہیں: "اسنادہ حسن". (الاحادیث المختارۃ 475)

۱۰. علامہ عبد العظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو عن سلمان رضی اللہ عنہ کہہ کر نقل کیا ہے جو کہ ان کے نزدیک حدیث کے صحیح یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔
علامہ ناصر الدین البانی صاحب کا اس حدیث کو منکر لکھنا محل نظر ہے۔

۱۱. ناصر الدین البانی صاحب نے علی بن زید کی روایت کو "سنن ترمذی 764" میں صحیح لکھا ہے۔

۱۲. سنن ترمذی 1146 میں بھی علی بن زید سے روایت موجود ہے جس کے بارے میں

۱۰. امام ترمذی فرماتے ہیں: "حدیث حسن صحیح".

۱۰. اور علامہ ناصر الدین البانی نے بھی اسکو "صحیح" تسلیم کیا ہے۔

خلاصہ کلام

یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ضرور ہے، لہذا اگر کوئی اسکو بیان نہ کرنا چاہے تو نہ کرے، لیکن اس پر من گھڑت کا حکم لگانا اور اس کو باطل روایت قرار دینا درست نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

چند مشہور روایات کی تحقیق

۱. چاروں مشہور فرشتوں کا اترنا

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ چاروں مشہور فرشتے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درود کی فضیلت کو بیان کیا...

ما صححة هذا الحديث: "هبط الملائكة الأربعة؛ جبريل، ميكائيل، إسرافيل، عزرائيل على النبي محمد صل الله عليه وسلم، فقال جبريل: يا حبيبي يا محمد! قال: نعم يا جبريل، من صلى عليك عشرة صباحا وعشرة مساء خطفته من على الصراط كالبرق. وقال ميكائيل: يا حبيبي يا محمد! قال: نعم يا ميكائيل، قال: من صلى عليك عشرة صباحا وعشرة مساء اعطيته شربة لم يظمأ بعدها أبدا. وقال إسرافيل: يا حبيبي يا محمد! قال: نعم يا إسرافيل، قال: من....."

● روایت کی تحقیق:

هذا الكلام لا نعلم له أصلا عن النبي ﷺ، ولا يجوز أن ينسب إليه إلا ما رواه أهل الحديث بالإسناد الثابت عنه ﷺ، ومثل هذا الكلام الذي لا أصل له، نسبته إليه ﷺ من الكذب عليه.

اس روایت کا وجود کسی بھی حدیث کی معتبر کتاب میں نہیں، لہذا اس کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں.

۲. جبرائیل علیہ السلام کا جہنم کے بارے میں خبر دین

ایک بار جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ جبرائیل کچھ پریشان ہیں، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: جبرائیل کیا معاملہ ہے کہ آج میں آپکو غمزدہ دیکھ رہا ہوں؟ جبرائیل نے عرض کیا کہ اے محبوب! کل میں اللہ پاک کے حکم سے جہنم کا نظارہ کر کے آیا ہوں اور اسکو دیکھنے سے مجھ پہ غم کے آثار نمودار ہوئے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل مجھے بھی جہنم کے حالات بتاؤ تو جبرائیل نے عرض کیا کہ جہنم کے کل سات درجے ہیں: سب سے نیچے والے درجے میں اللہ تعالیٰ منافقوں کو رکھے گا، اس سے اوپر والے چھٹے درجے میں اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈالیں گے، اس سے اوپر پانچویں درجے میں اللہ تعالیٰ سورج اور چاند کی پرستش کرنے والوں کو ڈالیں گے، چوتھے درجے میں اللہ پاک آتش پرست لوگوں کو ڈالیں گے، تیسرے درجے میں اللہ پاک یہود کو ڈالیں گے، دوسرے درجے میں اللہ تعالیٰ عسائیوں کو ڈالیں گے، یہ کہہ کر جبرائیل علیہ السلام خاموش ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا؟ جبرائیل آپ خاموش کیوں ہو گئے؟ مجھے بتاؤ کہ پہلے درجے میں کون ہو گا؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا..... الی آخرہ

□ ما صحۃ هذا الحدیث عن وصف النار؟

روی یزید الرقاشی عن أنس بن مالك قال: جاء جبریل إلى النبی ﷺ فی ساعةٍ ما كان يأتيه فیها متغیر اللون، فقال له النبی ﷺ: مالي أراك متغیر اللون؟ فقال: یا محمد! جئتک فی الساعة التي أمر الله بمنافع النار أن تنفخ فیها، ولا ينبغي لمن يعلم أن جہنم حق، وأن النار حق، وأن عذاب القبر حق، وأن عذاب الله أكبر أن تقر عينه حتی يأمنها . فقال النبی ﷺ: یا جبریل! صف لي جہنم، قال: نعم، إن الله تعالى لما خلق جہنم أوقد علیها ألف سنة فاحمَرَّت، ثم أوقد علیها ألف سنة فائیضَّت، ثم أوقد علیها ألف سنة فاسودَّت، ففی سوداء مُظلمة لا ينطفئ لہبها ولا جمرها.

والذي بعثك بالحق، لو أن حُرِّمَ إبرة فُتِحَ منها لاحترق أهل الدنيا عن آخرهم من حرِّها ...
والذي بعثك بالحق، لو أن ثوباً من أثواب أهل النار عَلِقَ بين السماء والأرض، لمات جميع أهل الأرض من نَتْنِهَا وحرِّها عن آخرهم لما يجدون من حرِّها ... والذي بعثك بالحق نبياً، لو أن ذراعاً من السلسلة التي ذكرها الله تعالى في كتابه وُضِعَ على جبلٍ لَذَابَ حتى يبلغ الأرض السابعة ... والذي بعثك بالحق نبياً، لو أن رجلاً بالمغرب يُعَذَّبُ لاحترق الذي بالمشرق من شدة عذابها... حرِّها شديد، وقعرها بعيد، و حليها حديد، و شرابها الحميم والصدید، وثيابها مقطعات النيران، لها سبعة أبواب، لكل باب منهم جزء مقسومٌ من الرجال والنساء.
فقال ﷺ: أهي كأبوابنا هذه؟ قال: لا، ولكنها مفتوحة، بعضها أسفل من بعض، من باب إلى باب مسيرة سبعين سنة، كل باب منها أشدَّ حرّاً من الذي يليه سبعين ضعفاً، يُساق أعداء الله إليها فإذا انتهوا إلى بابها استقبلتهم الزبانية بالأغلال و السلاسل، فتسلك السلسلة في فمه وتخرج من دُبُرِهِ، وتُغَلَّ يده اليسرى إلى عنقه، وتُدْخَلُ يده اليمنى في فؤاده، وتُنَزَعُ من بين كتفيه، وتُشدُّ بالسلاسل، ويُقرَن كل آدمي مع شيطان في سلسلة.....

● روایت کی تحقیق:

هذا الحديث منكر لا يصح؛ وفيه يزيد بن أبان الرقاشي ضعيف واه.

یہ روایت درست نہیں اور اسکی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کرنا بھی صحیح نہیں۔

۳. جبرائیل علیہ السلام کی چالیس ہزار سال کی عبادت:

ایک بار حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! میں آپ کی عبادت کرنا چاہتا ہوں، اللہ پاک نے فرمایا کر لو، تو انہوں نے دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور اس اہتمام کے ساتھ نماز ادا کی کہ چالیس ہزار سال کے بعد سلام پھیرا، اللہ پاک نے فرمایا: تم نے بہت اچھی نماز پڑھی ہے لیکن ایک امت آنے والی ہے جس کی فجر کی دو سنتیں تیری اس دو رکعتوں سے بڑھ کر ہونگی۔

روي عن النبي ﷺ أنه قال: "لما خلق الله تعالى جبرائيل عليه السلام على أحسن صورة وجعل له ستمائة جناح، طول كل جناح ما بين المشرق والمغرب نظر جبريل إلى نفسه فقال: إلهي هل خلقت أحسن صورة مني؟ فقال الله تعالى: لا، فقام جبرائيل وصلى ركعتين شكراً لله تعالى، فقام في كل ركعة عشرين ألف سنة، فلما فرغ من الصلاة قال الله تعالى: يا جبريل! عبدتني حق عبادتي ولا يعبدني أحد مثل عبادتك لكن يجيء في آخر الزمان نبي كريم حبيب إليّ يقال له: محمد، وله أمة ضعيفة مذنبه يصلون ركعتين مع سهو ونقصان في ساعة يسيرة وأفكار كثيرة وذنوب كبيرة، فوعزتي وجلالي إن صلاتهم أحب إليّ من صلاتك....."

● روایت کا حکم:

هذا الحديث لا أصل له، بل هو من الأحاديث المكذوبة على رسول الله ﷺ.

یہ روایت بھی من گھڑت روایات میں سے ہے۔

۴. انتقال کے وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام سے مکالمہ:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا: "کیا میری امت کو موت کی تکلیف برداشت کرنی پڑے گی؟" تو فرشتے نے کہا: "جی"، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت اگر ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گی تو موت کے وقت اس کا ایک پاؤں دنیا میں ہو گا اور دوسرا جنت میں۔"

• تحقیق:

ہمارے علم کے مطابق اس مضمون کی روایت کتب احادیث میں کہیں بھی موجود نہیں چاہے صحاح ہوں یا ضعیف روایات یا موضوعات کی کتابیں۔

۵. التحیات کا پس منظر

السؤال: هل ذكرت التحيات في قصة المعراج؟

ما صحة قصة أن لفظ: (التحيات) كانت عندما عرج النبي ﷺ إلى السماء، ووصل سدره المنتهى، أن الرسول ﷺ قال: (التحيات لله والصلوات والطيبات، فقال الله: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، فقالت الملائكة: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين)، فهذه القصة تدرس للأطفال في المدارس لتساعدهم على حفظ التحيات؟

الجواب: وغاية ما وقفنا عليه في هذه القصة:

ما تنقله بعض كتب التفسير عند قوله تعالى: {سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ} (يس/58)، فقالوا: "يشير إلى السلام الذي سلمه الله على حبيبه عليه السلام ليلة المعراج إذ قال له: "السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته"، فقال في قبول السلام: "السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين" انتهى.

انظر "روح المعاني" للآلوسي (38/3)

وما يذكره بعض شراح السنة عند الكلام على حديث التشهد، ذكره بدرالدين العيني في "شرح سنن أبي داود" (238/4)، ونقله الملا علي القاري في "مرقاة المفاتيح" عن ابن الملك، وكذلك تذكره هذه القصة في بعض كتب الفقه، مثل حاشية "تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق" (121/1)، وفي بعض كتب الصوفية كالقسطلاني والشعراني.

کیا "التحيات" معراج میں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان کوئی گفت و شنید ہے؟

● تحقیق:

اس واقعے کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور نہ کوئی سند ہے، ہمیں ثابت شدہ احادیث میں اس سے متعلق کوئی نام و نشان نہیں ملا، لیکن واقعہ معراج مکمل تفصیلات کے ساتھ صحیح بخاری و صحیح مسلم سمیت دیگر کتابوں میں ثابت شدہ ہے، اس کے باوجود نماز کے تشہد سے متعلق ایسی کوئی بات ان میں ذکر نہیں کی گئی، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ تشہد صحابہ کرام کو سکھایا تو اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیلات بیان نہیں فرمائیں۔

چنانچہ صحیح بخاری: (6328) اور صحیح مسلم: (402) میں التحیات سکھانے کا ذکر ہے لیکن اس واقعے کا ذکر کہیں بھی نہیں،

لہذا یہ ساری تفصیلات بھی من گھڑت ہیں۔

۶. حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پانچ اعمال کی ترغیب

حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سونے سے پہلے پانچ کام کر لیا کرو:

(1) چار ہزار دینار صدقہ کرنا۔

(2) ایک قرآن مجید پڑھنا۔

(3) دو لڑنے والوں میں صلح کرانا۔

(4) جنت کی قیمت ادا کرنا۔

(5) ایک حج کرنا۔

قال رسول الله ﷺ لعلي بن أبي طالب رضي الله عنه: "يا علي! لا تنم قبل أن تأتي بخمسة أشياء؛ هي: قراءة القرآن كله، والتصدق بأربعة آلاف درهم، وزيارة الكعبة، وحفظ مكانك في الجنة، وارضاء الخصوم. فقال علي: كيف ذلك يا رسول الله؟ فقال رسول الله ﷺ: أما تعلم أنك إذا قرأت {قل هو الله أحد} إلى آخره ثلاث مرات فقد قرأت القرآن كله، وإذا قرأت سورة الفاتحة أربع مرات فقد تصدقت بأربعة آلاف درهم، وإذا قلت (لا إله إلا الله يحيي ويميت وهو على كل شيء قدير) عشر مرات فقد زرت الكعبة، وإذا قلت (لا حول ولا قوة إلا بالله العظيم) عشر مرات فقد حفظت مكانك في الجنة، وإذا قلت (أستغفر الله العظيم الذي لا إله إلا هو الحي القيوم وأتوب إليه) فقد أرضيت الخصوم."

● روایت کی تحقیق:

اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

إن هذا الحديث حديث باطل لا أصل له، وفيه من علامات الوضع ما لا يخفى على أهل العلم، مع أنه قد صح عن النبي ﷺ أن قراءة سورة الإخلاص {قل هو الله أحد} تعدل ثلث القرآن.

انظر ما رواه البخاري (5013) ومسلم (811)

۷. حضرت فاطمہ کو بتائی گئی وتر والی تسبیحات

حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وتر کے بعد یہ تسبیحات پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا: اے فاطمہ! جب کوئی مؤمن مرد یا عورت وتر کے بعد دو سجدے کرتے ہیں اور ہر سجدے میں یہ دعا پڑھتے ہیں

سبوح قدوس رب الملائکة والروح

تو اس کے سر اٹھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کو سو حج، سو عمرے، اور سو شہیدوں کا اجر عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک ہزار فرشتے مقرر کرتے ہیں جو اس کیلئے نیکیاں لکھتے رہتے ہیں اور اس کو ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو مستجاب الدعوات بنادیتے ہیں اور قیامت کے دن ساٹھ جہنمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائیگی اور یہ شخص جب مرے گا تو شہادت کی موت نصیب ہوگی۔

رغب النبی ﷺ فی الجہاد وذكر فضله، فسألتہ الجہاد، فقال: ألا أدلک علی شیئ یسیر وأجرہ کبیر، ما من مؤمن ولا مؤمنة یسجد عقیب الوتر سجدتین ویقول فی کل سجدة: سبوح قدوس رب الملائکة والروح خمس مرات لا یرفع رأسہ حتی یغفر اللہ ذنوبہ کلہا واستجاب اللہ دعاءہ وان مات فی لیلته مات شہیدا وأعطاه ثواب مائة حجة و مائة عمرة واعطاه اللہ ثواب الشهداء وبعث اللہ إلیہ الف ملک یتکتبون لہ الحسنات وكأنما أعتق مائة رقبة ویشفع یوم القيامة فی ستین من أهل النار وإذا مات مات شہیدا۔

● روایت کی تحقیق:

اس روایت کو علامہ شامی نے "فتاویٰ شامیہ" جلد دوم "باب سجود التلاوة" میں نقل کرنے کے بعد فرمایا:

فحدیث موضوع لا أصل لہ (ج: 2، ص: 120)

اسی طرح موضوع روایات کی تحقیق میں لکھی گئی ایک کتاب میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

فحدیث موضوع باطل لا اصل لہ ولا يجوز العمل به ولا يجوز نقله الا لبيان بطلانه كما هو شأن الاحادیث الموضوعه۔

۸. تراویح کے ایک سجدے پر پندرہ سو (۱۵۰۰) نیکیاں ملنا

وهو ما أخرجه البيهقي في "شعب الإيمان" (3635)
عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: إذا كان أول ليلة من رمضان فتحت أبواب
السماء فلا يغلق منها باب حتى تكون آخر ليلة من رمضان وليس من عبد مؤمن يصلي في ليلة
منها إلا كتب الله له ألفا وخمسمائة حسنة بكل سجدة وبني له بيتا في الجنة من ياقوتة
حمراء لها ستون ألف باب لكل باب منها قصر من ذهب موشح بياقوتة حمراء، فإذا صام
أول يوم من رمضان غفر له ما تقدم من ذنبه إلى مثل ذلك اليوم من شهر رمضان واستغفر
له كل يوم سبعون ألف ملك من صلاة الغداة إلى أن توارى بالحجاب وكان له بكل سجدة
يسجدها في شهر رمضان بليل أو نهار شجرة يسير الراكب في ظلها خمسمائة عام.
وللمزيد من الفائدة انظر: "الضعيفة" (5469) للألباني.

● حکم الحديث: موضوع.

اخرجه البيهقي في "الشعب" (۳/۳۱۴/۳۶۳۵)
والاصبهاني في "الترغيب" (۱۸۰/۱) من طريق محمد بن مروان السدي عن داؤد بن ابی هند عن
ابی نضرۃ العبدی وعن عطاء بن ابی رباح عن ابی سعید الخدری مرفوعا.
قلت: والسدي هذا -وهو صغير- متهم بالكذب.

9 اعتکاف پر دو حج اور دو عمروں کا ثواب

جس شخص نے رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا اسکو دو حج اور دو عمروں کا اجر ملے گا

من اعتكف عشرة في رمضان كان كحجتين وعمرتين.

رواه البيهقي في " الشعب " من حديث الحسين بن علي مرفوعا و قال "إسناده ضعيف و محمد بن زاذان أي أحد رجاله متروك ، و قال البخاري : لا يكتب حديثه . اه كلامه و فيه أيضا عنبة بن عبد الرحمن ، قال البخاري : تركوه ، وقال الذهبي في " الضعفاء " : متروك متهم أي بالوضع " . كذا في " فيض القدير . " قلت : و عنبة هذا هو الذي قال فيه أبو حاتم : " كان يضع الحديث " كما في " الميزان " للذهبي ، ثم ساق له أحاديث هذا أحدها ، و من طريقه أخرجه الطبراني في المعجم الكبير " (1 / 292 / 1) و أبو طاهر الأنباري في " المشيخة " (ق

162

(2 - 1 / بلفظ : " اعتكاف عشر .. " و قال ابن حبان (2 / 168) : " صاحب أشياء موضوعة و ما لا أصل له . "

قال الألباني في " السلسلة الضعيفة و الموضوعة " (2 / 10) : موضوع .

یہ روایت بھی من گھڑت ہے

۱۰ حضرت موسیٰ کو افطار کے وقت کی فضیلت

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ جب میں آپ سے بات کرتا ہوں تو میرے اور آپ کے درمیان 70 ہزار پردے ہوتے ہیں لیکن امت محمدیہ جب افطار کے وقت دعا مانگے گی تو کوئی پردہ نہ ہوگا۔

السؤال: ورد في الحديث عن فضل الصيام : " أن موسى عليه الصلاة والسلام قال : يا رب ! لقد شرفني بالتكلم معك بلا ترجمان , فهل أعطيت هذا الشرف لغيري ؟ فيقول الله سبحانه وتعالى : يا موسى ! سوف أرسل أمة من الأمم - والتي هي أمة محمد ﷺ - وهم ذو شفاه وألسن جافة , وأجسام نحيلة هزيلة , وسوف يدعوني فيكونوا أقرب إلي منك . يا موسى ! بينما أنت تتكلم معي , هناك 70000 حجاب بيني وبينك , لكن عند وقت الإفطار سوف لن يكون هناك أي حجاب بيني وبين أمة محمد ﷺ " سؤالي هو : هل هذا الحديث صحيح ؟ لأنه قد انتشر على النت.

تم النشر بتاريخ: 03-11-2008

الجواب: الحمد لله

ليس هذا الحديث من السنة النبوية ، وليس هو مما يعرفه الحفاظ والمحدثون في كتبهم ومسانيدهم ، ولا تتناقله إلا بعض الكتب التي ملأها أصحابها بالموضوعات والمكذوبات والقصص والخرافات ، ككتاب " نزهة المجالس ومنتخب النفائس " للمؤرخ الأديب عبد الرحمن بن عبد السلام الصفوري ، المتوفى سنة (894هـ)، ص/182-183 باب فضل رمضان والترغيب في العمل الصالح فيه " ، وكذلك في تفسير " روح البيان " (8/112) لإسماعيل حقي الحنفي الخلوئي المتوفى سنة (1127هـ)، فقد ذكرنا نحو هذا الحديث الذي يقصده السائل ، حيث جاء فيه : (قال موسى عليه السلام : يا رب ! أكرمتني بالتكليم ، فهل أعطيت أحداً مثل ذلك ؟ فأوحى الله تعالى : يا موسى ! إن لي عباداً أخرجهم في آخر الزمان وأكرمهم بشهر رمضان فأكون أقرب لأحدهم منك ؛ لأنك كلمتني وبينك سبعون ألف حجاب ، فإذا

صامت أمة محمد ﷺ حتى ابيضت شفاههم ، واصفرت ألوانهم، أرفع الحجب بيني وبينهم وقت إفطارهم . يا موسى ! طوبى لمن عطش كبده ، وأجاع بطنه في رمضان (ثم إن في متن هذا الحديث ما يدل على نكارتة ، وذلك في قوله في الحديث (فأكون أقرب لأحدهم منك - يعني موسى عليه السلام)، والمعلوم في عقائد المسلمين أن الرسل والأنبياء أفضل من جميع البشر سواهم ، فكيف وموسى عليه السلام من أولي العزم من الرسل ، فكيف يتقرب الله إلى عباده أكثر من نبيه موسى عليه السلام ، وقد قال في حقه جل وعلا : (وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا) مريم/52، قال ابن عباس رضي الله عنهما : " أدني حتى سمع صريف القلم " - يعني بكتابة التوراة - . انظر: " تفسير القرآن العظيم " للحافظ ابن كثير (237/5)

والخلاصة : أن هذا الحديث المذكور ليس في شيء من الكتب المعتمدة ، ولا يجوز نسبته إلى رسول الله ﷺ ، ولا اعتقاد ما فيه .

یہ روایت بھی من گھڑت ہے

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

7 رمضان المبارک 1438

تنبیہات سلسلہ نمبر 42

افطار کا وقت

گذشتہ روز ایک مجہول شخص کی ویڈیو موصول ہوئی جس میں اس شخص نے افطار کے وقت پر اشکال ظاہر کیا تھا اور قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ غروب آفتاب کے وقت افطار کرنا سنت اور شریعت کے خلاف ہے اور آپ علیہ السلام کا طریقہ بھی نماز مغرب ادا کرنے کے بعد افطار کا تھا۔

الجواب باسمہ تعالیٰ

قرآن کریم میں روزے کی جو حد مقرر کی گئی ہے :

ثم اتموا الصيام الى الليل

روزے کی تکمیل کی آخری حد "رات" ہے۔

"رات کی ابتداء" کے وقت کے بارے میں اہل لغت کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

• جاء في "القاموس المحيط" (1364)

"اللَّيْلُ: من مَغْرِبِ الشَّمْسِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ أَوْ الشَّمْسِ" ... انتہی۔

• وجاء في "لسان العرب" (607/11)

"اللَّيْلُ: عَقِيبُ النَّهَارِ، وَمَبْدُؤُهُ من غروبِ الشَّمْسِ" ... انتہی۔

یعنی رات کی ابتداء سورج غروب ہوتے ہی ہو جاتی ہے۔

علماء مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں افطار کا حکم بھی بیان کیا ہے کہ افطار میں جلدی کرنی چاہیے۔

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله في تفسير هذه الآية: وقوله تعالى: {ثُمَّ أَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ} يقتضي الإفطار عند غروب الشمس حكماً شرعياً " ... انتهى.
(تفسير القرآن العظيم 517/1)

• بل نبه بعض المفسرين إلى أن استعمال حرف الجر (إلى) في الآية يفيد التعجيل أيضاً، لما تحمله دلالة هذا الحرف من انتهاء الغاية.

○ قال العلامة الطاهر ابن عاشور رحمه الله: (إلى اللَّيْلِ) غاية اختيار لها (إلى) للدلالة على تعجيل الفطر عند غروب الشمس؛ لأن (إلى) لا تمتد معها الغاية، بخلاف (حتى)، فالمراد هنا مقارنة إتمام الصيام بالليل .. انتهى. (التحرير والتنوير 181/2)

● علامہ نووی کی تشریح:

ليس هناك إشكال بين الآية وبين إفطار الصائم بعد غروب الشمس، وذلك لأن الليل يدخل بغروب الشمس، فأول الليل هو غروب الشمس، وآخره طلوع الفجر. ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم: "إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ، وَغَابَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ".
ومعنى الحديث: أنه إذا غربت الشمس فقد دخل الليل، وانتهى النهار، وحينئذ يحل للصائم أن يفطر. [انظر: شرح مسلم للنووي (209/7)]

گویا علمائے لغت اور اہل تفسیر اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ سورج غروب ہوتے ہی رات شروع ہو جاتی ہے اور افطار کا یہی وقت مطلوب و محبوب ہے۔

احادیث کی روشنی میں

● حدیث نمبر ۱:

قال الله عز وجل: أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ، أَعَجَلُهُمْ فِطْرًا.
- الراوي: أبو هريرة.
- المحدث: الترمذي.

- المصدر: سنن الترمذي.
- الصفحة أو الرقم: 700
- خلاصة حكم المحدث: حسن.

• اللہ رب العزت کے محبوب بندے وہ لوگ ہیں جو افطار میں جلدی کرتے ہیں۔

● حدیث نمبر ۲:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَلُوا الْفِطْرَ وَأَخَرُوا السُّحُورَ".
(متفق عليه، البخاري 1957- مسلم 1097)

میری امت اس وقت تک خیر پر رہے گی جب تک وہ افطاری میں عجلت اور سحری میں تاخیر کو اختیار کریں گی۔

اس روایت کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں :

قال المناوي في فيض القدير (583/6): قوله: "لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر" أي ما داموا على هذه السنة؛ لأن تعجيله بعد تيقن الغروب من سنن المرسلين، فمن حافظ عليه تخلق بأخلاقهم؛ ولأن فيه مخالفة أهل الكتاب في تأخيرهم إلى اشتباك النجوم، وفي ملتنا شعار أهل البدع، فمن خالفهم واتبع السنة لم يزل بخير، فإن آخر غير معتقد وجوب التأخير ولا ندبه فلا خير فيه.

♦ علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ افطار میں جلدی کرنا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور تاخیر کرنا اہل کتاب کا طریقہ ہے، پس افطار میں جلدی کرنا ہی سنت اور خیر کا راستہ ہے۔

● حدیث نمبر ۳:

قال الشيخ آل بسام: الحديث من معجزات النبي ﷺ، فان تأخير الإفطار عمل به الشيعة، الذين هم إحدى الفرق الضالة، وليس لهم قدوة في ذلك إلا اليهود، الذين لا يفطرون إلا عند ظهور النجوم. حديث أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: "لا يزال الدين ظاهراً ما عجل الناس الفطر لأن اليهود والنصارى يؤخرون."

آپ علیہ السلام کے عظیم معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے امت کیلئے یہود اور نصاریٰ کی مخالفت کی واضح نشانی بیان فرمائی کہ وہ افطار میں تاخیر کرتے تھے اور تم لوگ جلدی کرو۔
- اسی بات کو علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے:

قال النووي رحمه الله في شرح مسلم (4/225): قوله صلى الله عليه وسلم: "لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر" فيه الحث علي تعجيله بعد تحقق غروب الشمس، ومعناه: لا يزال أمر الأمة منتظماً وهم بخير ما داموا محافظين على هذه السنة، وإذا أخروه كان ذلك علامة على فساد يقعون فيه.

یعنی کہ افطار میں تاخیر کرنا اس امت کے فساد میں واقع ہونے کی علامت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل:

دخلتُ أنا ومسروقٌ على عائشةَ فقلنا: يا أُمّ المؤمنين! رجالٌ من أصحابِ محمدٍ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ أحدهما يعجلُ الفِطْرَ ويعجلُ الصَّلَاةَ والآخرُ يؤخِّرُ الإفطارَ ويؤخِّرُ الصَّلَاةَ قَالَتْ: أَيُّهُمَا يعجلُ الإفطارَ ويعجلُ الصَّلَاةَ؟ قلنا: عبدُ اللهِ بنُ مسعودٍ؛ قَالَتْ: هَكَذَا صنعَ رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ والآخرُ أبو موسى.

- الراوي: عمرو بن أبي جندب أبو عطية الوادي.

- المحدث: الألباني.

-المصدر: صحيح الترمذي.

-الصفحة أو الرقم: 702

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل کو بہتر قرار دیا کہ وہ افطار میں جلدی کرتے تھے۔

(4/21) عن أبي حمزة الضبي: أنه كان يفطر مع ابن عباس في رمضان فكان إذا أمسى بعث ربيبة له تصعد ظهر الدار فلما غربت الشمس أذنته فيأكل ونأكل، فإذا فرغ أقيمت الصلاة فيقوم يصلي ونصلي معه.

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما غروب کے فوراً بعد افطار کرتے۔

وأخرج عبد الرزاق في "المصنف" (225/4) بسنده عن المسيب قال: كنت جالساً عند ابن عمر إذ جاءه ركب من الشام فطفق عمر يستخبر عن حالهم فقال: هل يعجل أهل الشام الفطر؟ قال نعم، قال: لن يزالوا بخير ما فعلوا ذلك و لم ينتظروا النجوم انتظار أهل العراق.

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امت کے جلدی افطار کرنے کی فکر رہتی تھی۔

وأخرج بسنده عن عمرو بن ميمونة الاودي قال: كان أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أسرع الناس إفطاراً وأبطأهم سحورا.

☆ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عموماً افطاری میں جلدی کرتے تھے۔

قال ابن حزم في المحلى (281/6)

مسئلة: ومن السنة تعجيل الفطر وتأخير السحور وإنما هو مغيب الشمس عن أفق الصائم ولا مزيد - إلى أن قال: وتعجيل الفطر قبل الصلاة والأذان أفضل! كذلك روينا عن عمر بن الخطاب وأبي هريرة وجماعة من الصحابة رضي الله عنهم.

☆ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عموماً سورج غروب ہوتے ہی افطار کرتے۔

فقہاء اور محدثین کی رائے:

وترجم البخاري فقال: (باب تعجيل الإفطار) ..وساق حديث سهل بن سعد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر"

☆ امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں باقاعدہ جلدی افطار کرنے کا باب قائم فرمایا۔

قال الحافظ: وفي الحديث أيضا استحباب تعجيل الفطر وأنه لا يجب إمساك جزء من الليل مطلقاً بل متى تحقق الغروب حل الفطر.

☆ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روایات میں جلدی افطار کا حکم مطلوب ہے اور یہ وقت غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔

قد ذكر أبوحاتم ابن حبان أبواباً ذكر فيه هذه الأحاديث و ترجم له بعنوانين مهمة وذكر عنوانا قال: ان عين الشمس إذا سقطت حل للصائم الإفطار (الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان؛ ط: دار المعرفة، ص: 973)

☆ اسی طرح امام ابو حاتم نے صحیح ابن حبان میں ابواب ذکر کئے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سورج کی ٹکیہ غروب ہوتے ہی روزے دار کیلئے افطار حلال ہو جاتا ہے۔

■ حضور علیہ السلام کے سفر کا واقعہ:

قال الإمام البخاري رحمه الله: (باب متى يحل فطر الصائم) وأفطر أبوسعيد الخدري حين غاب قرص الشمس ..ثم ساق بسنده حديث عمر بن الخطاب ؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا أقبل الليل من هاهنا، وأدبر النهار من هاهنا، وغربت الشمس فقد أفطر الصائم". وساق حديث عبدالله بن أبي أوفى ؓ قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر وهو صائم، فلما غابت الشمس قال لبعض القوم: "يا فلان! قم فاجدح لنا" فقال: يا رسول الله! لو أمسيت، قال: "انزل فاجدح لنا" قال: يا رسول الله فلو أمسيت، قال: "انزل فاجدح لنا" قال: إن عليك نهرا، قال: "انزل فاجدح لنا" فنزل فجدح لهم فشرب النبي صلى الله عليه وسلم ثم قال: "إذا رأيتم الليل قد أقبل من هاهنا فقد أفطر الصائم". قال

الحافظ ابن حجر: ووجه الدلالة منه أن اباسعيد لما تحقق غروب الشمس لم يطلب مزيدا علي ذلك ولا التفت إلي موافقة من عنده على ذلك.

☆ اس واقعہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے، آپ علیہ السلام بار بار حضرت بلال کو ستوتیار کرنے کا حکم دے رہے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ عرض کر رہے تھے کہ ابھی تو دن باقی ہے، آپ علیہ السلام نے ستوتیا اور فرمایا کہ جب سورج غروب ہو اور رات مشرق کی طرف سے پھیلنی شروع ہو جائے بس یہی افطار کا وقت ہے۔

☆ اور اسی عمل کو صحابہ نے بھی اختیار کیا کہ محض سورج کے غروب ہونے کو یقینی بنایا، نہ کہ پوری طرح اندھیرے کے پھیلنے کا انتظار کیا۔

■ حضور علیہ السلام کی مغرب کی نماز:

اس ویڈیو میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ حضور علیہ السلام ہمیشہ پہلے مغرب کی نماز پڑھتے تھے اور پھر افطار کرتے تھے۔ یہ دعویٰ بلادلیل ہے اور ایسی کوئی روایت ذخیرہ احادیث میں موجود نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس روایات موجود ہیں جن میں افطار کو مقدم کرنے کی سنت کا ذکر ہے۔

عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: ما رأيت رسول الله ﷺ قط صلى صلاة المغرب حتى يفطر ولو على شربة من ماء.

(رواه أبو يعلى وابن خزيمة وابن حبان في صحيحيهما)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے کبھی افطار کے بغیر نماز نہیں پڑھائی، اگرچہ کچھ نہ ہوتا تو پانی کے ایک گھونٹ سے ہی روزہ کھولتے۔

خلاصہ کلام

افطاری کا وقت سورج غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور فوراً افطاری کرنا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور بلا عذر تاخیر کرنا یہود و نصاریٰ اور رافضیوں کا شیوہ ہے۔
اور اس ویڈیو میں بیان کردہ تمام روایات کا غلط معنی اور مطلب پیش کر کے گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 43

صلوة التسبیح

صلوة التسبیح کی نماز کے متعلق جو روایات وارد ہوئی ہیں انکے پیش نظر ابتداء ہی سے اس نماز کے بارے میں علمائے امت کی مختلف آراء اور اقوال موجود ہیں:

■ نمبر ۱: (یہ روایات صحیح ہیں)

التصحیح:

ابن المبارک، أبوداود، الحاکم، ابن منده، الخطیب البغدادی، أبوبکر بن أبی داود، أبوعلی بن السکن، الآجری، أبوموسی المدینی، الدیلمی، أبوسعید السمعی، أبوالحسن بن المفضل، أبومحمد عبدالرحیم المصری، البلقینی، العلائی، الزرکشی، ابن ناصرالدین الدمشقی، ابن حجر العسقلانی، السیوطی، الزبیدی، البیهقی، أبوالحسن المقدسی، ابن شاہین، ابن الصلاح، أبوالحسن السندي، اللکنوی، المبارکفوری۔
ومن المعاصرين ومحدث ديار الشام الألباني والعلامة أحمد شاکر والإمام أحمد وثق المستمر وحديث الثقة صحيح.

■ نمبر ۲: (یہ روایات حسن درجے کی ہیں)

التحسین:

البغوي، المنذري، ابن الصلاح، النووي في تهذيب الأسماء واللغات وفي الأذکار، تقی الدین السبکی، وولده تاج الدین، وابن حجر في أمالی الاذکار وفي الخصال المكفرة، والسیوطی في المرقاة.

وللإمام مسلم كلام يشعر بتحسينه.

ملحوظہ:

اختلف اجتہاد النووی والعسقلانی فی الحدیث، والأولی أن یقال: انهما حسنا الحدیث، كما حققه العلامة للکنوی فی الآثار المرفوعة (ص 139)

■ نمبر ۳: یہ روایات ضعیف ہیں:

التضعیف:

الترمذی، العقیلی، أبوبکر بن العربی فی العارضة، النووی فی شرح المہذب، الذهبی فی المیزان، ابن حجر فی تلخیص التحدیر.

■ نمبر ۴: یہ روایات موضوعات ہیں:

الوضع:

ابن الجوزی، ابن تیمیة فی منهاج السنة، ابن عبدالحادی، سراج الدین القزوی، الشوکانی فی السیل الجرار وتحفة الواعظین.

■ ان اقوال میں سے رائج قول:

صلاة التسبیح کے متعلق تقریباً آٹھ یا نو صحابہ کرام سے روایات منقول ہیں؛ جیسے حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت انس رضی اللہ عنہم وغیرہ۔
• ورد حدیث التسبیح عن عدة من الصحابة منهم ابن عباس وابن عمرو والأنصاري وأنس وأبي رافع وجعفر وابن عمر ومن مرسل عكرمة وعن غيرهم.

☆ ان روایات میں سے سند کے لحاظ سے سب سے زیادہ درست اور اعلیٰ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے جو ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، مستدرک حاکم وغیرہ میں مذکور ہے۔

روایت نمبر ۱:

فأما حديث ابن عباس:

فأخرجه البخاري في القراءة خلف الإمام (ص 83، رقم 240)، وأبوداود (29/2، رقم 1297) واللفظ له، وابن ماجه (443/1، رقم 1387) وابن خزيمة (223/2، رقم 1216) والطبراني في المعجم الكبير (11/243، رقم 11622) والحاكم في المستدرک (1/463، رقم 1195) والبيهقي في الكبرى (3/51، رقم 4695) جميعاً من طريق عكرمة عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للعباس بن عبدالمطلب: يا عباس يا عماه! ألا أعطيك ألا أمنحك ألا أحبوك ألا أفعل بك عشر خصال إذا أنت فعلت ذلك غفر الله لك ذنبك أوله وآخره قديمه وحديثه خطاه وعمده صغيره وكبيره سره وعلايته عشر خصال أن تصلي أربع ركعات تقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة فإذا فرغت من القراءة في أول ركعة وأنت قائم قلت سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر خمس عشرة مرة ثم تركع فتقولها وأنت راکع عشرًا ثم ترفع رأسك من الركوع فتقولها عشرًا ثم تهوي ساجدا فتقولها وأنت ساجد عشرًا ثم ترفع رأسك من السجود فتقولها عشرًا ثم تسجد فتقولها عشرًا ثم ترفع رأسك فتقولها عشرًا فذلك خمس وسبعون في كل ركعة تفعل ذلك في أربع ركعات إن استطعت أن تصلها في كل يوم مرة فافعل فإن لم تفعل ففي كل جمعة مرة فإن لم تفعل ففي كل شهر مرة فإن لم تفعل ففي كل سنة مرة فإن لم تفعل ففي عمرک مرة.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے چچا! میں آپ کو کچھ ایسا خاص دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ یہ عمل کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کے تمام گناہ معاف فرمادینگے۔

آپ چار رکعات نماز پڑھیں اور ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھیں، پھر رکوع میں دس بار پھر قوے میں دس بار پھر پہلے سجدے میں دس بار پھر جلسے میں دس بار پھر دوسرے سجدے میں دس بار پھر سجدے سے سر اٹھا کر دس بار، یہ ایک رکعت میں 75 بار ہو گیا، اسی طرح چار رکعتوں میں کیجئے۔ اس نماز کو روزانہ یا ہفتے میں ایک بار یا مہینے میں ایک بار یا سال میں ایک بار یا کم از کم زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں۔

■ اس روایت کے متعلق محدثین کرام کی رائے:

قال المنذري في "الترغيب والترهيب" (1/ 268):

وقد روي هذا الحديث من طرق كثيرة وعن جماعة من الصحابة وأمثلها حديث عكرمة هذا، وقد صححه جماعة، منهم الحافظ أبوبكر الآجري وشيخنا أبو محمد عبدالرحيم المصري وشيخنا الحافظ أبو الحسن المقدسي رحمهم الله تعالى.

● علامہ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو بہت سے صحابہ نے روایت کیا ہے لیکن ان میں سے سب سے بہترین سند عکرمہ عن ابن عباس کی روایت کی ہے۔

وقال أبوبكر بن أبي داود: سمعت أبي يقول: أصح حديث في صلاة التسبيح هذا.

وقال مسلم بن الحجاج رحمه الله تعالى: لا يروى في هذا الحديث إسناد أحسن من هذا يعني إسناد حديث عكرمة عن ابن عباس.

● امام ابوداؤد کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ ابن عباس کی روایت اس باب کی اصح ترین روایت ہے۔

وقال المنذري أيضاً (1/ 270): جمهور الرواة على الصفة المذكورة في حديث ابن عباس وأبي رافع والعمل بها أولى إذ لا يصح رفع غيرها... والله أعلم.

روایت نمبر ۲:

وأما حديث ابن عمرو:

فأخرجه أبوداود (2/ 30، رقم 1298) والبيهقي في شعب الإيمان (1/ 428، رقم 611)

روایت نمبر ۳:

وأما حديث أنس:

فأخرجه الترمذي (2/ 347، رقم 481) والحاكم في المستدرک (1/ 462، رقم 1191)

قال الترمذي: حديث أنس حديث حسن غريب.

وقد روي عن النبي ﷺ حديث في صلاة التسبيح ولا يصح منه كبير شيء.

وقد رأى ابن المبارك وغير واحد من أهل العلم صلاة التسبيح وذكروا الفضل.
وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، وشاهده حديث اليمانيين في صلاة
التسبيح. فذكر حديث ابن عباس.
قال الحافظ ابن حجر في "التلخيص الحبير" (7/2): وحديث أنس رواه الترمذي أيضا وفيه
نظر لأن لفظه لا يناسب ألفاظ صلاة التسبيح وقد تكلم عليه شيخنا في شرح الترمذي.

روایت نمبر ۴:

وأما حديث أبي رافع:
فأخرجه الترمذي (350/2، رقم 482) والبيهقي في شعب الإيمان (427/1، رقم 610)
عن أبي رافع قال: قال رسول الله ﷺ للعباس: يا عم! ألا أصلك إلا أحبوك ألا أنفعك؟ قال
بلى يا رسول الله! قال: يا عم صل أربع ركعات تقرأ في كل ركعة بفاتحة...
قال الترمذي: هذا حديث غريب من حديث أبي رافع.

بہت اہم بات:

قال البيهقي رحمه الله: كان عبدالله بن المبارك يفعلها وتداولها الصالحون بعضهم من
بعض وفيه تقوية للحديث المرفوع. (وبالله التوفيق)

☆ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ صلاۃ التسبیح کی نماز پڑھتے تھے اور ہر زمانے کے نیک اور صالح افراد
اس عمل کو سیکھتے اور سکھاتے تھے۔

روایت نمبر ۵:

وأما مرسل عكرمة:
فأخرجه ابن خزيمة (223/2، عقب رقم 1216) والحاكم في المستدرک (464/1، رقم 1194)،
والبيهقي في الكبرى (52/3، رقم 4697)

قال الحاكم: هذا الإرسال لا يوهن وصل الحديث فإن الزيادة من الثقة أولى من الإرسال على أن إمام آلاف في الحديث إسحاق بن إبراهيم الحنظلي قد أقام هذا الإسناد عن إبراهيم بن الحكم بن أبان ووصله.

● امام نووی رحمہ اللہ کی رائے:

☆ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس نماز کو صلاۃ التسبیح اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس میں تسبیحات کی کثرت ہوتی ہے اور یہ ایک اچھی سنت ہے۔

وقال النووي في "تهذيب الأسماء" (136/3): وأما صلاة التسبيح المعروفة فسميت بذلك لكثرة التسبيح فيها على خلاف العادة في غيرها؛ وقد جاء فيها حديث حسن في كتاب الترمذي وغيره وذكرها المحاملي وصاحب التتمة وغيرهما من أصحابنا وهي سنة حسنة.

■ صلاۃ التسبیح کی روایات کو قابل عمل قرار دینے والی شخصیات:

وقد قوى هذا الحديث جمع من أهل العلم؛ منهم: أبو بكر الآجري، وأبو الحسن المقدسي، والبيهقي، ومن قبلهم ابن المبارك، وكذا ابن السكن، والنووي، والتاج السبكي، والبلقيني، وابن ناصر الدين الدمشقي، وابن حجر، والسيوطي، واللكنوي، والسندي، والزبيدي، والمباركفوري صاحب "التحفة"، والمباركفوري صاحب "المرعاة" [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح]، والعلامة أحمد شاكر، والألباني، وغيرهم..

☆ ان تمام محدثین نے اس روایت کی سند کو قابل عمل قرار دیا ہے۔

وممن صحح هذا الحديث ممن تقدم ابن منده وألف في تصحيحه كتابا والآجري والخطيب وأبوسعدي السمعاني وأبوموسى المديني وأبو الحسن ابن المفضل والمنذري وابن الصلاح والنووي في "تهذيب الأسماء" وآخرون، وقال الديلمي في "مسند الفردوس": صلاة التسبيح أشهر الصلوات وأصحها إسنادا، وروى البيهقي وغيره عن أبي حامد الشرفي قال: كنت عند مسلم بن الحجاج ومعنا هذا الحديث فسمعت مسلما يقول: لا يروى فيها إسناد أحسن من هذا.

☆ ان ائمہ حدیث نے صلاۃ التسبیح کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔

● امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز کی فضیلت میں سب سے زیادہ صحیح روایت صلاۃ التسبیح والی ہے۔

قال الدارقطني: أصح شيء في فضائل سور القرآن قل هو الله أحد وأصح شيء في فضل الصلاة صلاة التسبيح.

● علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلاۃ التسبیح کی نماز کی روایات حسن درجے کی ہیں۔

قلت: وذكر الحافظ ابن حجر في النكت على ابن الصلاح (850/2) أن أحاديث صلاة التسبيح من قسم الحسن.

■ جن حضرات نے اس روایت کو ناقابل عمل قرار دیا:

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ:

انہوں نے صلاۃ التسبیح کی روایات کو من گھڑت قرار دیا۔

وقد ذكر ابن الجوزي أحاديث صلاة التسبيح وطرقها وضعفها كلها، وبين ضعفها وذكره في كتابه "الموضوعات".

امام ترمذی رحمہ اللہ:

انہوں نے اپنی کتاب میں صلاۃ التسبیح کی روایات کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کے بارے میں مضبوط روایت موجود نہیں۔

قال الترمذي: روي عن النبي ﷺ في صلاة التسبيح غير حديث، قال: ولا يصح منه كبير شيء.

امام نووی رحمہ اللہ کا دوسرا قول:

امام نووی رحمہ اللہ کا اس کے متعلق ایک اور قول یہ بھی ہے جو انہوں نے عقیلی سے نقل کیا ہے کہ صلاۃ التسبیح کی روایات ثابت نہیں، اور اس نماز میں چونکہ عام نمازوں کے مقابلے میں ترتیب بدل رہی ہے لہذا اس نماز کو مستحب کہنا مشکل ہے۔

ونقل النووي عن العقيلي: ليس في صلاة التسبيح حديث يثبت، وكذا ذكره ابن العربي وآخرون ليس فيه حديث صحيح ولا حسن، وقال النووي: في استحبابها نظر؛ لأن حديثها ضعيف، وفيها تغيير لنظم الصلاة المعروفة، فينبغي ألا تفعل بغير حديث وليس حديثها ثابت. (ذكره في شرح المذهب)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ:

علامہ سیوطی نے ابن حجر رحمہ اللہ سے بھی اس روایت کا ضعف نقل کیا ہے۔
لیکن علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے "شرح مشکاة" میں ان روایات کو حسن درجے کا قرار دیا ہے۔

ونقل السيوطي في "اللائي" عن الحافظ ابن حجر قوله: والحق أن طرقه كلها ضعيفة، وأن حديث ابن عباس يقرب من شرط الحسن إلا أنه شاذ لشدة الفردية فيه، وعدم المتابع، والشاهد من وجه معتبر، ومخالفة هيئتها لهيئة باقي الصلوات.

وموسى بن عبدالعزيز - وإن كان صادقاً صالحاً - فلا يحتمل منه هذا التفرد، وقد ضعفها ابن تيمية، والمزي، وتوقف الذهبي، حكاها ابن عبد الهادي عنهم في أحكامه... أهـ

مع أنه في جوابه عما قيل في بعض أحاديث المشكاة قال: "الحق أنه في درجة الحسن لكثرة طرقه"، فاختلف كلامه فيه - رحمه الله -... والله أعلم.

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

بعض کتب میں کراہت کے قول کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

وقال صاحب الفروع في حديث صلاة التسبيح: رواه أحمد، وقال: لا يصح، قال: وادعى شيخنا أنه كذب، كذا قال، ونص أحمد وأئمة أصحابه على كراحتها، ولم يستحبها إمام. واستحبها ابن المبارك على صفة لم يرد بها الخبر؛ لئلا تثبت سنة بخبر لا أصل له.

■ ائمة ثلاثہ:

جمہور فقہائے کرام یعنی امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ سے اس کے متعلق کچھ واضح حکم وارد نہیں ہوا ہے، لہذا بعض حضرات نے ان کے عدم عمل کو ممانعت میں دلیل مان لیا۔

قال: وأما أبو حنيفة، ومالك، والشافعي فلم يسمعوها بالكلية. هذا كلام صاحب الفروع -أحد تلاميذ شيخ الإسلام ابن تيمية- رحمهم الله تعالى.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی اس نماز کو ثابت نہیں مانتے تھے

لم يستحبها أحد من الأئمة.

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله تعالى: "قد نص أحمد وأئمة أصحابه على كراحتها ولم يستحبها إمام". قال: "وأما أبو حنيفة ومالك والشافعي فلم يسمعوها بالكلية."

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ:

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلاۃ التسبیح کے بارے میں امام احمد کی رائے یہ ہے کہ اس کے متعلق روایات ثابت نہیں اور نہ ہی یہ مستحب عمل ہے، لیکن اگر کوئی اس نماز کو پڑھے تو حرج بھی نہیں۔

قال ابن قدامة رحمه الله تعالى في المغني في صلاة التسبيح (1/ 438): ولم يثبت أحمد الحديث المروي فيها ولم يرها مستحبة، وإن فعلها إنسان فلا بأس، فإن النوافل والفضائل لا يشترط صحة الحديث فيها... انتهى.

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کا جواب:

چونکہ علامہ ابن جوزی نے اس روایت پر سب سے سخت حکم لگایا ہے یعنی اسکو من گھڑت کہا ہے لہذا محدثین نے ان کا جواب بھی دیا ہے۔

۱. علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ:

علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی کا اس روایت کو موضوع قرار دینا غلطی ہے۔

قال ابن الملقن في "خلاصة البدر المنير" (165/1): غلط ابن الجوزي حيث ذكرها في "الموضوعات".

۲. امام سیوطی رحمہ اللہ:

ابن جوزی نے اس روایت کو موضوع قرار دے کر حد سے تجاوز کیا کیونکہ جس راوی کو ابن جوزی نے مجھول قرار دیا ہے درحقیقت وہ مجھول نہیں، کیونکہ ابن معین اور نسائی نے موسیٰ بن عبدالعزیز کو ثقہ قرار دیا ہے۔

وقال في عون المعبود (4/ 124): قال السيوطي: وأفرط ابن الجوزي فأورد هذا الحديث في كتاب "الموضوعات" وأعله بموسى بن عبدالعزيز قال: إنه مجهول. قال الحافظ أبو الفضل ابن حجر في كتاب "الخصال المكفرة للذنوب المقدمة والمؤخرة": أساء ابن الجوزي بذكر هذا الحديث في الموضوعات، وقوله: إن موسى بن عبدالعزيز مجهول لم يصب فيه، فإن ابن معين والنسائي وثقاه.

وقال في أمالي الأذكار: هذا الحديث أخرجه البخاري في جزء القراءة خلف الإمام. وأبوداود وابن ماجه وابن خزيمة في صحيحه والحاكم في مستدركه وصححه البيهقي وغيرهم. وقال ابن شاهين في "الترغيب": سمعت أبا بكر بن أبي داود يقول سمعت أبي يقول: أصح حديث في صلاة التسبيح هذا؛ قال: وموسى بن عبدالعزيز وثقه ابن معين والنسائي وابن حبان وروى عنه خلق، وأخرجه البخاري في جزء القراءة هذا الحديث بعينه وأخرج له في الأدب حديثا في سماع الرعد وبيعض هذه الأمور ترتفع الجهالة.

خلاصہ کلام

صلوٰۃ التسبیح کے متعلق وارد شدہ روایات پر اگرچہ آئمہ حدیث کا کلام موجود ہے لیکن ان تمام اقوال کا خلاصہ یہی ہے کہ ضعیف روایات کثرت طرق کی وجہ سے حسن کے درجے تک پہنچ چکی ہیں اور اکابرین امت کا ہر زمانے میں اس پر نہ صرف عمل رہا ہے بلکہ اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے، لہذا اس نماز کا پڑھنا اجر و ثواب کا باعث ہے اور اس عمل کو من گھڑت کہنا درست نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

21 رمضان المبارک 1438

تنبیہات سلسلہ نمبر 44

شوال کے چھ روزے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مختلف مواقع پر مختلف اعمال کرنے کی ترغیب دی اور ان اعمال کی فضیلت بھی بیان فرمائی۔

ان ہی اعمال میں سے شوال کے چھ روزے بھی ہیں جن کے بارے میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے بعد یہ چھ روزے رکھ لے گا تو اس نے پورے سال کے روزے رکھ لئے۔

صحیح مسلم شریف کی روایت:

روایت نمبر 1

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ.

- الراوي: أبو أيوب الأنصاري.

- المحدث: مسلم .

- المصدر: صحيح مسلم.

- الصفحة أو الرقم: 1164

- خلاصة حكم المحدث: صحيح

● ہر روزہ دس دن کے روزوں کے برابر ہے

روایت نمبر 2

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ قَالَ قُلْتُ لِكُلِّ يَوْمٍ عَشْرُ قَالَ نَعَمْ.

- الراوي: أبو أيوب الأنصاري.

- المحدث: الهيثي.

-المصدر: مجمع الزوائد.

-الصفحة أو الرقم: 187/3

-خلاصة حكم المحدث: رجاله رجال الصحيح.

● گویار رمضان کے تیس روزے تین سو دنوں کے برابر اور شوال کے چھ روزے ساٹھ دنوں کے برابر ہو گئے۔

☆ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مختلف صحابہ کرام سے منقول ہے لیکن سب سے قوی سند ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہے۔

وحديث أبي أيوب رضي الله عنه الذي رواه الإمام مسلم في صحيحه هو أقوى هذه الأحاديث؛ وذلك لأن مسلماً رواه من ثلاثة طرق نظيفة؛ جميعها تدور على سعد ابن سعيد.

والرواية الأولى لم تسلم طرقها من الكلام على بعض رجال إسناده، لكن بعضها يحمل بعضاً، إذ ليس في رجال إسناده من هو كذاب أو متهم بكذب، وعلى طريقة الإمام الترمذي في تحسين الأحاديث فإنها حسنة لغيرها

أما الرواية الثانية فإسناده صحيح، وبخاصة من طريق النسائي والدارمي، وطريق ابن خزيمة يلتقي معهما في يحيى بن حسان.

روایت نمبر ۳:

حديث جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَكَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا.

■ روایت نمبر ۴:

حديث أبي هريرة رضي الله عنه؛ أن رسول الله ﷺ قال: "من صام رمضان وأتبعه بست من شوال فكأنما صام الدهر كله."

وفي رواية أخرى: "من صام ستة أيام بعد الفطر متتابعة فكأنما صام السنة كلها."

أما الرواية الأولى فذكرها الهيثمي في مجمع الزوائد، وقال: رواه البزار، وله طرق رجال بعضها رجال الثقات.

■ روایت نمبر ۵:

حدیث ابن عباس وجابر رضی اللہ عنہم أن النبی ﷺ قال: "من صام رمضان وأتبعه ستاً من شوال صام السنة كلها."

■ روایت نمبر ۶:

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ قال: "من صام رمضان وأتبعه ستاً من شوال خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه." قلت: هذا الحديث منكر؛ لأن مسلمة بن علي: متروك، كما أن متنه مخالف لجميع الروايات الأخرى.

● یہ روایات چھ صحابہ کرام سے مروی ہیں

ان روایات کا متن اتنا مشہور ہے کہ بعض محدثین نے ان کو متواتر روایات میں شمار کیا ہے۔

كما أن متن الحديث مروي من طرق كثيرة من غير طريق سعد بن سعيد، وقد بلغت هذه الطرق من الكثرة حداً جعل بعض المصنفين يُدرجون هذا الحديث في الأحاديث المتواترة، فأوردته الكتاني في كتابه: "نظم المتناثر من الحديث المتواتر"، وذكّر أن السيوطي أوردته في كتابه: "الأزهار المتناثرة في الأحاديث المتواترة من طريق ثمانية أنفس من الصحابة هم: أبو أيوب الأنصاري، وجابر بن عبد الله، وثوبان مولى رسول الله ﷺ، وابن عباس وابن عمر، والبراء بن عازب، وغنام، وعائشة رضي الله عنهم جميعاً، كلهم بألفاظ متقاربة.

■ اس روایت کو "صحیح" کا درجہ دینے والے محدثین کرام:

كما أن ثلّة من العلماء قد صححوا هذا الحديث قديماً وحديثاً منهم: الترمذي، وابن حبان، والدارقطني، والنووي، والهيثمي، والقرطبي، وابن القيم، والمباركفوري، والخطيب التبريزي، ومحمد بن مفلح المقدسي ومن المُحدثين: الشيخ شعيب الأرنؤوط [131]

☆ اگرچہ روایت کی سند پر کلام موجود ہے لیکن تعدد طرق اور محدثین کرام کا اس روایت کو قبول کرنا اس بات کی نشانی ہے کہ یہ روایت قابل قبول اور قابل عمل ہے۔

☆ صحابہ کرام، تابعین اور متقدمین اور متاخرین فقہائے کرام کا اس عمل کو جائز اور مستحسن قرار دینا بھی اس کی قبولیت عند الامة کی علامت ہے۔

خلاصة القول: إن حديث أبي أيوب ؓ حديث صحيح ويصلح للاحتجاج به، وكذلك حديث ثوبان ؓ، وباقي الأحاديث شواهد تتقوى بهما، باستثناء حديث ابن عمر فإنه ضعيف جداً ومنكر؛ لشدة ضعف روايته ولمخالفة متنه لباقي الروايات جميعاً.

جمہور امت کا قول:

استحب صيام ستة من شوال أكثر العلماء، منهم: ابن عباس رضي الله عنهما وطاؤوس والشعبي وميمون بن مهران، وهو قول ابن المبارك والشافعي وأحمد وإسحاق.

وقال السيد البكري: "ويسن متأكدا صوم ستة أيام من شهر شوال."

● **الرأي الأول:** الاستحباب. وبه أخذ جمهور الفقهاء من فقهاء المذهب الشافعي [132]، والمذهب الحنبلي [133]، وبعض فقهاء المذهب الحنفي [134]، والمالكي [135]

قال النووي: قال أصحابنا: يستحب صوم ستة أيام من شوال لهذا الحديث.. وهذا لا خلاف فيه عندنا، وبه قال أحمد وداود.
-وقال مالك وأبو حنيفة: يكره صومها.

■ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ:

فقہائے کرام میں سے ان دو حضرات کی طرف اس قول کی نسبت کی جاتی ہے کہ وہ ان چھ روزوں کو مکروہ یعنی ناپسندیدہ سمجھتے تھے۔

● **الرأي الثاني:** الكراهة. وهو قول في المذهب الحنفي [136]، والمالكي [137]

● **الرأي الثالث:** كراهة صيامها متتابعة فإذا فرقت الأيام فلا بأس في ذلك [138]. وبه قال بعض المالكية [139] وأبويوسف وغيره من الحنفية [140]

احناف کی رائے:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ان روزوں کو مسلسل رکھنے کی کراہت کے قول کو نقل فرماتے ہیں، لیکن اگر یہ روزے متفرق طور پر رکھے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

وقال ابن نجيم في البحر الرائق: ومن المكروه... صوم ستة من شوال عند أبي حنيفة متفرقا
كان أو متتابعًا، وعن أبي يوسف كراهته متتابعًا لا متفرقا [161]

وعامة مشايخ الأحناف لم يروا بذلك بأسًا. (كما في فتح القدير 349/2)

"البحر الرائق" میں مطلقاً کراہت کو نقل کیا گیا ہے لیکن "فتح القدير" میں جمہور احناف کا قول ان روزوں کے استحباب کا نقل کیا ہے اور یہی قول ہمارے زمانے کے تمام فتاویٰ میں بھی موجود ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کی رائے:

امام مالک کی طرف ان روزوں کی کراہیت کا جو قول منسوب کیا جاتا ہے اس کے متعلق خود مالکیہ نے مختلف تاویلات کی ہیں:

۱. ابن عبد البر رحمہ اللہ کا قول:

ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے ان روزوں کی ممانعت ایک خاص وجہ سے کی ہے اور وہ یہ کہ ان روزوں کو رمضان کے روزوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے لہذا احتیاطاً امام مالک نے ان روزوں کی کراہت کا قول فرمایا۔

۲. ابو عبد اللہ العبدری رحمہ اللہ:

ابو عبد اللہ العبدری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ ان روزوں کو واجب نہ سمجھ لیں اس لئے منع فرماتے تھے ورنہ امام مالک رحمہ اللہ خود ان روزوں کو رکھتے تھے۔ یہی بات امام قرطبی نے بھی مطرف کی روایت سے نقل کی ہے۔

وذهب أبو عبد الله العبدري إلى تأويل آخر لقول مالك وهو: أن مالكا إنما كره صومها لسرعة أخذ الناس بقوله فيظن الجاهل وجوبها، وزعم العبدري -وهو من فقهاء المالكية- أن مالكا كان يصومها وحضَّ مالكُ الرشيدَ على صيامها [168].

كما أن القرطبي قال: "وروي مطرف عن مالك أنه كان يصومها في خاصة نفسه". [169]

اہل خراسان کا عمل:

امام مالک جس بات کا خوف کرتے تھے وہ عمل اہل خراسان نے شروع کیا کہ ان روزوں کا بھی باقاعدہ اسی طرح کا اہتمام کیا جاتا جیسا کہ رمضان کے روزوں میں کیا جاتا تھا۔

قد وقع ما خافه الإمام مالك في بعض بلاد خراسان إذ كانوا يقومون لسحورها على عادتهم في رمضان (153)

جمہور مالکیہ کا عمل:

جمہور مالکیہ کا عمل ابتداء سے ہی ان روزوں کے رکھنے کا ہے اور ابتدائی دور میں جب جھل زیادہ تھا تو خوف تھا کہ لوگ اسکو فرض کا حصہ نہ سمجھ بیٹھیں لیکن جب علم عام ہوا تو اب کراہت بھی ختم ہو گئی۔

وللمالكية المتأخرين قيود معروفة لثبوت الكراهة، إذا انتفى قيد منها انتفت الكراهة. وعمل جمهورهم منذ زمن على المبادرة لصومها اتباعا لظاهر النص، بعد انتشار العلم وذهاب ما خشيه الإمام. والله أعلم.

خلاصہ کلام

شوال کے چھ روزوں کا ثبوت چونکہ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے لہذا ان روزوں کے رکھنے پر اسی ثواب کی امید کی جاسکتی ہے جو روایات میں وارد ہے۔ اور جن فقہائے کرام کی طرف اسکی ممانعت کی نسبت تھی وہ عمومی ممانعت نہیں بلکہ ایک خاص نوعیت اور صورت میں تھی، اور چونکہ موجودہ دور میں ان روزوں کو لازم یا رمضان کا حصہ سمجھنے کا خدشہ لاحق ہو ہی نہیں سکتا لہذا اب ایسی ممانعت یا کراہت والی کوئی بات نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

23 رمضان المبارک 1438

تنبیہات سلسلہ نمبر 45

1 جمعہ الوداع کا حکم

شریعت میں "جمعة الوداع" کے نام سے کوئی اصطلاح نہیں پائی جاتی بلکہ یہ ایک نیا نام اور نئی اصطلاح ہے اور اس میں جو مخصوص نمازیں یا مخصوص امور انجام دئے جاتے ہیں یہ سب بے بنیاد ہیں۔ قرآن و سنت اور سلف صالحین کے آثار اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں جو بات صحیح ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جن عبادات کو فرض قرار دیا ہے جیسے صوم و صلاۃ وغیرہ ان کی پابندی کی جائے اور اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن نوافل کو سنت و مستحب قرار دیا ہے ان کا اہتمام کیا جائے۔ اس کے علاوہ لوگوں نے دین کے اندر عبادت کے نام پر جو نئی نئی چیزیں ایجاد کر لی ہیں وہ بدعت ہیں اور بدعتی عمل اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہوتا۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

(۲) قال العلامة عبد الحی اللکھنوی:

خطبہ وداع کا اہتمام کرنا جیسا کہ اس زمانے میں مروج ہے اور اس کو حد التزام تک پہنچانا ابتداء سے خالی نہیں، علمائے معتمدین کو لازم ہے کہ اس طریقے کے التزام کو چھوڑ دیں تاکہ عوام اس کے مستحب اور سنت بلکہ ضروری ہونے کے اعتقاد سے نجات پائیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ص ۷۹ جلد ۲ کتاب الحظر والاباحۃ)

مولانا یوسف لدھیانوی صاحب فرماتے ہیں

ج... عوام میں رمضان المبارک کا آخری جمعہ بڑی اہمیت کے ساتھ مشہور ہے، اور اس کو "جمعة الوداع" کا نام دیا جاتا ہے، لیکن احادیث شریفہ میں "آخری جمعہ" کی کوئی الگ خصوصی فضیلت ذکر نہیں کی گئی، بلکہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ

آخری جمعہ یا جمعۃ الوداع کا جو تصور ہمارے یہاں رائج ہے، حدیث شریف میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رمضان کے آخری جمعہ کا نام ”آخری جمعہ“ یا ”جمعۃ الوداع“ کب سے جاری ہوا؟ اور یہ نام کیوں رکھا گیا؟ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ: ”رمضان المبارک کے ختم ہونے کے بعد سے (یعنی عید کے دن سے) اگلے رمضان المبارک کے لئے جنت کو آراستہ کرنا شروع کر دیا جاتا ہے۔“

یہ روایت کمزور ہے، لیکن اس حدیث کے مطابق گویا جنت اور اہل جنت کا نیا سال عید الفطر کے دن سے شروع ہوتا ہے، اور رمضان المبارک پر ختم ہوتا ہے، اس لئے گویا جنت کی تقویم کے مطابق ماہ رمضان المبارک سال کا آخری مہینہ ہے، اور اس کا آخری جمعہ سال کا آخری جمعہ ہے۔ (واللہ اعلم!) اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخری جمعہ کے بعد رمضان المبارک کے ختم ہونے میں ہفتے سے کم دنوں کا وقفہ رہ جاتا ہے، اس لئے آخری جمعہ گویا ماہ مبارک کے فراق و وداع کی علامت ہے، اور یہ کچھ خبر نہیں کہ آئندہ یہ سعید گھڑیاں کس کو نصیب ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ آخری جمعہ کے خطبہ میں رمضان المبارک کے فراق و وداع کے مضامین بڑے رقت آمیز انداز میں بیان کرتے ہیں، لیکن حضرات فقہاء نے آخری جمعہ میں فراق و وداع کے مضامین بیان کرنے کو مکروہ لکھا ہے، مولانا زاہد حسین صاحب اپنی کتاب ”زبدۃ الفقہ“ میں لکھتے ہیں:

”رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے خطبہ میں وداع و فراق کے مضامین پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب کرام رضی اللہ عنہم و سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، اگرچہ فی نفسہ مباح ہے، لیکن اس کے پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ پڑھنے والے کو مطعون کرنا برا ہے،، اور بھی کئی بُرائیاں ہیں، ان خرابیوں کی وجہ سے ان کلمات کا ترک لازمی ہے، تاکہ ان خرابیوں کی اصلاح ہو جائے۔“ (زبدۃ الفقہ ج: ۲ ص: ۲۰۶)

2 قضاے عمری کا حکم

رمضان کے آخری جمعے کو نمازوں کی قضا کرنے کو تمام عمر کی قضا نمازوں کا کفارہ قرار دیا جاتا ہے اور اس متعلق ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

یہ روایت اور نماز درست نہیں

حدیث : من قضی صلوات من الفرائض فی آخر جمعة من رمضان کان ذلك جابرا لكل صلاة فائتة من عمره إلى سبعین سنة.

ملا علی قاری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نماز بالکل باطل ہے اور کسی کتاب میں نقل ہونا اسکی صحت کی علامت نہیں

قال علي القاري في (موضوعاته الصغرى والكبرى) : باطل قطعيا ، لأنه مناقض للإجماع على أن شيئا من العبادات لا يقوم مقام فائتة سنوات ، ثم لا عبرة بنقل صاحب (النهاية) ولا بقية شراح (الهداية) لأنهم ليسوا من المحدثين ولا أسندوا الحديث إلى أحد من المخرجين .
انتهی

علامہ شوکانی نے اپنی کتاب فوائد المجموع فی الاحادیث الموضوعہ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت ہے

وذكره الشوكاني في (الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة) بلفظ : من صلى في آخر جمعة من رمضان الخمس صلوات المفروضة في اليوم واللييلة قضت عنه ما أخل به من صلاة سنة.

وقال : هذا موضوع بلا شك ولم أجده في شيء من الكتب التي جمع مصنفوها فيها الأحاديث الموضوعة ، ولكن اشتهر عند جماعة من المتفقهة بمدينة صنعاء في عصرنا هذا ، وصار كثير منهم يفعلون ذلك، ولا أدري من وضع لهم ، فقبح الله الكذابين انتهى.

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مختلف دعاؤں کی کتابوں میں لکھی گئی ہے لیکن یہ روایت من گھڑت ہے

قال اللكنوي : وقد ألفت لإثبات وضع هذا الحديث الذي يوجد في كتب الأوراد والوظائف بألفاظ مختلفة مختصرة ومطولة بالدلائل العقلية والنقلية رسالة مسماة ب(ردع الأخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان) وأدرجت فيها فوائد تنشط بها الأذهان وتصغي إليها الأذان فلتطالع فإنها نفيسة في بابها رفيعة الشأن.

جمعہ الوداع کے موقع کی دعا

سوال: سوشل میڈیا پر جمعہ الوداع کو پڑھی جانے والی دعا کے نام سے ایک دعا گردش کر رہی ہے، کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا وہ دن رمضان کا آخری جمعہ تھا، اللہ کے رسول کی نگاہ مجھ پر پڑھی تو فرمایا کہ اے جابر یہ ماہ رمضان کا آخری جمعہ ہے، پس رمضان کو الوداع کرو اور کہو:

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ صِيَامِنَا إِنِّي أَهْ، فَإِنْ جَعَلْتَهُ فَاجْعَلْنِي مَرْحُومًا وَلَا تَجْعَلْنِي مَحْزُومًا "... الخ .

اس کی کیا حقیقت ہے؟

مفتی عارف محمود گلگتی صاحب کا جواب:

مذکورہ دعا من گھڑت ہے، احادیث مبارکہ کی کسی بھی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں، لہذا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا اور نقل کرنا جائز نہیں .
البتہ روافض کی بعض کتابوں میں یہ دعا نقل کی گئی، ملاحظہ فرمائیں:

خبر وداغ شہر رمضان

قال محمد بن علي بن الحسين بن موسى بن بابويه القمي الشيخ الصدوق الرافضي حدثنا أحمد بن محمد بن السعيد الهمداني مولى بني هاشم عن جابر بن يزيد عن أبي الزبير المكي عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ

قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) فِي آخِرِ جُمُعَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، فَلَمَّا بَصُرَ بِي قَالَ لِي: "يَا جَابِرُ، هَذَا آخِرُ جُمُعَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَوَدِّعْهُ وَقُلْ:

"اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ صِيَامِنَا إِلَيْهِ، فَإِنْ جَعَلْتَهُ فَاجْعَلْنِي مَرْحُومًا وَلَا تَجْعَلْنِي مَحْرُومًا"

فَإِنَّهُ مَنْ قَالَ ذَلِكَ ظَفَرَ بِإِحْدَى الْحُسَيْنَيْنِ، إِمَّا بِبُلُوغِ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَ إِمَّا بِغُفْرَانِ اللَّهِ وَ رَحْمَتِهِ."

(فضائل الأشهر الثلاثة، ص: 139، رقم: 149).

ونقله أيضا ابن طاووس الحسني الرافضي إقبال الأعمال 202/2، و ميرزا حسين الطبرسي الرافضي في مستدرک الوسائل، رقم: 8702،

ومحمد بن حسن الحر العاملي في وسائل الشيعة، رقم: 13620)

4 عید کے موقع پر چند مشہور شدہ غیر مستند اعمال

1. عید کی صبح ۱۰۰ بار استغفار کرنے سے تمام گناہوں کی معافی.

یہ روایت بھی من گھڑت ہے

استغفر فی یوم عید بعد صلاة الصبح مائة مرة لا یبقی فی دیوانہ شیء من الذنوب إلا مُحی عنه ، ویكون یوم القيامة آمنا من عذاب الله .

2. عید کے دن 300 بار سبحان اللہ و بحمدہ پڑھ کر مردوں کو بخشنا.

یہ روایت بھی ثابت نہیں ہے

وقال الفشني في تحفة الأخوان عن أنس رضي الله تعالى عنه ، عنه ﷺ أنه قال " (زينوا العيدين بالتهليل والتقديس والتحميد والتكبير) وعن النبي ﷺ (من قال سبحان الله وبحمده ثلاثمائة مرة وأهداها لأموات المسلمين دخل في كل قبر ألف نور ، ويجعل الله تعالى في قبرة إذا مات ألف نور.)

3. لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ 400 بار پڑھنا

یہ روایت بھی ثابت نہیں

وقال الزهري : قال أنس : قال النبي ﷺ (من قال في كل واحد من العيدين : لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير ، وهو على كل شيء قدير) أربعمئة مرة) قبل صلاة العيد زوجه الله تعالى أربعمئة حوراء ، وكأنما أعتق أربعمئة رقبة ، ووكل الله تعالى به الملائكة يبنون له المدائن ، ويغرسون له الأشجار إلى يوم القيامة) قال الزهري : ماتركتها منذ سمعتها من أنس . وقال أنس رضي الله تعالى عنه ماتركتها منذ سمعتها من النبي صلى الله عليه وسلم

الجواب

ذكره الصفوي

في الكتاب : نزهة المجالس ومنتخب النفائس

لم يذكر سنده

.. ولهذا أجمع العلماء أن الحديث لا يثبت إلا إذا صحّ سنده

أحياناً يقولون في بعض الأحاديث: «لا أصل له» بمعنى: أنه لا إسناد له يُرفع إلى النبي صلى الله عليه وآله وعلى آله وسلم، وقد يكون موقوفاً أو مقطوعاً أو حكاية، وقد يكون بمعنى لا إسناد له أصلاً، إنّما عرف في الكتب، واشتهر على ألسنة الأطباء، أو ألسنة القصاصين، أو على ألسنة العباد والوعاظ، وقد يكون بمعنى لا أصل له.

خلاصہ کلام

اس پوسٹ میں لکھی گئی تمام باتیں سند اور ثابت نہیں لہذا تمام اہل ایمان ایسی چیزوں کو پھیلانے سے اجتناب کرے۔

کتبہ عبد الباقی اخونزادہ

2 شوال 1438

تنبیہات سلسلہ نمبر 46

مولا علی

سوال: شیعہ حضرات ایک روایت پیش کرتے ہیں "من كنت مولاه فهذا علي مولاه" اور اس سے خلافت اور "مولا علی مدد" کا معنی نکالتے ہیں۔

الجواب باسمہ تعالیٰ

سب سے پہلے اس روایت کا پس منظر اور اس اعلان کی وجوہات کا واضح کرنا ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ آپ علیہ السلام نے یہ بات کیوں فرمائی اور اس کا مطلب کیا ہے۔

واقعہ کا پس منظر:

۱ پہلی روایت:

عباس عن بريدة الأسلمي ؓ قال: خرجت مع علي ؓ إلى اليمن فرأيت منه جفوة، فقدمت على النبي ﷺ، فذكرت عليا، فتنقصته، فجعل رسول الله ﷺ يتغير وجهه، فقال: "يا بريدة! ألسنت أولى بالمؤمنين من أنفسهم؟" قلت: بلى يا رسول الله، قال: "من كنت مولاه، فعلي مولاه." -أخرجه النسائي في "الكبرى" (8145)، "، 8466، (8467) -وأحمد (22945).

-والبزار (4352، 4353)

-والحاكم (4578)، وصححه على شرط مسلم.

-وقال الألباني في "السلسلة الصحيحة" (تحت الحديث 1750): قلت: وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين، وتصحيح الحاكم على شرط مسلم وحده قصور.

۲ دوسری روایت:

وعن أبي سعيد الخدري قال: اشتكى الناس علياً رضوان الله عليه فقام رسول الله ﷺ فينا خطيباً فسمعته يقول: "أيها الناس! لا تشكوا علياً؛ فوالله إنه لأخشن في ذات الله أو في سبيل الله من أن يشكى."

-رواه أحمد في "المسند" (11835): "، وفي "فضائل الصحابة" (1161) "

-والطبري في تاريخه: (2/ 205)

-والحاكم (4654).

-وأبو نعيم في "الحلية" (1/68)

-وابن عساكر (200-199/42)

وهذا اللفظ مختصر، والقصة الكاملة هي:

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: بعث رسول الله ﷺ علي بن أبي طالب إلى اليمن، قال أبوسعيد: فكنت ممن خرج معه، فلما أخذ من إبل الصدقة سألناه أن نركب منها ونريح إبلنا فكنا قد رأينا في إبلنا خلاء فأبى علينا وقال: إنما لكم منها سهم كما للمسلمين، قال: فلما فرغ علي وإنطلق من اليمن راجعاً أمر علينا إنساناً وأسرع هو فأدرك الحج، فلما قضى حجه قال له النبي ﷺ: ارجع إلى أصحابك حتى تقدم عليهم، قال أبوسعيد: وقد كنا سألنا الذي استخلفه ما كان على منعنا إياه نفعل فلما جاء عرف في إبل الصدقة إن قد ركبت رأى أثر المركب فذم الذي أمره ولأمه، فقلت: إنا إن شاء الله إن قدمت المدينة لأذكرن لرسول الله ولأخبرنه ما لقينا من الغلظة والتضييق، قال: فلما قدمنا المدينة غدوت إلى رسول الله أريد أن أفعل ما كنت حلفت عليه، فلقيت أبا بكر خارجاً من عند رسول الله فوقف معي ورحب بي وسألني وسألته وقال متى قدمت؟ قلت: قدمت البارحة فرجع معي إلى رسول الله فدخل فقال: هذا سعد بن مالك بن الشهيد، قال: ائذن له، فدخلت فحييت رسول الله وجاءني وسلم عليّ وسألني عن نفسي وعن أهلي فأحفى المسألة، فقلت له: يا رسول الله! ما لقينا من علي من الغلظة وسوء الصحبة والتضييق، فانتبذ رسول الله وجعلت أنا أعدد ما لقينا منه حتى إذا كنت في وسط كلامي ضرب رسول الله على فخذي وكنت منه قريباً ثم قال: سعد بن مالك الشهيد؟ مه بعض قولك لأخيك علي، فوالله لقد علمت أنه أخشن في سبيل الله. قال: فقلت

في نفسي: ثكلتك أمك سعد بن مالك ألا أراني كنت فيما يكره منذ اليوم وما أدري لا جرم والله لا أذكره بسوء أبداً سرّاً ولا علانية.

-رواه البيهقي في "دلائل النبوة" (5/398) وابن عساكر (200/42).
-وقال ابن كثير في "السيرة النبوية": (4/ 205) "وهذا إسناد جيد."

۳ تیسری روایت:

وعن وهب بن حمزة قال: سافرت مع علي بن أبي طالب من المدينة إلى مكة فرأيت منه جفوة؛ فقلت: لئن رجعت فلقيت رسول الله ﷺ لأنالّن منه؛ قال: فرجعت فلقيت رسول الله ﷺ فذكرت علياً فنلت منه فقال لي رسول الله ﷺ: "لا تقولن هذا لعلي فإن علياً وليكم بعدي."
-رواه الطبراني في "الكبير" [(22/ 135)]
-وخيثمة بن سليمان الطرابلسي، كما في "البداية والنهاية" [(7/ 345)]
-وقال الهيثمي في "مجمع الزوائد": (9/109) "رواه الطبراني، وفيه "دكين" ذكره ابن أبي حاتم ولم يضعفه أحد وبقيّة رجاله وثقوا.

روایات کا خلاصہ:

حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر سے خمس (پانچواں حصہ) لانے کیلئے بھیجا تو وہاں تقسیم پر بعض صحابہ حضرت علی سے ناراض ہو گئے اور انھوں نے حضور علیہ السلام سے انکی شکایت کی، بعض صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روپے کی سختی کی شکایت کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر الزامات:

پہلا الزام: غنیمت کے خمس سے ایک خوبصورت باندی لی۔

دوسرا الزام: ساتھیوں پر غنیمت کے معاملے میں سختی کی۔

اس واقعے کا وقت اور مقام:

یہ حضور علیہ السلام کے حجۃ الوداع کا واقعہ ہے، حضور علیہ السلام کے سامنے جب یہ تمام حالات آئے تو آپ علیہ السلام نے مکہ سے کوچ فرما کر مدینہ کے راستے میں "غدير خم" نامی مقام پر ۱۸ ذی الحج کو خطبہ ارشاد فرمایا۔

غدير خم:

یہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جحفہ کے قریب ایک علاقہ ہے اور اسکا موجودہ نام "غربہ" ہے۔

"غدير خُم" هو: موضع بين مكة والمدينة، وهو واد عند الجحفة به غدير، يقع شرق رابغ بما يقرب من (26) كيلاً، ويسمونه اليوم الغربية، و"خم" اسم رجل صباغ نسب إليه الغدير. والغدير هو: مستنقع من ماء المطر.

[انظر: معجم البلدان (2/389) و"على طريق الهجرة" لعاتق البلادي (ص: 61)].

واقعہ کی تاریخ:

یہ واقعہ ۱۸ ذی الحج کو حجۃ الوداع سے واپسی پر پیش آیا۔

• بالنسبة للحادثة فقد كانت بعد حجة الوداع و بالتحديد يوم الثامن عشر من ذي الحجة كما قال بذلك الدكتور مهدي رزق في كتابه "السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية" (ص: 678)

آپ علیہ السلام کا فرمان:

"من كنت مولاه فهذا علي مولاه"
اس روایت کا اتنا حصہ متفقہ طور پر صحیح ہے۔

جبکہ

"اللهم وال من ولاء وعاد من عاداه"

روایت کے اس حصے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: کچھ حضرات نے اسکو موضوع قرار دیا ہے اور کچھ نے ضعف شدید کہا ہے، لیکن سالم بات یہ ہے کہ یہ حصہ بھی ثابت ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد:

چونکہ صحابہ کرام میں سے بعض حضرات کو حضرت علی سے شکوہ تھا اور شکوہ شکایت عموماً نفرت کا سبب بنتے ہیں اور لوگوں میں جوچہ میگوئیاں شروع ہوئی تھی ان سب امور کے خاتمے کیلئے لازم تھا کہ حضرت علی کی طرف سے وضاحت اور ان کے کئے

ہوئے افعال کا دفاع کیا جائے، تو آپ علیہ السلام نے پہلے تو انفرادی طور پر ان افراد کو سمجھایا اور حضرت علی کے عمل کی وضاحت فرمائی اور ان کو حضرت علی کی محبت کا درس دیا۔

● جیسے حضرت بریدہ سے فرمایا:

"يا بریدة! الست اولی بالمؤمنین من أنفسہم؟"

حضرت بریدہ نے جب شکایت کی تو حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک متغیر ہوا اور فرمایا کہ کیا مجھے ایمان والوں کی نظر میں ان کی جان سے زیادہ محبوب نہیں ہونا چاہیے؟ عرض کیا جی ضرور، فرمایا: پس جو مجھے محبوب رکھے وہ علی کو محبوب رکھے۔

● جنھوں نے سختی کی شکایت کی:

ان سے فرمایا:

"انه أخشن فی سبیل اللہ"

کہ وہ اللہ کے راستے میں اس سے زیادہ سختی کا مظاہرہ کافروں کے خلاف کرتا ہے۔

● باندی لینے کی شکایت کرنے والوں سے فرمایا:

کہ علی کا حصہ مال غنیمت میں اس سے زیادہ تھا۔ اور پھر تمام مجمعے کے سامنے حضرت علی کی محبت، عقیدت اور ان کے ساتھ خلوص کو اپنی محبت کا جزء قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"من كنت مولاه فهذا علی مولاه"

کہ جو مجھ سے محبت رکھے گا وہ علی سے محبت رکھے گا۔

اسی حکم کو صحابہ کرام بھی سمجھے، لہذا حضرت عمر نے فوراً مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ اے علی! مبارک ہو آج سے آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے محبوب بن گئے۔

أخذ النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بيدَ عليِّ بنِ أبي طالبٍ ، فقال : أَلَسْتُ وَلِيَّ الْمُؤْمِنِينَ ؟

قالوا : بلى يا رسول الله ، قال : من كنت مولاه فعلي مولاه ،
فقال عمرُ بن الخطاب : بخٍ بخٍ لك يا ابن أبي طالب ! أصبحت مولاي ومولى كلِّ مسلمٍ

مولاکا لغوی اور اصطلاحی معنی:

لغت میں مولاکے تقریباً ۱۹ معانی ذکر کئے جاتے ہیں، لیکن عموماً قرآن و حدیث میں جب مولاکا لفظ کہا جاتا ہے یا یہ صیغہ استعمال ہوتا ہے تو وہاں "نصرت، مددگار، محبت" کے معنی میں ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

قول النبي ﷺ في الحديثين "وهو ولي كل مؤمن بعدي": أراد بكلمة (ولي) هنا الموالاة التي هي المناصرة والمودة.

ف (ولي) هنا تعني: المستحق للمودة والمحبة والنصرة، وهذا هو معنى (الولي) و (المولى) في كتاب الله تعالى:

قال الله تعالى: {وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ} أي: موالاة المحبة والنصرة، وليس معناه بعضهم أمراء وحكام بعض... إذن لأصبح كلُّ منّا أميراً مأموراً، وحاكماً محكوماً، ورئيساً مرؤوساً في نفس الوقت، لأن بعضنا أولياء بعض.

یعنی اگر ولی کا معنی بادشاہ یا خلیفہ لیا جائے تو بہت سی آیات اور احادیث کے معانی بگڑ جائیں گے۔

وقال تعالى: {إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ}.

وقال تعالى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَهُم بِالْمُودَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ}

أي: لا توادّوهم ولا تناصروهم.

وقال تعالى: {وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ}

أي: إن الله والملائكة وصالح المؤمنين ناصروه ومؤيدوه، لأن الملائكة والمؤمنين هم الأمراء الحاكمون على النبي.

گویا مقصد نبوت:

"مقام علی اور محبت علی" کا اظہار تھا، نہ کہ خلافت یا امارت کا بیان۔

إذن فمقصودُ النبي ﷺ ومرادُه: أنَّ عليًّا تجب مودته ومناصرته لا بغضه والشكوى منه.

علمائے امت کا موقف:

● امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال البيهقي في "الإعتقاد" (ص 354) "وأما حديث المولاة - إن صح إسناده - فليس فيه نصٌّ على ولاية علي بعده، فقد ذكرنا من طرقه في "كتاب الفضائل" ما دلّ على مقصود النبي صلى الله عليه وسلم من ذلك، وهو أنه لما بعثه إلى اليمن كثرت الشكاة عنه وأظهروا بغضه فأراد النبي ﷺ أن يذكر اختصاصه به ومحبته إياه ويحثهم بذلك على محبته ومولاته وترك معاداته فقال: "من كنت وليه فعلي وليه"، وفي بعض الروايات: "من كنت مولاه فعلي مولاه، اللهم وال من والاه وعاد من عاداه"، والمراد به: ولاء الإسلام ومودته، وعلى المسلمين أن يوالي بعضهم بعضا ولا يعادي بعضهم بعضا."

حضور علیہ السلام کے اس فرمان کا مقصود لوگوں کے دلوں سے بغض و عناد کو نکال کر آپس میں محبت کو پیدا کرنا تھا، نہ کہ حضرت علی کی خلافت کو بیان کرنا۔

● علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال الإمام ابن كثير في "البداية والنهاية: (7/225) " وأما ما يفتريه كثير من جهلة الشيعة والقصاص الأغبياء من أنه أوصى، يقصد النبي ﷺ إلى علي بالخلافة فكذب وبهت وافتراء عظيم، يلزم منه خطأ كبير من تخوين الصحابة وممالاتهم بعده على ترك تنفيذ وصيته وإيصالها إلى من أوصى إليه وصرفهم إياها إلى غيره لا لمعنى ولا لسبب.

بعض لوگوں کا اس روایت سے خلافت علی کو ثابت کرنا جھوٹ اور بہتان ہے، اور تمام صحابہ پر یہ الزام ہے کہ انھوں نے وصیت رسول کو نافذ نہیں کیا۔

● امام طبری رحمہ اللہ:

اس روایت پر سب سے زیادہ تفصیلی بحث علامہ طبری نے کی کہ انھوں نے صرف اس حدیث پر چار جلدوں کی کتاب لکھ ڈالی تھی جس کی وجہ سے ان پر تشیع کا الزام بھی لگا، لیکن جب انھوں نے خلافت کا بیان کیا تو اس میں وہی ترتیب رکھی جو جمہور امت کے نزدیک ہے۔

وأما الإمام الطبري فقد خالف الشيعة في النتائج التي رتبوها على هذا الحديث مخالفة جذرية، فقد أثبت أن أحق الناس بالخلافة بعد النبي ﷺ وأولاهم بالإمامة أبو بكر الصديق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علي بن أبي طالب رضي الله عنهم أجمعين، وأن ترتيبهم في الفضل كترتيبهم في الإمامة. (انظر "صريح السنة" للطبري، ص: 24).

● علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں خلافت کا کوئی تذکرہ ہے ہی نہیں، ورنہ آپ علیہ السلام اتنے اہم معاملے کو اس قدر بیان پر نہ چھوڑتے بلکہ اس کو اہمیت کے ساتھ بیان فرماتے۔

ما يستدل به الشيعة بهذه الواقعة على إثبات خلافة علي فقد أجاب عنه الإمام ابن تيمية في منهاج السنة (84/4-85) فقال: ليس في هذا الحديث -أي حديث الغدير- ما يدل على أنه نص على خلافة علي، إذ لم يرد به الخلافة أصلاً، وليس في اللفظ ما يدل عليه، ولو كان المراد به الخلافة لوجب أن يبلغ مثل هذا الأمر العظيم بلاغاً بيناً... الخ.

خلاصہ کلام

مولا علی کا معنی "ہمارے محبوب، ہمارے سردار" بالکل درست معنی ہے اور یہی معنی مقصود نبوت بھی تھا اور مطلوب شریعت بھی، لیکن اس سے "الوہیت علی" کو یا "خلافت علی" کو ثابت کرنا محض جھل اور مزاج شریعت کو نہ سمجھنے کی نشانی ہے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 47

گھوڑے کا گوشت

سوال: گھوڑے کے گوشت کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ حلال ہے یا حرام؟

الجواب باسمہ تعالیٰ

ابتدائے اسلام میں گھوڑے، گدھے سب کا گوشت حلال تھا اور صحابہ کرام اس کو استعمال فرماتے تھے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر آپ علیہ السلام نے "الحمر الابیۃ" یعنی پالتو گدھے کا گوشت منع فرمایا۔

”نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومَ خیبرَ عن لحومِ الحُمُرِ“

- الراوی: جابر بن عبد اللہ۔

- المحدث: البخاری۔

- المصدر: صحیح البخاری۔

- الرقم: 5524

لیکن کیا آپ علیہ السلام نے گھوڑے کے گوشت کو بھی منع فرمایا، تو اس سلسلے میں دو طرح کی روایات وارد ہیں: ایک میں گھوڑے کے حلال ہونے کا تذکرہ ہے اور دوسری روایات میں گھوڑے کے گوشت کی حرمت کا تذکرہ ہے۔

حلت والی روایات:

۱. نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومَ خیبرَ عن لحومِ الحُمُرِ، ورخصَ فی لحومِ الخیلِ۔

- الراوی: جابر بن عبد اللہ۔

- المحدث: البخاری۔

- المصدر: صحیح البخاری۔

- الصفحة أو الرقم: 5524۔

۲. نہی رسول اللہ ﷺ یوم خیبر عن أن نأكل لحوم الحمر، وأمرنا أن نأكل لحوم الخيل.

- الراوي: جابر بن عبد الله.

- المحدث: أبوداود.

- المصدر: سنن أبي داود.

- الصفحة أو الرقم: 3808.

یہ دونوں روایات سند کے لحاظ سے صحیح ہیں اور ان میں اسی موقع پر گھوڑے کے گوشت کی حلت کا بیان ہے۔

حرمت والی روایات:

۱. نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن أكل لحوم الخيل والبغال والحمير.

- الراوي: خالد بن الوليد.

- المحدث: الإمام أحمد.

- المصدر: العلل المتناهیة.

- الصفحة أو الرقم: 659/2.

- خلاصة حكم المحدث: منكر.

اس روایت میں گھوڑے کے گوشت کو گدھے کے گوشت کے ساتھ منع فرمایا گیا۔

یہ روایت سند کے لحاظ سے بہت کمزور ہے۔

۲. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ. وَفِي رَوَايَةِ أَبِي

دَاوُدَ قِصَّةٌ، أَوَّلُهَا: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ.

- الراوي: خالد بن الوليد.

- المحدث: النسائي.

- المصدر: الدراية.

- الصفحة أو الرقم: 210/2.

- خلاصة حكم المحدث: يشبه - إن كان صحيحاً - أن يكون منسوخاً.

اس روایت کو امام نسائی نے منسوخ قرار دیا ہے۔

فقہائے کرام کے اقوال:

جمہور فقہائے کرام اور امام صاحبین کے نزدیک گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مختلف اقوال منقول ہیں:

۱. مکروہ تحریمی۔

۲. مکروہ تنزیہی۔

فی کراہۃ لحم الخیل علی قول أبي حنیفۃ روایتان: تنزیہ و تحریم، و صحیح الثانی۔

جمہور کے دلائل صحیح روایات سے:

قال فی المبسوط (233/11): وَهَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ يَسْتَدِلُّ مَنْ يُرَخِّصُ فِي لَحْمِ الْخَيْلِ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِمَنْفَعَةِ الْأَكْلِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل:

امام صاحب رحمہ اللہ کے اقوال اس باب میں مضطرب ہیں، کہیں سے کراہت تنزیہی کا مطلب نکلتا ہے اور کہیں سے کراہت تحریمی کا۔ اسی طرح امام صاحب کے قول کے سبب میں بھی اختلاف ہے، بعض علماء اس روایت کو سبب قرار دیتے ہیں اور بعض علماء آلہ جہاد ہونے کو سبب قرار دیتے ہیں۔

وَأَمَّا أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فَإِنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ لَحْمَ الْخَيْلِ، فَظَاهِرُ اللَّفْظِ فِي كِتَابِ الصَّيْدِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْكِرَاهَةَ لِلتَّنْزِيهِ، فَإِنَّهُ قَالَ: رَخَّصَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ فِي لَحْمِ الْخَيْلِ، فَأَمَّا أَنَا لَا يُعْجِبُنِي أَكْلُهُ، وَمَا قَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَكْرَهُ لَحْمَ الْخَيْلِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ كَرَاهَةُ التَّحْرِيمِ، فَقَدْ رُوِيَ أَنَّ أَبَا يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ لِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِذَا قُلْتُ فِي شَيْءٍ أَكْرَهُهُ فَمَا رَأَيْكَ فِيهِ قَالَ: التَّحْرِيمُ.

وقال في لسان الحکام (ص: 381)

وحمار الوَحْشِ يُؤْكَلُ بِخِلَافِ الْأَهْلِ وَالْبَغْلِ لَا يُؤْكَلُ. وَيَكْرَهُ لَحْمَ الْخَيْلِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ
اللَّهُ، وَفِي الْكَرَاهَةِ رَوَايَتَانِ، وَالْأَصَحُّ كَرَاهَةُ التَّحْرِيمِ.

اگر انکے نزدیک ممانعت والی روایت کی وجہ سے کراہت ہے تو وہ روایت محدثین کے نزدیک متفق علیہ روایت کی وجہ سے
منسوخ ہے۔

وَذَهَبَ جَمَاعَةٌ إِلَى تَحْرِيمِهِ، رُوِيَ ذَلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِ
أَبِي حَنِيفَةَ.

قَالَ النَّوَوِيُّ: وَاحْتَجَّ أَبُو حَنِيفَةَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى، وَبِحَدِيثِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ». (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)
وَعَنِ الْحَدِيثِ بِأَنَّ عُلَمَاءَ الْحَدِيثِ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ
مَنْسُوخٌ.

وَقَالَ النَّسَائِيُّ: حَدِيثُ الْإِبَاحَةِ أَصَحُّ، وَيُشَبِّهُهُ إِنْ كَانَ هَذَا صَحِيحًا أَنْ يَكُونَ مَنْسُوخًا، وَاحْتَجَّ
الْجُمْهُورُ بِأَحَادِيثِ الْإِبَاحَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا مُسْلِمٌ وَغَيْرُهُ، وَهِيَ صَحِيحَةٌ صَرِيحَةٌ، وَلَمْ يَثْبُتْ فِي النَّهْيِ
صَحِيحٌ أَه. وَلَا يَخْفَى أَنَّ مَا نَقَلَهُ عَنْ أَنَّ دَاوُدَ، وَالنَّسَائِيَّ مُخَالَفٌ لِدَعْوَاهُ مِنْ اتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ
عَلَى أَنَّهُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ ضَعِيفًا لَمَا احْتَجَّ جُودًا إِلَى الْقَوْلِ بِنَسْخِهِ، مَعَ أَنَّ قَوْلَ
النَّسَائِيِّ: "حَدِيثُ الْإِبَاحَةِ أَصَحُّ" صَرِيحٌ.

(مرقاۃ المفاتیح)

اور اگر وجہ کراہیت آلہ جہاد ہونا تھا تو موجودہ زمانے میں یہ علت تقریباً ناپید ہو چکی ہے، اسی وجہ سے اب فقہ حنفی کے عظیم
دارالافتاء بھی گھوڑے کے گوشت کی حلت کے فتوے جاری کر رہے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

سوال #68175

۱. میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ گھوڑے کا گوشت اسلام میں حلال ہے یا حرام ہے؟

Published on: Jul 3, 2016

جواب #68175

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Fatwa ID: 707-707/B=9/1437

۱. گھوڑے کا گوشت اسلام میں حلال ہے، صرف اس کے فوجی نظام میں کام میں آنے کی وجہ سے اس کو ذبح کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

جامعہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ

سوال: گھوڑا کھانا حلال ہے یا حرام یا مکروہ؟ اور گھوڑی کے دودھ کا کیا حکم ہے، حلال ہے یا حرام؟

جواب: صورت مسئلہ میں گھوڑا حلال جانور ہے، اس کا گوشت کھانا اور دودھ پینا حلال اور جائز ہے۔ یہاں طبعی ناپسندیدگی کی وجہ سے اس کا گوشت اور دودھ کھانے پینے میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ فقط واللہ اعلم۔

(دارالافتاء، بنوری ٹاؤن)

خلاصہ کلام

گھوڑے کا گوشت حلال اور طیب ہے اور فقہ حنفی میں اس کی ممانعت کی وجہ آلہ جہاد ہونا بیان کیا گیا ہے کہ کھانے میں اس کے استعمال ہو جانے سے جہاد میں کمی واقع نہ ہو جائے، موجودہ دور میں جہاں جہاں اس کا گوشت استعمال ہوتا ہے اس کا کھانا حلال اور بلا کر اہت جائز ہے۔

زبدہ الفقہ:

گھوڑا حلال ہے لیکن جہاد کا جانور ہونے کی وجہ سے امام صاحب نے اس کے گوشت کو مکروہ فرمایا ہے۔ (زبدۃ الفقہ)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

14 شوال 1438

تنبیہات سلسلہ نمبر 48

قبرستان جانے کا حکم

اس موضوع کے تین حصے ہیں:

۱. مردوں کا قبرستان جانا
۲. خواتین کا قبرستان جانا
۳. کسی خاص دن یا خاص موقع پر قبرستان جانا

۱. مردوں کا قبرستان جانا

۱. قبرستان جانے کے متعلق ابتدائی اسلام میں ممانعت تھی لیکن پھر آپ علیہ السلام نے باقاعدہ اجازت اور ترغیب دی لہذا قبرستان جانا مردوں کیلئے باعث عبرت و اجر عمل ہے۔

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : { قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ ، فَرُزُّوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ } رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ .

۲. خواتین کا قبرستان جانا

2. خواتین کے قبرستان جانے کے بارے میں مختلف آراء پائے جاتے ہیں:

القول الأول:

حرمة الزيارة مطلقاً: وهو قول عند المالكية ذكره الدسوقي في حاشيته . وقول عند الشافعية قاله الشيرازي في المذهب 257/1

پہلا قول بعض مالکیہ کا ہے کہ عورت کا قبرستان جانا مطلقاً حرام ہے

القول الثاني:

الكراهة، وهو قول عند المالكية ذكره الدسوقي في حاشيته مع تفريق بين الشابة والعجوز، وقول عند الشافعية ذكره ابن حجر الهيتمي في كتابه (تحفة المحتاج)، وقول عند الحنابلة رحمه ابن قدامة في المغني 430/2.

مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے قول کے مطابق عورت کا قبرستان جانا مکروہ ہے۔

الإباحة بل والندب-الاستحباب-، وهو قول الحنفية كما ذكر السرخسي في (المبسوط) راجع حاشية ابن عابدين (150/1).

احناف کے نزدیک عورت کا قبرستان جانا مستحب اور بہتر ہے

• حرام کہنے والوں کے دلائل.

أدلة الفريق الأول:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: { أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَارَاتِ الْقُبُورِ }
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَهَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

ووجه الدلالة فيه: النهي، وهو يفيد التحريم.

اس روایت میں آپ علیہ السلام نے قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔
اور اس لعنت سے حرام ہونا معلوم ہوتا ہے

عَنْ ابْنِ عَمْرٍو عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ وَالْحَاكِمِ { أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ
فَقَالَ: مَا أَخْرَجَكَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَقَالَتْ: أَتَيْتُ أَهْلَ هَذَا الْمَيْتِ فَرَحِمْتُ مَيِّتَهُمْ فَقَالَ لَهَا:
فَلَعَلَّكَ بَلَغْتَ مَعَهُمُ الْكُدَى، قَالَتْ: مَعَاذَ اللَّهِ وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذْكُرُ فِيهَا مَا تَذْكُرُ، { فَقَالَ:
لَوْ بَلَغْتَ مَعَهُمُ الْكُدَى فَذَكَرْتَ تَشْدِيدًا فِي ذَلِكَ، فَسَأَلْتُ رَبِيعَةَ مَا الْكُدَى؟ فَقَالَ: الْقُبُورُ
فِيمَا أَحْسَبُ وَفِي رَوَايَةٍ { لَوْ بَلَغْتَ مَعَهُمُ الْكُدَى مَا رَأَيْتِ الْجَنَّةَ حَتَّى يَرَاهَا جَدُّ أَبِيكَ } قَالَ
الْحَاكِمُ: صَحِيحُ الْإِسْنَادِ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.
قَالَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ: وَفِيمَا قَالَهُ الْحَاكِمُ عِنْدِي نَظَرٌ.

وجه الدلالة: أن النبي ﷺ رتب عقوبة على الزيارة وهذا دليل على حرمة الزيارة بالنسبة
للنساء

حضرت فاطمہ ایک تعزیت کیلئے گئیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم جنازے کے ساتھ جاتی تو اتنا اتنا عذاب ہوتا
اور یہ تشدید بھی حرمت کی علامت ہے۔

• حرام کہنے والوں کا جواب:

پہلی روایت میں زیارت کرنے والیوں پر لعنت کی گئی لیکن علماء امت اس کو خاص کرتے ہیں ان خواتین کے ساتھ جو کثرت سے قبرستان آنا جانارکھے۔

{ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَارَاتِ الْقُبُورِ }

وقد دل لفظ (زوارات القبور) على أن النهي متعلق بالمبالغة في الزيارة، يقول ابن العربي المالكي في ذلك- كما نقله عنه الشوكاني في نيل الأوطار 4/502:-

قال القرطبي: اللعن المذكور في الحديث إنما هو للمكثرات من الزيارة لما تقتضيه الصيغة من المبالغة ولعل السبب ما يفضي إليه ذلك من تضييع حق الزوج والتبرج وما ينشأ من الصياح ونحو ذلك وقد يقال إذا أمن جميع ذلك فلا مانع من الإذن لهن لأن تذكر الموت يحتاج إليه الرجال والنساء.. انتهى
ثم علق الشوكاني إليه قائلاً

(وهذا الكلام هو الذي ينبغي اعتماده في الجمع بين أحاديث الباب المتعارضة في الظاهر)

• امام قرطبي رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کہ جو عورتیں کثرت سے قبرستان جاتی ہیں اور رونادھونا کرتی ہے یا زیب زینت اختیار کرتی ہیں یا شوہر کے حقوق ضائع کرتی ہیں ان عورتوں کے بارے میں یہ شدید ممانعت وارد ہے

• دوسری روایت حضرت فاطمہ والی۔

اس روایت کی سند کو اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے مقابل جن روایات سے جواز معلوم ہوتا وہ روایات زیادہ قوی ہیں۔

• جو حضرات کراہیت کے قائل ہیں:

در حقیقت قول ثانی اور ثالث کے دلائل ایک ہی ہیں البتہ کچھ باتوں میں فرق ہے مثلاً:
جو حضرات کراہیت کے قائل ہیں انھوں نے یہ تفصیل ذکر کی ہے کہ جو ان عورت کیلئے مکروہ ہے لیکن بوڑھی عورت کیلئے مکروہ نہیں وغیرہ۔

• جواز کے قائلین کے دلائل:

یہ حضرات خواتین کے قبرستان جانے کو چند شرائط کیساتھ مستحب قرار دیتے ہیں:

1. کثرت زیارت نہ ہو۔
2. واویلا مچانا یا چہرہ پیٹنا نہ ہو۔
3. بن سنور کر زیب وزینت کے ساتھ قبرستان نہ جائے۔

• دلائل:

1. حضور علیہ السلام نے ممانعت کے بعد جو اجازت عطا فرمائی وہ مرد عورت دونوں کیلئے عام ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں جبکہ عورتوں کی تربیت اسلامی خطوط پر نہیں ہوئی تھی وہ قبروں پر جا کر بین کرتیں، بال نوچتیں اور پیٹتی تھیں۔ لہذا منع کا حکم تھا لیکن اسلامی تعلیم و تربیت کے بعد ان کے قول و عمل میں صحیح انقلاب آیا، تو شارع علیہ السلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی زیارت قبور کی اجازت عنایت فرمائی۔ آج بھی کوئی عورت یا مرد دور جاہلیت کی طرح قبروں پر جا کر غیر شرعی حرکات کرے تو اس کے لئے ممانعت ہے، ورنہ اجازت ہے۔ آقائے کریم کا فرمان ہے:

"نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها".

(مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب استيذان النبي صلى الله عليه وآله وسلم ربه قبر

امه، 2: 672، الرقم: 977)

”میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب ان کی زیارت کیا کرو۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعن زوارات القبور قبروں کی کثرت سے زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔ زوارات مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ قبروں پر جانے والیوں پر۔ جس طرح نماز، روزہ، اور باقی عبادات میں مبالغہ آمیزی جائز نہیں، زیارت قبور میں بھی حد اعتدال کا حکم ہے۔

● امام ترمذی نے اس کے متعلق فرمایا:

قد رای بعض اهل العلم ان هذا كان قبل ان یرخص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی زیارة القبور فلما رخص دخل رخصة الرجال والنساء وقال بعضهم انما کره زیارة القبور للنساء لقد صبرهن وكثرة جزعهن.

(ترمذی، السنن، کتاب الجنائز باب ماجاء فی کراهیة زیارة القبور للنساء، 3: 372، الرقم: 1056)

”بعض اہل علم کے خیال میں یہ (لعنت) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت سے پہلے تھی۔ جب آپ نے رخصت دی تو آپ کی رخصت میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں اور بعض علماء نے کہا کہ عورتوں کی زیارت قبور اس لئے مکروہ ہے کہ ان میں صبر کم اور بے صبری زیادہ ہوتی ہے۔“

پس اگر بے صبری کا اظہار، پیٹنا اور بال نوچنا یا گریبان پھاڑنا نہ ہو اور فتنہ و فساد کا خطرہ بھی نہ ہو تو عورت بھی اس طرح زیارت قبور کر سکتی ہے جس طرح مرد۔ اور یہ کہ یہ سنت دونوں کے لئے ہے۔

2. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرِ، فَقَالَ: اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي. ملخصاً
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَحْمَدُ.

(أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجنائز)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گذرے جو ایک قبر کے پاس زار و قطار رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔

آپ علیہ السلام نے اس کے رونے کو برا جانا لیکن اس کے قبرستان آنے پر نکیر نہیں فرمائی۔

3. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فِي رَوَايَةٍ طَوِيلَةٍ قَالَتْ : قُلْتُ : كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ (تَعْنِي فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ) قَالَ : قُولِي : السَّلَامُ عَلَيَّ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لِلْآحِقُونَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ).

أُخْرِجَهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيحِ، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ دُخُولِ الْقَبْرِ وَالِدَعَاءِ لِأَهْلِهَا.

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک طویل روایت میں بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں زیارتِ قبور کے وقت اہل قبور سے کس طرح مخاطب ہوا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوں کہا کرو: اے مومنو اور مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں پر رحم فرمائے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ملنے والے ہیں۔“

گویا آپ علیہ السلام حضرت عائشہ کو قبرستان میں داخل ہونے کی دعا سکھا رہے ہیں، اگر جانا ممنوع ہوتا تو ایسا ہر گز نہ ہوتا بلکہ آپ علیہ السلام منع فرماتے۔

4. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ تُوِّفِيَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِحُبْشِيِّ، قَالَ: فَحُمِلَ إِلَى مَكَّةَ فَدُفِنَ فِيهَا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ أَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ.

حضرت عبد اللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا مقام حبشہ میں انتقال ہوا تو آپ کو مکہ مکرمہ لا کر دفن کیا گیا، جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی قبر پر تشریف لائیں

حضرت عائشہ کا اپنے بھائی کی قبر پر جانا اس عمل کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

5. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَقْبَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْمَقَابِرِ، فَقُلْتُ لَهَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، مِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتِ؟ قَالَتْ: مِنْ قَبْرِ أَخِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَقُلْتُ لَهَا: أَلَيْسَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، كَانَ نَهَى ثُمَّ أَمَرَ بِزِيَارَتِهَا. رَوَاهُ الْحَاكِمُ.

أخرجه الحاكم في المستدرک، کتاب الجنائز، 1 / 532، الرقم : 1392، والبيهقي في السنن الكبرى، 4 / 131

”حضرت عبد اللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے واپس تشریف لا رہی تھیں میں نے اُن سے عرض کیا: اُم المؤمنین! آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا: اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر کی قبر سے، میں نے عرض کیا: کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیارتِ قبور سے منع نہیں فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! پہلے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں رخصت دے دی تھی۔“ اسے امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

6. عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَزُورُ قَبْرَ حَمْزَةَ كُلَّ جُمُعَةٍ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ.

أخرجه عبد الرزاق في المصنف، 3 / 572، الرقم : 6713، والبيهقي في السنن الكبرى، 4 / 131، الرقم : 7208.

”امام جعفر الصادق اپنے والد گرامی امام محمد الباقر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتی تھیں۔“
اسے امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تَزُورُ قَبْرَ عَمِّهَا حَمْزَةَ كُلَّ جُمُعَةٍ فَتُصَلِّي وَتَبْكِي عِنْدَهُ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ.

وَقَالَ الْحَاكِمُ : هَذَا الْحَدِيثُ رَوَاتُهُ عَنْ آخِرِهِمْ ثِقَاتٌ.

أخرجه الحاكم في المستدرک، 1 / 533، الرقم : 1396، والبيهقي في السنن الكبرى، 4 / 78، الرقم : 7000، والعسقلاني في تلخیص الحبير، 2 / 137.

”حضرت علی بن حسین اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ کائنات حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتی تھیں آپ وہاں دعا کرتیں اور گریہ وزاری کرتی تھیں۔“

اسے امام حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

● محدثین اور فقہائے کرام کے اقوال:

امام ترمذی نے تمام روایات کا خوبصورت خلاصہ بیان فرمایا ہے:

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ هَذَا كَانَ قَبْلَ أَنْ يَرْخَصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِي رُخْصَتِهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا كُرِهَ زِيَارَةُ الْقُبُورِ لِلنِّسَاءِ لِقَلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَكَثْرَةِ جَزَعِهِنَّ.

(أخرجه الترمذي في السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في كراهية زيارة القبور النساء: 3 /

(371

کہ ممانعت ابتداء سب کیلئے تھی اور اجازت بھی سب کیلئے ہے، البتہ عورتوں میں صبر کی کمی کی بنا پر کچھ علماء ان کے قبرستان جانے کو مکروہ سمجھتے ہیں

یہی قول علامہ ابن حجر عسقلانی کا بھی ہے

أخرجه ابن حجر عسقلاني في فتح الباري، 149/3

اسی بات کو شارح ترمذی علامہ عبد الرحمن مبارکپوری (م 1353ھ) نے تحفۃ الاحوذی (4: 136) میں نقل کیا ہے

تمام شارحین حدیث اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ حصولِ عبرت اور تذکیرِ آخرت کے لئے زیارتِ قبور میں عموم ہے یعنی جس طرح ممانعت عام تھی اسی طرح جب رخصت ملی تو وہ بھی عام ہے۔ البتہ عورتیں چونکہ بے صبر ہوتی ہیں اگر اپنے کسی قریبی عزیز کی قبر پر جا کر اس طرح نوحہ کریں جس سے شریعت نے منع کیا ہے یا قبرستان میں ان کا جانا باعثِ فتنہ اور بے پردگی و بے حیائی کا باعث ہو، محرم ساتھ نہ ہو یا ایسا اجتماع ہو جہاں اختلاطِ مرد و زن ہو تو اس صورت میں عورتوں کا زیارتِ قبور کے لئے

جانا بلاشبہ ممنوع ہے۔ اور اگر محرم کے ساتھ باپردہ قبرستان جائے اور وہاں جا کر دعا کرے، تذکیر آخرت سامنے ہو تو پھر رخصت ہے۔

● جمہور احناف کے نزدیک رخصت زیارت مرد و عورت دونوں کے لئے ہے

۱۔ علامہ ابن نجیم حنفی (926-970ھ) لکھتے ہیں:

وقيل تحرم علي النساء، والأصح أن الرخصة ثابتة لهما.
(ابن نجيم، البحر الرائق: 210/2)

”یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیارتِ قبر عورتوں کے لئے حرام ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ زیارتِ قبور کی اجازت مرد و زن دونوں کے لئے یکساں ہے۔“

۲۔ علامہ ابن عابدین شامی حنفی نے لکھا ہے:

أما علي الأصح من مذهبنا وهو قول الكرخي وغيره، من أن الرخصة في زيارة القبور ثابتة
للرجال والنساء جميعاً، فلا إشكال.
(ابن عابدین، رد المحتار علي الدر المختار، 626/2)

☆ ”احناف کے نزدیک صحیح قول (جو امام کرخی وغیرہ کا ہے وہ) یہ کہ زیارتِ قبور کی اجازت مرد و زن دونوں کے لئے ثابت ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔“

۳۔ علامہ شرنبلالی (م 1069ھ) لکھتے ہیں:

نَدِبَ زيارَتُهَا لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ عَلَيَّ الْأَصَحُّ.
(شرنبلالی، نور الإيضاح، فصل في زيارة القبور).

☆ صحیح روایت کے مطابق زیارتِ قبور مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں طور پر مستحب ہے۔

۴۔ علامہ طحطاوی (م 1231ھ) مراقی الفلاح کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

وفي السراج: وأما النساء إذا أردن زيارة القبور إن كان ذالك لتجديد الحزن، والبكاء، والندب كما جرت به عادتهن فلا تجوز لهن الزيارة، وعليه يحمل الحديث الصحيح "لعن الله زائرات القبور". وإن كان للاعتبار، والترحم، والتبرك بزيارة قبور الصالحين من غير ما يخالف الشرع فلا بأس به، إذا كنّ عجائز. وكره ذالك للشابات، كحضورهن في المساجد للجماعات.

وحاصله أن محل الرخص لهن إذا كانت الزيارة علي وجه ليس فيه فتنة. والأصح أن الرخصة ثابتة للرجال والنساء لأن السيدة فاطمة رضي الله عنها كانت تزور قبر حمزة كل جمعة وكانت عائشة رضي الله عنها تزور قبر أخيها عبدالرحمن بمكة. كذا ذكره البدر العيني في شرح البخاري.

[حاشية الطحطاوي علي مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح (340، 341)]

☆ حاصل کلام یہ ہے کہ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی گنجائش اس وقت ہے جب اس طریقے سے زیارتِ قبور کو جائیں کہ جس میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور صحیح بات یہ ہے کہ زیارتِ قبور کی رخصت مرد و عورت دونوں کے لئے ثابت ہے۔

یہی بات علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے "عمدة القاری" شرح صحیح بخاری میں لکھی ہے۔

۳. کسی خاص دن یا خاص موقعہ پر قبرستان جانا

کسی مخصوص دن یا کسی خاص موقعہ پر قبرستان جانے کے متعلق شریعت بالکل خاموش ہے اور ایسی کوئی مستند صحیح یا ضعیف روایات نہیں ملتیں جن میں خاص دنوں میں اہتمام سے قبرستان جانے کی تاکید ہو۔
مثلاً: عید کا دن، شبِ برات، شبِ معراج یا دس محرم کے دن۔

● جمعہ کے دن قبرستان جانا:

جمعہ کے دن قبرستان جانے کے بارے میں اگرچہ روایات موجود ہیں لیکن محدثین نے ان روایات کو شدید ضعیف قرار دیا ہے، یہاں تک کہ بعض محدثین نے ان پر من گھڑت کا حکم لگایا ہے۔

• مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَكُتِبَ بَرًّا.

- الراوي: أبو هريرة.

- المحدث: الطبراني.

- المصدر: المعجم الأوسط.

- الصفحة أو الرقم: 175/6.

- خلاصة حكم المحدث: لا يروى هذا الحديث عن رسول الله ﷺ إلا بهذا الإسناد، تفرد به

يحيى بن العلاء محمد بن زكريا الغلاب.

لیکن صحابہ کے عمل سے اسکی تائید معلوم ہوتی ہے جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعے کو حضرت حمزہ کی قبر پر جاتی تھیں۔

لہذا اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اگر جمعے کے دن قبرستان جایا جائے تو شاید اس عمل سے صحابہ کی مطابقت کا اجر حاصل ہو، لیکن دیگر ایام میں جو معمول بنایا گیا ہے اس کی نہ کوئی شرعی دلیل ہے اور نہ ہی یہ عمل سلف میں کسی سے ثابت ہے، بلکہ عوام کے شدید التزام اور ہر عید اور ہر شب برات میں جانے کو لازم قرار دینے کی وجہ سے اس عمل کو بدعت قرار دیا گیا ہے۔

● شب برات میں آپ علیہ السلام کا قبرستان جانا:

آپ علیہ السلام سے اپنی پوری حیات طیبہ میں صرف ایک بار شب برات میں قبرستان تشریف لے جانے کا ثبوت ملتا ہے اور اس میں بھی نہ ترغیب ہے اور نہ ہی تداعی ہے، لہذا اگر زندگی میں ایک بار ایسا کر لیا جائے تو شاید اجر حاصل ہو، لیکن اسکو معمول بنانا درست نہیں۔

خلاصہ کلام

قبرستان جانا مرد اور خواتین سب کیلئے ایک مستحب عمل ہے، لیکن اس کے لئے شریعت نے کسی مخصوص دن یا وقت کا تعین نہیں کیا ہے۔

چونکہ یہ مقام آخرت کی یاد دہانی کا ہے، لہذا خواتین بن سنور کر قبرستان جانے سے پرہیز کریں، اسی طرح مردوں کے ہجوم کے دنوں میں جانے سے بھی پرہیز کریں اور صبر اور ضبط کا دامن ہر گز ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 49

اعضائے وضوء کی دعا

سوال: وضوء کے دوران ہر عضو کے دھوتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے کیا یہ حدیثوں سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو حوالہ کے ساتھ ارسال فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسمہ تعالیٰ

وضوء کے دوران ہر عضو کے دھوتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ حضرت انس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کی جاتی ہے لیکن سند کے لحاظ سے ایسی تمام روایات درست نہیں۔

۱. حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں آپ علیہ السلام نے ہر عمل کیساتھ دعا سکھائی ہے:

عن أنس قال: دخلتُ على رسول الله ﷺ وبين يديه إناء من ماء، فقال لي: "يا أنس! ادنُ مِنِّي أَعَلِّمَكَ مقادير الوضوء". فدنوتُ من رسول الله ﷺ.

● ہاتھ دھوتے وقت کی دعا:

فَلَمَّا غَسَلَ يَدَيْهِ قَالَ: "بِسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ."

● استنجا کرتے وقت کی دعا:

فَلَمَّا اسْتَنْجَى قَالَ: "اللَّهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِي وَبَسِّرْ لِي أَمْرِي."

● مضمضہ اور استنشاق کی دعا:

فَلَمَّا أَنْ تَمَضَّمْ وَاسْتَنْشَقْ قَالَ: "اللَّهُمَّ لَقِّنِي حَجَّتَكَ وَلَا تَحْرَمْنِي رَائِحَةَ الْجَنَّةِ."

● چہرہ دھوتے وقت کی دعا:

فَلَمَّا أَنْ غَسَلَ وَجْهَهُ قَالَ: "اللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي يَوْمَ تَبْيِضُ الْوُجُوهُ."

● دونوں بازو دھوتے وقت:

فَلَمَّا أَنْ غَسَلَ ذِرَاعِيهِ قَالَ: "اللَّهُمَّ أَعْطِنِي كِتَابِي بِيَمِينِي."

● سر پر مسح کی دعا:

فَلَمَّا أَنْ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ قَالَ: "اللَّهُمَّ تَغَشَّ بِرَحْمَتِكَ وَجَنَّبْنَا عَذَابَكَ."

● پیروں کو دھوتے وقت:

فَلَمَّا أَنْ غَسَلَ قَدَمِيهِ قَالَ: (اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِي يَوْمَ تَزَلُ فِيهِ الْأَقْدَامُ).

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرتے وقت یہ دعائیں پڑھے گا اللہ تعالیٰ وضو کے ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرمائینگے جو ستر زبانوں سے قیامت تک تسبیحات کریگا اور اجر اس شخص کو ملیگا۔

ثم قال النبي ﷺ: "والذي بعثني بالحق يا أنس! ما من عبدٍ قالها عند وضوئه لم تقطر من خلل أصابعه قطرة إلا خلق الله تعالى منها ملكاً يسبح الله بسبعين لساناً يكون ثواب ذلك التسبيح له إلى يوم القيامة."

اس روایت کی تخریج:

اس روایت کی سند میں عباد بن صہیب نامی ایک راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

(۱) امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کی باتیں اگر کوئی طالب علم بھی سنے تو سمجھ جائیگا کہ یہ جھوٹی ہیں۔

قال ابن حبان في المجروحين (2 / 164): عباد بن صهيب من أهل البصرة يروي عن هشام عن عروة والأعمش روى عنه العراقيون كان قد ربا داعيا إلى القدر ومع ذلك يروي المناكير عن المشاهير التي إذا سمعها المبتدئ في هذه الصناعة شهد لها بالوضع.

(۱۱) امام بخاری اور نسائی نے عباد کو متروک راوی قرار دیا ہے۔

الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة

رقم (33) وقال: في إسناده عباد بن صهيب قال البخاري والنسائي: متروك.

○ اس سند میں ایک راوی ہے احمد بن ہاشم جس پر محدثین نے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے۔

وَفِيهِ أَيْضًا أَحْمَدُ بْنُ هَاشِمٍ: اتَّهَمَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ.
قَالَ النَّوَوِيُّ: هَذَا الْحَدِيثُ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهُ، وَتَابَعَهُ ابْنُ حَجَرٍ.

(الزیادات علی الموضوعات) للسیوطی رقم (441) وقال: أخرجه ابن الجوزي في (العلل) وقال: قد اتهم ابن حبان به عبّاد بن صهيب، واتهم به الدارقطني أحمد بن هاشم. فأما عبّاد:

فقال ابن المديني: ذهب حديثه.

وقال البخاري والنسائي: متروك.

وقال ابن حبان: يروي المناكير التي يُشهد لها بالوضع.

وأما أحمد بن هاشم فيكفيه اتهام الدارقطني.. انتهى.

۲. حضرت علی والی روایت:

عن أبي إسحاق السبيعي رفعه إلى علي بن أبي طالب كرم الله وجهه قال: «علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم كلمات أقولهن عند الوضوء فلم أنسهن.

● ہاتھ دھوتے وقت کی دعا:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِمَاءٍ فَغَسَلَ كَفَيْهِ ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ الْعَظِيمِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ، وَاجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أُعْطِيَتْهُمْ شَكَرُوا، وَإِذَا ابْتُلِيَتْهُمْ صَبَرُوا.

● استنجا کے وقت:

فَإِذَا غَسَلَ فَرْجَهُ قَالَ: "اللَّهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِي" (ثَلَاثًا)

● مضمضہ کے وقت:

وَإِذَا تَمَضَّمْ قَالَ: اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى تِلَاوَةِ كِتَابِكَ وَذِكْرِكَ.

● استنشاق کے وقت:

وَإِذَا اسْتَنْشَقَ قَالَ: اللَّهُمَّ أَرْحِنِي رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.

● چہرہ دھوتے وقت:

وَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ قَالَ: اللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي يَوْمَ تَبْيِضُ وُجُوهُ وَتَسْوَدُ وُجُوهُ.

● بازوؤں کو دھوتے وقت:

وَإِذَا غَسَلَ يَمِينَهُ قَالَ: اللَّهُمَّ أَتْنِي كِتَابِي بِيَمِينِي وَحَاسِبْنِي حَسَابًا يَسِيرًا. وَإِذَا غَسَلَ شِمَالَهُ قَالَ: اللَّهُمَّ لَا تَعْطِنِي كِتَابِي بِشِمَالِي وَلَا مِنْ وَرَاءَ ظَهْرِي.

● سر پر مسح کرتے وقت:

وَإِذَا مَسَحَ رَأْسَهُ قَالَ: "اللَّهُمَّ غَشِّنِي بِرَحْمَتِكَ"

● کانوں پر مسح کے وقت:

وَإِذَا مَسَحَ أُذُنَيْهِ قَالَ: "اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ."

● پیروں کو دھوتے وقت:

وَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ قَالَ: "اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ سَعِيًّا مَشْكُورًا وَذَنْبًا مَغْفُورًا وَتِجَارَةً لَنْ تَبُورَ". ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي رَفَعَهَا بِغَيْرِ عَمَدٍ.

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک فرشتہ وضو کرنے والے کے سر پر کھڑے ہو کر یہ سب کچھ ایک ورق پر لکھتا ہے، پھر اس پر مہر لگا کر اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے رکھے گا اور یہ مہر قیامت کے دن ہی کھلی گی۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالْمَلِكُ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِهِ يَكْتُبُ مَا يَقُولُ فِي وَرَقَةٍ ثُمَّ يَخْتَمُهُ، فَيَرْفَعُهُ فَيَضَعُهُ تَحْتَ الْعَرْشِ فَلَا يَفُكُّ خَاتَمَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

اس روایت کی تخریج:

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابو بشر احمد بن محمد بن عمر بن مصعب پر من گھڑت روایات بنانے کا الزام ہے۔

اخرجه ابن دقيق العيد في كتاب «الإمام» عَنْ أَبِي الْفَضْلِ مُحَمَّدَ بْنَ نَعِيمِ بْنِ عَلِيٍّ الْبُخَارِيِّ، نَا أَبُو الْقَاسِمِ أَحْمَدُ بْنُ حَمِّ الصَّفَّارِ اللَّخْمِيِّ، ثَنَا أَبُو مَقَاتِلِ سُلَيْمَانَ بْنِ الْفَضْلِ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُصْعَبِ الْمُرُوزِيِّ، ثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ الشَّيْبَانِيُّ، ثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ السَّبْعِيُّ فَذَكَرَهُ.

قال الحافظ في «تخريج أحاديث الأذكار»: سليمان بن الفضل ضعيف، وشيخه منسوب إلى جد أبيه، *وهو أحمد بن محمد بن عمر بن مصعب أبو بشر، متهم بوضع الحديث.* وقال ابن الملقن في «البدر المنير»: وأبو إسحاق السبعي عن علي منقطع.

واخرجه المستغفرى في «كتاب الدعوات» من حديث القاضي أبي سعيد الخليل بن أحمد، أنبأنا أبو عمرو التمار محمد بن عبد الرحمن، ثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَمِيدٍ، ثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمُرُوزِيِّ، نَا الْمَغِيثُ بْنُ بَدِيلٍ، عَنْ خَارِجَةَ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ.

قال ابن الملقن: وَهَذَا مُرْسَلٌ أَيْضًا؛

ان روایات کے متعلق محدثین کے اقوال

وقال ابن القيم في المنار المنيف (ص 122) (وأما الحديث الموضوع في الذكر على كل عضو فباطل)

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں کہ ہر عضو پر دعا پڑھنے والی روایت باطل ہے

شیخ طلحہ منیار صاحب نے بھی ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

خلاصہ یہ ہے کہ : یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اس کی اسانید میں کوئی بھی سند قابل اعتماد نہیں ہے، اور اس کا پڑھنا مسنون ہے ، نہ مستحب ہے، ہاں بعض فقہاء نے جو پڑھنے کا استحباب لکھا ہے تو وہ شرعی استحباب نہیں ہے، بلکہ وضو میں استحضار اور دھیان بڑھانے کے لئے مناسب ہے یا ادب کے درجہ میں ہے۔

خلاصہ کلام

یہ روایات غیر ثابت اور سند کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہیں، لہذا ان دعاؤں کو ثابت نہیں کہا جاسکتا، البتہ اگر کوئی شخص کبھی کبھی اس کو سنت سمجھے بغیر یونہی پڑھ لے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے، البتہ اگر وضو کے موقع پر ثابت اعمال کا اہتمام کیا جائے تو زیادہ اجر اور نفع ہوگا۔

● وضو کے ابتداء میں:

آپ علیہ السلام نے وضو کے ابتداء میں **بسم اللہ** پڑھنے کی ترغیب دی ہے:

مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ تَطَهَّرَ جَسَدُهُ كُلُّهُ، وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ لَمْ يَتَطَهَّرْ إِلَّا
مَوْضِعَ الْوُضُوءِ.

- الراوي: أبوهريرة.

- المحدث: البیهقی.
- المصدر: السنن الکبری للبیہقی.
- الصفحة أو الرقم: 45/1.
- خلاصة حکم المحدث: مرفوع ضعیف .

● وضو کرتے وقت کی دعا:

دوران وضو آپ علیہ السلام سے یہ دعا صحیح روایات سے ثابت ہے:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بوضوءٍ فتوضأً وصَلَّى وقال:

“اللهم أصلح لي ديني ووسع لي في داري وبارك لي في رزقي.”

-الراوي: أبو موسى الأشعري عبد الله بن قيس.

-المحدث: الهيثمي.

-المصدر: مجمع الزوائد.

-الصفحة أو الرقم: 112/10

-خلاصة حکم المحدث: رجاله رجال الصحيح غير عباد بن عباد المازني وهو ثقة.

وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنے کی روایات تو بہت مشہور ہیں، البتہ انگلی اٹھانے والی بات اس میں بھی درست نہیں۔

اسی طرح وضو کے بعد اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين بھی ثابت ہے

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقي اخونزادہ

۲۴ شوال ۱۴۳۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 50

پہلی اولاد کا لڑکی ہونا

سوال: یہ بات بطور حدیث مشہور کی گئی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس عورت کی پہلی اولاد لڑکی ہو تو یہ اس عورت کی خوش قسمتی کی علامت ہے، کیا یہ روایت درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالیٰ

بچیاں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک خوبصورت نعمت ہیں اور بچیوں اور بہنوں کی تربیت پر آپ علیہ السلام نے فضائل بھی ذکر فرمائے ہیں:

۱. قوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ."

(رواہ مسلم: 2631)

● ایک حدیث میں آپ علیہ السلام نے فرمایا:

جس نے دو لڑکیوں کی تربیت کی تو قیامت کے دن وہ میرے ساتھ اس طرح ہوگا جیسے یہ دونوں انگلیاں جڑی ہوئی ہیں۔

۲. قوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فَمِنْ فَلَهُ الْجَنَّةُ*."

-رواہ الترمذی (1916)

-وَأَبُو دَاوُدَ (5147)

-وَابْنُ مَاجَهَ (3669)

● جس نے تین بہنوں یا بیٹیوں کی تربیت کی یا دو بہنوں اور دو بیٹیوں کی تربیت کی تو اس کیلئے جنت ہے۔

لیکن پہلی اولاد کے بیٹی ہونے کے بارے میں جس قدر روایات منقول ہیں وہ اس حد تک کمزور ہیں کہ محدثین نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

۱. قال الحافظ السخاوي رحمه الله في "المقاصد الحسنة: (1/677) "حديث "من يمن المرأة تبكيراها بالأنثى" رواه الديلمي عن واثلة بن الأسقع مرفوعا بلفظ: "من بركة تبكيراها بالأنثى" ألم تسمع قوله تعالى: {يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا} فبدأ بالإناث، ورواه أيضا عن عائشة مرفوعا بلفظ: "من بركة المرأة على زوجها تيسير مهرها وأن تبكر بالإناث" وهما ضعيفان.. انتهى+.

علامہ سخاوی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایات ضعیف ہیں۔

۲. وقال السيوطي في فتاويه: لا يصح.

انظر: "كشف الخفاء". (2/287)

امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت پر غیر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔

۳. حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند:

أخرجه ابن عدي في "الكامل (6/302) "من طريق شيخه محمد بن محمد بن الأشعث: حدثني موسى بن إسماعيل بن موسى بن جعفر بن محمد: حدثني أبي، عن أبيه، عن جده جعفر، عن أبيه، عن جده علي بن الحسين، عن أبيه، عن علي مرفوعاً. قلت: موضوع، المتهم به هذا الشيخ؛ فقد ساق له ابن عدي نحو خمسة وعشرين حديثاً من أصل قرابة ألف حديث بهذا الإسناد العلوي، وقال: "وعامتها من المناكير، وكان متهماً."

ابن عدي نے یہ روایت محمد بن محمد بن الأشعث کی سند سے نقل کی ہے اور اس پر من گھڑت روایات بنانے کا الزام ہے۔

۴ . وقال الدارقطني: "آية من آيات الله: وضع ذاك الكتاب: يعني العلويات . "وقد مضى له حديث آخر موضوع في المجلد الرابع رقم (1932)

دارقطنی اس راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس نے ایک پوری من گھڑت کتاب گھڑ لی تھی جس کا نام "علویات" رکھا۔

۵ . وقال الذهبي في "الميزان": "وساق له ابن عدي جملة موضوعات"

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس راوی کی روایات میں من گھڑت شامل ہے۔

۶ . واثله بن اسقع رضي الله عنه كسند:

رواه مسنداً الخرائطي في "مكارم الأخلاق" قال: "حدثنا محمد بن جابر الضير، حدثنا مسلم بن إبراهيم العبدي، حدثنا حكيم بن حزام، عن العلاء بن كثير، عن مكحول، عن واثلة بن الأسقع، قال: قال رسول الله ﷺ: «من بركة المرأة تبكيها بالأنثى، أما سمعت الله تعالى يقول: يهب لمن يشاء إناثاً ويهب لمن يشاء الذكور، فبدأ بالإناث قبل الذكور.» ومن نفس طريقه ابن عساكر في تاريخ دمشق، وكذلك الخطيب في تاريخ بغداد. وقد رواه ابن الجوزي في الموضوعات من طريق الأثرم إلى سالم الوراق قال حدثنا حكيم بن (حزام) هكذا وقع ثم بنحو ما ذكر الخرائطي.

۷ . قال ابن الجوزي بعد أن ذكره: "هذا حديث موضوع على رسول الله ﷺ، وقد اتفق فيه جماعة كذابون.

امام ابن جوزی اس روایت کو من گھڑت قرار دیتے ہیں اسلئے کہ اس کی سند میں بہت سے کمزور راوی جمع ہیں:

(۱) أما سالم الوراق:

فقال يحيى: هو كذاب.

ایک راوی سالم ہیں جن کو یحیی مدنی نے جھوٹا کہا ہے۔

(۱۱) وأما حكيم:

فقال أبو حاتم الرازي: متروك الحديث.

دوسرے راوی حکیم ہیں جن کو ابو حاتم رازی نے متروک قرار دیا ہے۔

(۱۱۱) وأما العلاء بن كثير:

فقال أحمد ويحيى: ليس بشئ.

وقال ابن حبان: يروى الموضوعات عن الاثبات.

تیسرے راوی علاء بن کثیر ہیں۔ انکے بارے میں امام احمد اور یحییٰ فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹی روایات گھڑتا ہے۔

۸. قال ابن حجر تبعاً للذهبي في الميزان: روى سالم عن حكيم بن حزام متروك عن العلاء

بن كثير تالف عن مكحول عن واثلة مرفوعاً: "من يمن المرأة تبكيها بأنتي" وهو سالم بن

إبراهيم عن أبي بكر بن عياش...انتمی...

والخبر المذكور رواه في جزء بن عترة الموصلي.

• علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کی سند کو انتہائی کمزور اور ناقابل قبول قرار دیا ہے۔

اس قول کی حقیقت:

۱. اگرچہ یہ روایت آپ علیہ السلام سے ثابت نہیں لیکن مفسرین اور محدثین نے اس کو حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا

قول قرار دیا ہے۔

وسمعت الشيخ سلمان العودة في شريط "نساء" يثبتته موقوفاً على واثلة ؓ.

وراجع كتب التفسير في قوله تعالى: {يحب لمن يشاء إناثاً}

والله أعلم.

۲. اسی طرح امام بغوی رحمہ اللہ نے اس قول کو قتادہ اور وہب بن منبہ کا قول بھی نقل کیا ہے۔

وقد حكاہ البغوي قولاً بالتمريض فقال " قيل: من يمن المرأة تبكيها بالأنثى قبل الذكر، لأن الله تعالى بدأ بالإناث. وهو مروي عن قتادة أيضاً. وقد ذكر هذا الأثر عن قتادة من كلامه، وعن وهب بن منبه وغيرهما.

۳. اسی قول کو حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے "معارف القرآن" میں نقل کیا ہے: حضرت واثلہ بن اسقع نے فرمایا کہ جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو وہ مبارک ہوتی ہے۔ (قرطبی) (معارف القرآن، سورۃ الشوری آیت: 50)

خلاصہ کلام

اس قول کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں، البتہ اس کو صحابہ کا قول کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۵ شوال ۱۴۳۸